اسلامی بہنوں کے سُنّتوں بھرے
اصلاحی بیانات کا نایاب تحفہ

مُبلّغات کی ضرورت

جلد دوم

مؤلفہ
زوجہ اقبال عطاریہ

زیرِ نگرانی
علامہ محمد اقبال عطاری

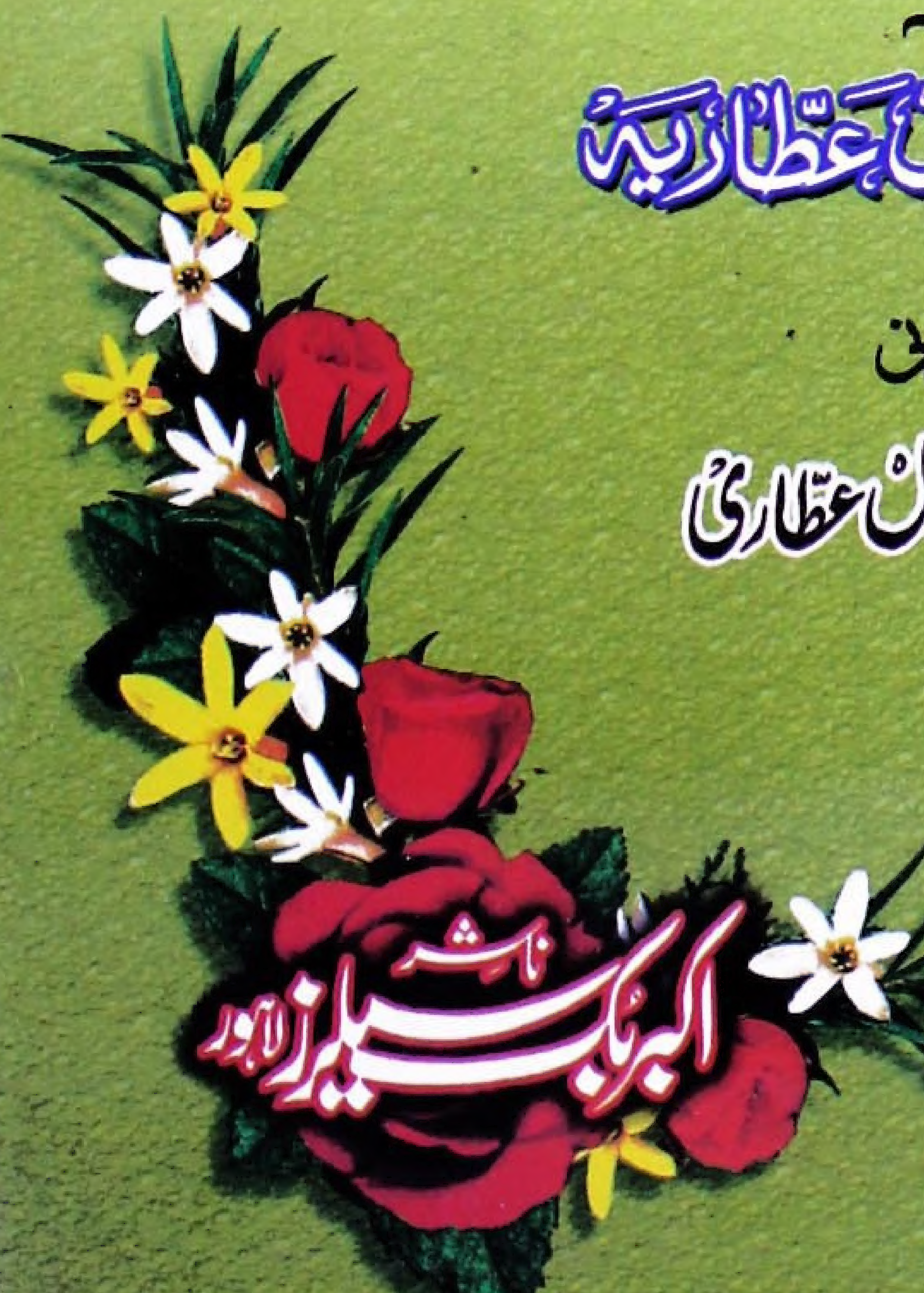

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

میاں جمیل احمد شرقپوری

اسلامی بہنوں کے
سنتوں بھرے اصلاحی بیانات کا نایاب تحفہ

مُبلِّغات کی ضرورت

جلد دوم

مؤلفہ
زوجہ اقبال عطّاریہ

زیرِ نگرانی
علامہ محمد اقبال عطّاری

ناشر
اکبر بُک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور Ph: 37352022

11635

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں﴾

نام کتاب	مبلغات کی ضرورت (جلد دوم)
موضوع	اسلامی بہنوں کے سنتوں بھرے اصلاحی بیانات
مؤلفہ	زوجہ علامہ محمد اقبال عطاری
باہتمام	علامہ محمد اقبال عطاری
صفحات	376
کمپوزنگ	عبدالسلام، قمر الزمان
اشاعت	2010ء
ناشر	محمد اکبر قادری
قیمت	200 روپے

ملنے کے پتے

☆ کراچی اسلامی ورائٹی ہاؤس بوچڑ خانہ روڈ سیالکوٹ
☆ حافظ بک ایجنسی اقبال روڈ سیالکوٹ
☆ اسلامک بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی
☆ مکتبہ المجاہد، بھیرہ شریف
☆ الرضا کیسٹ ہاؤس، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی • لاہور پاکستان •
ذخیرہ

انتساب

بانی دعوتِ اسلامی، مجدد دین وملت، ریحان ملت
عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخ شریعت، شیخ طریقت
امیر دعوتِ اسلامی، امیرِ اہل سنت مرشدی حضرت علامہ مولانا
ابوالبلال **محمد الیاس** عطار قادری رضوی مدظلہ
کے نام

زوجہ علامہ محمد اقبال عطاری

عرضِ مصنفہ

اللہ رب العزت عزوجل کا ہم پر کتنا کرم ہے کہ ہمیں اللہ عزوجل نے ہمیں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وغلامی سے بہرہ مند فرمایا۔ اور سب سے بڑی نعمت علم عطا فرمایا اور اس کی اشاعت کا بھی موقع عطا فرمایا۔ اللہ عزوجل کی توفیق سے جو بیانات میں نے جمع کیے اس میں میری خصوصی معاونت محترمہ عالمیہ قاریہ تنزیلہ عطاریہ مدرس جامعہ صفیہ عطاریہ پکی کوٹلی اور ان کی چھوٹی بہن باجی رضیہ صاحبہ نے فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔ ہمارے قارئین کو میری یہ کتاب مبلغات کی ضرورت (جلد دوم) انشاء اللہ بڑی پسند آئے گی۔ اللہ عزوجل میرے تمام معاونین خصوصاً اکبر بک سیلرز لاہور اور محترمہ عالمہ قاریہ باجی فوزیہ بتول پرنسپل جامعہ غوثیہ رضویہ پکا گڑھا اور محترمہ باجی بنتِ فقیر حسین عطاریہ پرنسپل جامعہ منڈیر شریف سیالکوٹ اور تمام دوسرے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

کنیز درِ مرشد

زوجہ علامہ محمد اقبال عطاری
مدرس جامعہ صفیہ عطاریہ للبنات پکی کوٹلی
(سیالکوٹ)

ترتیب

انتساب ۳
عرضِ مصنفہ ۴
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا ۶
ماہِ صفر المظفر کے فضائل ۸۵
میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۹۴
سیرت حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ ۱۲۷
مُردوں کو زندہ کرنا ۱۴۲
ایصالِ ثواب اور گیارھویں کی شرعی حیثیت ۱۵۰
امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۸۴
رجب المرجب کے فضائل وبرکات ۲۲۶
ماہِ شعبان المعظم کی بہاریں ۲۴۲
فیضانِ رمضان ۲۵۶
سیرت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۳۹۵
باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب ۳۲۸
حج کی شرائط وفضائل ۳۵۶

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

﴿فضیلت دورد پاک﴾

حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ کو بعدِ وفات کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا: "ما فعل اللہ بک؟" یعنی اللہ (عزوجل) نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: میرے مالک نے مجھے کھڑا کیا اور فرمایا: تو منصور بن عمار ہے؟ میں نے عرض کیا: یارب العالمین! میں ہی منصور بن عمار ہوں۔ پھر فرمایا: تو ہی ہے جو لوگوں کو دنیا سے نفرت دِلاتا تھا اور خود دنیا میں رغبت رکھتا تھا؟ میں نے عرض کی: یا اللہ! کچھ ایسا ہی معاملہ تھا لیکن جب میں کسی اجتماع میں بیان کرنا چاہتا پہلے تیری حمد وثنا کرتا پھر تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا، پھر بیان شروع کیا کرتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ پھر حکم دیا: اے فرشتو! اس کے لیے آسمانوں میں منبر رکھو تا کہ جیسے یہ دنیا میں میری بزرگی بیان کرتا تھا، آسمانوں میں فرشتوں کے سامنے میری عظمت بیان کرے۔ (سعادۃ الدارین، صفحہ ١٢٦)

ذخیرہ
لاہور پاکستان

دُرود پڑھ کر اگر کوئی ابتدا نہ کرے
اسے چاہیئے پھر ذکرِ مصطفےٰ ﷺ نہ کرے
چراغِ حبِّ نبی ﷺ کر کے دیکھیئے روشن
مجال کیا ہے حفاظت پھر ہوا نہ کرے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْبِ: صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

حضرت امام حسین اور واقعۂ کربلا

زمینِ کربلا کا خُونیں منظر

سید الشہداء حضرت امام حسین اور ان کے رفقاء کی عدیم المثال جانبازیاں

ولادت مبارکہ

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی، حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسین اور شبیر رکھا اور آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب سبطِ رسول اور ریحانۃ الرسول ہے، اور آپ کے برادرِ معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار اور اپنا فرزند فرمایا، حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے ساتھ کمال رأفت و محبت تھی۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ۔

"جس نے ان دونوں (حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما) سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی، اس نے مجھ سے عداوت کی"۔

(المستدرک للحاکم۔ کتاب معرفۃ الصحابۃ۔ باب رکوب الحسن الخ۔ الحدیث: ۴۸۳۔ ج ۴ ص ۱۵۶)

جنتی جوانوں کا سردار فرمانے سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ راہِ خدا عزوجل میں اپنی جوانی میں راہیٔ جنت ہوئے، حضرت امامین کریمین ان کے سردار ہیں اور جوان کسی شخص کو بلحاظ اس کے نوعمری کے بھی کہا جاتا ہے اور بلحاظ شفقت بزرگانہ کے بھی، آدمی کی عمر کتنی بھی ہو اس کے بزرگ اس کو جوان بلکہ لڑکا تک کہتے ہیں، شیخ اور بوڑھا نہیں کہتے ہیں، اسی طرح بمعنی فتوت و جوانمردی بھی لفظِ جوان کا اطلاق ہوتا ہے خواہ کوئی شخص بوڑھا ہو مگر باہمت مردانہ رکھتا ہو وہ اپنی شجاعت و بسالت کے لحاظ سے جوان کہلایا جاتا ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر شریف اگرچہ وصال کے وقت پچاس سے زائد تھی، مگر شجاعت و جوانمردی کے لحاظ سے نیز شفقت پدری کے اقتضاء سے آپ کو جوان فرمایا گیا اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ انبیائے کرام و خلفائے راشدین کے سوا امامین جلیلین تمام اہل جنت کے سردار ہیں، کیونکہ جوانانِ جنت سے تمام اہل جنت مراد ہیں، اس لئے کہ جنت میں بوڑھے اور جوان کا فرق نہ ہوگا، وہاں سب ہی جوان ہوں گے اور سب کی ایک عمر ہوگی، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں فرزندوں کو اپنا پھول فرمایا: ''ھما ریحانی من الدنیا '' وہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(رواہ الترمذی۔ الصواعق المحرقہ۔ الباب الحادی عشر۔ الفصل الثالث۔ ص۱۹۳، صحیح مسلم۔ کتاب الجنة وصفة نصیمها واهلها۔ باب فی دوام نعیم اهل الجنة، الخ۔ الحدیث: ۲۸۳۷۔ ص۱۵۲۱۔ موخوذاً، مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب المناقب۔ باب مناقب اہل البیت، الخ۔ الحدیث: ۶۱۴۵۔ ج۲ ص۴۳۷)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں نونہالوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینۂ مبارک سے لپٹاتے۔ (سنن الترمذی۔ کتاب المناقب۔ باب مناقب ابی فعمد الحسن بن علی، الخ۔ الحدیث: ۳۷۹۷۔ ج۵ ص۴۲۸)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ ایک روز حضور انور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج میں نے ایک پریشان خواب دیکھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا؟ عرض کیا: وہ بہت ہی شدید ہے ان کو اس خواب کے بیان کی جرأت نہ ہوتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکرر دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں نے دیکھا جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا، ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا، انشاء اللہ تعالیٰ! فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے بیٹا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا، ایسا ہی ہوا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل کی گود میں دیئے گئے۔ ام الفضل فرماتی ہیں: میں نے ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا، کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں، میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ حضور پر قربان! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت اس فرزند کو قتل کرے گی، میں نے کہا: کیا اس کو؟ فرمایا: ہاں اور میرے پاس اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی لائے۔

(رواہ البیہقی فی الدلائل، دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب اخبار النبی الخ، باب ماروی اخبارہ الخ، ج ۶ ص ۴۶۸) (والمستدرک للحاکم، کتاب الصحابۃ، باب اول فضائل ابی عبداللہ الحسین بن علی الخ، الحدیث: ۴۸۷۱، ج ۴ ص ۱۷۱)

شہادت کی شہرت

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی تھی، شیر خوارگی کے ایام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام الفضل کو آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی، خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

نے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کیلئے اپنا خونِ جگر (دودھ) پلایا، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل بند جگر پیوند کو خاکِ کربلا میں لوٹنے اور دم توڑنے کیلئے سینہ سے لگا کر پالا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہِ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نذر کرنے کیلئے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی آغوشِ رحمت میں تربیت فرمایا، یہ آغوشِ کرامت و رحمت، فردوسی چمنستانوں اور ایوانوں سے کہیں زیادہ بالا مرتبت ہے، اس کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ، اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے۔

جبکہ اس فرزندِ ارجمند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مسرت کے ساتھ ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہو گی۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمہ رحمت چشم نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے۔ اس خبر نے صحابہ کبار، جانثارانِ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل ہلا دیئے۔ اس درد کی لذت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے پوچھئے صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنتِ خلیل علیہ السلام ادا کر رہے ہیں۔

حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاکِ زیرِ قدمِ پاک پر قربان! جس کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلہ سینہ سے لگا ہوا ہے۔ محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں وہ اپنے سرور آفرین تبسم سے دلربائی کرتا ہے، ہمک ہمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے۔ ماں کی گود میں کھیل کر شفقتِ مادری کے جوش کو اور زیادہ موجزن کرتا ہے۔ میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے۔

عین ایسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیشِ نظر ہوتا ہے جہاں یہ چہیتا، نازوں کا پالا، بھوکا پیاسا بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے، نہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ساتھ ہیں نہ حسن مجتبیٰ۔ عزیز و اقارب، برادر و فرزند قربان ہو چکے ہیں۔ تنہا یہ نازنین ہیں، تیروں کی بارش سے نوری جسم لہولہان ہو رہا ہے۔ خیمہ والوں کی بے کسی اپنی

آنکھوں سے دیکھتا ہے اور راہِ خدا عزوجل میں مردانہ وار جاں نثار کرتا ہے۔ کربلا کی زمین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پھول سے رنگین ہوتی ہے۔ وہ شمیمِ پاک جو حبیب خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیاری تھی، کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے۔ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظر کے سامنے یہ نقشہ پھر رہا ہے اور فرزند سینہ سے لپٹ رہا ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس منظر کو دیکھیں، دیکھنا تو یہ ہے کہ اس فرزندِ ارجمند کے جدِ کریم حبیبِ خدا عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، حضرت حق تبارک وتعالیٰ ان کا رضا جو ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔(پ۳۰، الضحیٰ ۵)

(ترجمہ کنز الایمان) اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ ۔

(رواہ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من استعان الخ، الحدیث: ۲۸۹۶، ج ۲ ص ۲۸۰)

باوجود اس کے اس فرزند ارجمند کی خبرِ شہادت پا کر چشمِ مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا کیلئے ہاتھ نہیں اُٹھاتے، بارگاہِ الٰہی عزوجل میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے امن وسلامت اور اس حادثہ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا نہیں فرماتے، نہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اس خبر نے تو دل وجگر پارہ پارہ کر دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قربان! بارگاہِ حق میں اپنے اس فرزند کیلئے دعا فرمایئے، نہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا التجا کرتی ہیں کہ اے سلطانِ دارین! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض سے عالم فیض یاب ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا

مستجاب، میرے اس لاڈلے کیلئے دعا فرما دیجئے نہ اہل بیت نہ ازواجِ مطہرات نہ صحابہ کرام علیہم الرضوان، سب خبر شہادت سنتے ہیں، شہرہ عام ہو جاتا ہے مگر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی، بات یہ ہے کہ مقامِ امتحان میں ثابت قدمی درکار ہے، یہ محل عذر و تامل نہیں، ایسے موقع پر جان سے دریغ جانباز مردوں کا شیوہ نہیں، اخلاص سے جان نثاری عین تمنا ہے، دعائیں کی گئیں مگر یہ کہ یہ فرزند مقامِ صفا و وفا میں صادق ثابت ہو، توفیق الٰہی عزوجل مساعد رہے، مصائب کا ہجوم اور آلام کا انبوہ اس کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے، احادیث میں اس شہادت کی خبر میں وارد ہیں: ابن سعد و طبرانی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ زمین طف میں قتل کیا جائے گا اور جبریل علیہ السلام میرے پاس یہ مٹی لائے، انہوں نے عرض کیا کہ یہ حسین رضی اللہ عنہ کی خوابگاہ (مقتل) کی خاک ہے، طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، الحسین بن علی الخ، الحدیث: ۲۸۱۴، ج ۳ ص ۱۰۷، والصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ فی بعض اہل البیت الخ، ص ۱۹۳)

امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری دولت سرائے اقدس میں وہ فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی حاضر نہ ہوا تھا، اس نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حسین رضی اللہ عنہ قتل کئے جائیں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی ملاحظہ کراؤں جہاں وہ شہید ہوں گے، پھر اس نے تھوڑی سی سرخ مٹی پیش کی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمۃ الخ، الحدیث: ۲۶۵۸۶، ج ۱۰ ص ۱۸۰)

اس قسم کی احادیث بکثرت وارد ہیں، کسی میں بارش کے فرشتہ کے خبر دینے کا

تذکرہ ہے کسی میں اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو خاکِ کربلا تفویض کرنے اور اس خاک کے خون ہو جانے کو علامتِ شہادتِ امام رضی اللہ عنہ قرار دینے کا تذکرہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شہادت کی بار بار اطلاع دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بارہا اس کا تذکرہ فرمایا اور یہ شہادت حضرت امام رضی اللہ عنہ کے عہدِ طُفولیت سے خوب مشہور ہو چکی اور سب کو معلوم ہو گیا کہ آپ رضی اللہ کا مشہد کربلا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ فی بعض اہل البیت الخ، ص۱۹۳)

حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ہم کو کوئی شک باقی نہ رہا اور اہل بیت علیہم الرضوان باتفاق جانتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب استشہد العین الخ، الحدیث: ۸۷۹، ج۴ ص۱۷۵)

ابو نعیم نے نجی حضرمی سے روایت کی کہ وہ سفرِ صفین میں حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ تھے جب نینوی کے قریب پہنچے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزار اقدس ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ندا کی کہ اے ابو عبد اللہ! فرات کے کنارے ٹھہرو، میں نے عرض کیا: کس لیے؟ فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے شہید کیے جائیں گے اور مجھے وہاں کی ایک مشت مٹی دکھائی۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۶۴۸، ج۱ ص۱۸۴)

ابو نعیم نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی کہ ہم حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے مقام پر پہنچے، حضرت مولیٰ کرم

اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بیان فرمایا: یہاں شہداء کے اونٹ بندھیں گے‘ یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے‘ یہاں ان کے خون بہیں گے‘ جوانانِ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس میدان میں شہید ہوں گے‘ آسمان وزمین ان پر روئیں گے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم‘ الفصل الخامس والعشرون‘ باب ماظہر الخ‘ ج۲ ص ۱۴۷)

ان خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان زمین کربلائے چپہ چپہ کو پہچانتے تھے‘ انہیں معلوم تھا کہاں اونٹ باندھے جائیں گے‘ یہاں سامان رکھا جائے گا‘ کہاں خون بہیں گے‘ یہ شہادت کا کمال ہے‘ ایسا اعلانِ عام ہوا‘ اپنے پرائے سب جان جائیں‘ مقام بتا دیا گیا‘ وہاں کی خاک شیشیوں میں رکھ لی گئی ہو‘ اس سے خوب ہو جانے کا انتظار ہو اور شوقِ شہادت میں کمی نہ آئے‘ جذبہ جاں نثاری روز افزوں ہوتا رہے‘ تمام چاہنے والے پہلے سے باخبر ہوں‘ ہر دل اس زخم کا مزہ لے اور صبر و استقلال کے ساتھ جان عطا کرنے والے کی راہ میں جان قربان کی جائے۔ یہ مردانِ کامل اور فرزندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حصہ اور انہیں کا حوصلہ ہے۔

طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

پہاڑ بھی ہوتا تو وحشت سے گھبرا اُٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہو جاتا مگر طالبِ رضائے حق‘ مولیٰ عزوجل کی مرضی پر فدا ہوتا ہے‘ اسی میں اس کے دل کا چین اور اس کی حقیقی تسلی ہے۔

کبھی وحشت‘ پریشانی اس کے پاس نہیں بھٹکتی‘ کبھی اس مصیبتِ عظمیٰ سے خلاص اور رہائی کیلئے وہ دعا نہیں کرتا‘ انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتا ہے اور وقتِ موعود کا بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔

شہادت کے واقعات

یزید کا مختصر تذکرہ

یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام علیہم الرضوان کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر قرن میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہتی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا یہ بد باطن، سیاہ دل، ننگِ خاندان ۲۵ھ میں امیر معاویہ کے گھر مَیسون بنت بحدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا، نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بدخلق الشعر، بدخلق تند خو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب گستاخ تھا، اس کی شرارتیں اور بیہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاش کو بھی شرم آئے۔ عبداللہ بن حنظلہ ابن الغسیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا عزوجل کی قسم! ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔ (واقدی) محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے علانیہ رواج دیا، مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی، ایسے شخص کی حکومت گُرگ کی چوبانی سے زیادہ خطرناک تھی، اربابِ فراست اور اصحابِ اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے جب کہ عنانِ سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں آئی، ۵۹ھ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

> اللهم انی اعوذ بك من رأس الستين ومارة الصبيان ۔
>
> "یارب عزوجل! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے"۔

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو حامل اسرار تھے انہیں معلوم تھا کہ ۶۰ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے، ان کی یہ دعا

قبول ہوئی اور انہوں نے ۵۹ھ میں بمقام مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔ رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری سنت کا پہلا بدلنے والا بنی اُمیہ کا ایک شخص ہو گا جس کا نام یزید ہو گا۔ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت میں عدل وانصاف قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا رخنہ انداز و بانی ستم بنی اُمیہ کا ایک شخص ہوگا، جس کا نام یزید ہوگا۔ یہ حدیث ضعیف ہے''۔

(تاریخ الخلفاء، باب یزید بن معاویۃ الخ، ص۱۶۴۔ وسیر اعلام النبلاء، حدیث: ۳۷۵ یزید بن معاویۃ الخ، ج۵ ص۸۳ ملخصاً۔ الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ الخ، ص۲۲۱ ملتقطاً)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت

امیر معاویہ نے رجب ۶۰ھ میں بمقام دمشق لقوہ میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ آپ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات میں سے ازار شریف، ردائے اقدس، قمیص مبارک، موئے شریف اور تراشائے ناخن ہمایوں تھے، آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازار شریف وردائے مبارک وقمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضاء پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ''ارحم الراحمین'' کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔ کورِ باطن یزید نے دیکھا تھا کہ اس کے باپ امیر معاویہ نے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات اور بدن اقدس سے چھو جانے والے کپڑوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھا تھا اور دمِ آخرت تمام زر و مال، ثروت وحکومت میں سب سے زیادہ وہی چیز پیاری تھی اور اسی کو ساتھی لے

جانے کی تمنا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے دل میں تھی۔ اس کی برکت سے انہیں امید تھی کہ اس ملبوس پاک میں بوئے محبوب ہے، یہ مقامِ غربت۔

میں پیارا رفیق اور بہترین مونس ہوں گا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لباس اور تبرکات کے صدقے میں مجھ پر رحم فرمائے گا، اس سے وہ سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدن پاک سے چھو جانا ایک کپڑے کو ایسا بابرکت بنا دیتا ہے تو حسنین کریمین اور آلِ پاک علیہم الرضوان جو بدن اقدس کا جزو ہیں، ان کا کیا مرتبہ ہو گا اور ان کا کیا احترام لازم ہے مگر بدنصیبی اور شقاوت کا کیا علاج۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید تختِ سلطنت پر بیٹھا اور اس نے اپنی بیعت لینے کیلئے اطراف وممالک سلطنت میں مکتوب روانہ کئے، مدینہ طیبہ کا عامل جب یزید کی بیعت لینے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے فسق وظلم کی بنا پر اس کو نا اہل قرار دیا اور بیعت سے انکار فرمایا، اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی۔ (۱)

حضرت امام رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ بیعت کا انکار کر کے یزید کے اشتعال کا باعث ہو گا اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا لیکن امام رضی اللہ عنہ کے دیانت وتقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر نا اہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور مسلمانوں کی تباہی اور شرع واحکام کی بے حرمتی اور دین کے مضرت کی پرواہ نہ کریں اور یہ امام جیسے جلیل الشان فرزندِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے کس طرح ممکن تھا، اگر امام رضی اللہ عنہ اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے تو یزید آپ کی بہت

---

[1] الاکمال فی اسماء الرجال، حرف المیم، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۱۷۔ تاریخ الخلفاء، باب یزید بن معاویۃ ...... الخ، ص ۱۶۴۔

قدر و منزلت کرتا اور آپ کی عافیت و راحت میں کوئی فرق نہ آتا بلکہ بہت سی دولت دنیا آپ کے پاس جمع ہو جاتی، لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا، اور دین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا جس کا دور کرنا بعد کو ناممکن ہوتا، یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لئے امام کی بیعت سند ہوتی اور شریعت اسلامیہ و ملت حنفیہ کا نقشہ مٹ جاتا۔ شیعوں کو بھی آنکھیں کھول کر رکھ لینا چاہئے کہ امام نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا اور تقیّہ کا تصور بھی خاطر مبارک پر نہ گزرا، اگر تقیہ جائز ہوتا تو اس کیلئے اس سے زیادہ ضرورت کار اور کون ہوسکتا تھا؟ حضرت امام و ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کی درخواست اسی لئے پہلے کی گئی تھی کہ تمام اہل مدینہ ان کا اتباع کریں گے، اگر ان حضرات نے بیعت کر لی تھی تو پھر کسی کا تامل نہ ہوگا، لیکن ان حضرات کے انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور یزیدیوں میں اسی وقت سے آتش عناء بھڑک اُٹھی اور ان حضرات کو اسی شب مدینہ سے مکہ مکرمہ منتقل ہونا پڑا، یہ واقعہ چوتھی شعبان ۶۰ھ کا ہے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مدینہ طیبہ سے رحلت مدینہ سے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی رحلت کا دن اہل مدینہ اور خود حضرت امام رضی اللہ عنہ کے لئے کیسے رنج و اندوہ کا دن تھا، اطرافِ عالم سے تو مسلمان وطن ترک کر کے اعزہ و احباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنائیں کریں، دربارِ رسالت کی حاضری کا شوق، دشوار گزار منزلیں اور بر و بحر کا طویل اور خوفناک سفر اختیار کرنے کیلئے بیقرار بنا دے، ایک ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہو، اور فرزندِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ عنہ) جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رحلت کرنے پر مجبور ہو، اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے، جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بارادۂ رخصت آستانۂ قدسیہ پر حاضر ہوئے ہوں گے اور دیدہ خونبار نے اشکِ غم کی بارش کی ہوگی، دل دردمند غم مجبوری سے گھائل ہوگا، حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ طاہرہ سے جدائی کا صدمہ

حضرت امام رضی اللہ عنہ کے دل پر رنج و غم کے پہاڑ توڑ رہا ہو گا' اہل مدینہ کی مصیبت کا بھی کیا اندازہ ہو سکتا ہے' دیدارِ حبیب کے فدائی اس فرزند کی زیارت سے اپنے قلب مجروح کو تسکین دیتے تھے' ان کا دیدار ان کے دل کا قرار تھا' آہ! آج یہ قرارِ دل مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے' امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ سے بیزار' غم و اندوہ' بادلِ ناشاد رخصت فرما کر مکہ مکرمہ اقامت فرمائی۔

امام رضی اللہ عنہ کی جناب میں کوفیوں کی درخواستیں

یزیدیوں کی کوششوں سے اہل شام سے جہاں یزید کی تخت گاہ تھی' یزید کی رائے مل سکی اور وہاں کے باشندوں نے اس کی بیعت کی' اہل کوفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیج رہے تھے' تشریف آوری کی التجائیں کر رہے تھے لیکن امام رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا تھا' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی تخت نشینی کے بعد اہل عراق کی جماعتوں نے متفق ہو کر امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیجیں اور ان میں اپنی نیاز مندی و جذباتِ عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ پر اپنے جان و مال فدا کرنے کی تمنا ظاہر کی' اس طرح کے التجا ناموں اور درخواستوں کا سلسلہ بندھ گیا اور تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب عرضیاں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں' کہاں تک اغماض کہا جاتا اور کب تک حضرت امام رضی اللہ عنہ کے اخلاق جوابِ خشک کی اجازت دیتے؟ ناچار آپ نے اپنے چچازار بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی روانگی تجویز فرمائی' اگرچہ امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید بادشاہ بن کر گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کے لئے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے

چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ ان حالات میں کوفیوں کا پیاسِ ملت یزید کی بیعت سے دست کش کرنا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ سے طالبِ بیعت ہونا، امام پر لازم تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں، جب ایک قوم ظالم وفاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحبِ استحقاق اہل سے درخواستِ بیعت کرے، اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے، امام رضی اللہ عنہ اگر اس وقت قبول کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہِ الٰہی عزوجل میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام رضی اللہ عنہ کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند در پے ہوئے مگر امام رضی اللہ عنہ بیعت کے لئے راضی نہ ہوئے، بدین وجوہ ہمیں یزید کے ظلم وتشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی، اگر امام رضی اللہ عنہ ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کیلئے حاضر تھے، یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حال بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔ اگرچہ اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابو سعید، حضرت ابو واقد لیثی وغیرہم علیہم الرضوان، حضرت امام رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد ومواثیق کا اعتبار نہ تھا، امام رضی اللہ عنہ کی محبت اور شہادتِ امام رضی اللہ عنہ کی شہرت ان سب کے دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی، گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ پیش ہوگا، لیکن اندیشہ مانع تھا، حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو روکنے کیلئے عذر شرعی کیا ہے، ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ علیہم الرضوان کے شدید امراء کا لحاظ، ادھر اہل کوفہ کی استدعا رد نہ فرمانے کے لئے کوئی شرعی عذر نہ ہونا، حضرت امام کیلئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو بھیجا جائے اگر

کوفیوں نے بدعہدی و بے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جا سکے گی۔

(تاریخ الخلفاء، باب یزید بن معاویۃ ابو خالد الموی، ص ۱۶۴۔۱۶۵، ملتقطاً۔ الکامل فی التاریخ، ستۃ ستین، خروج الحسین الخ وعقہ اہل الکوفۃ الخ، ج ۳ ص ۳۸۵۔۳۸۶، ملتقطاً، البدایہ والنہایۃ، سنت ستین عن الہجرۃ النبوۃ صفۃ وخروج الحسین الی العراق، ج ۵ ص ۶۶۷، ملتقطاً وملخصاً)

کوفہ کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی روانگی

اس بنا پر آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ فرمایا اور اہل کوفہ کو تحریر فرمایا کہ تمہاری استدعا پر ہم حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے ہیں، ان کی نصرت وحمایت تم پر لازم ہے، حضرت مسلم کے دو فرزند محمد اور ابراہیم رضی اللہ عنہما جو اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے، اس سفر میں اپنے پدر مشفق کے ہمراہ ہوئے، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے کوفہ پہنچ کر مختار بن ابی عبید کے مکان پر قیام فرمایا، آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق مخلوق آپ کی زیارت کو آئی اور بارہ ہزار سے زیادہ تعداد نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے اہل عراق کی گرویدگی و عقیدت کو دیکھ کر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی جناب میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور التماس کی کہ ضرورت ہے کہ حضرت جلد تشریف لائیں تاکہ بندگانِ خدا ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں اور دینِ حق کی تائید ہو، مسلمان امام حق کی بیعت سے مشرف و فیض یاب ہو سکیں، اہل کوفہ کا یہ جوش دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی نے جو اس زمانے میں حکومت شام کی جانب سے کوفہ کے والی (گورنر) تھے، اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بھڑکے گا، لیکن اتنی اطلاع دے کر ضابطہ کی کارروائی پوری کر کے حضرت نعمان بن بشیر خاموش بیٹھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی

دست اندازی نہ کی۔

(الکامل فی التاریخ، سنۃ ستین خروج الحسین الخ دعوۃ اھل کوفۃ الخ، ج ۳ ص ۳۸۵۔۳۸۶ ملخصاً۔ البدایۃ والنہایۃ سنۃ ستین عن الھجرۃ النبویۃ قصۃ الحسین بن علی الخ، ج ۵ ص ۶۵۷ ملخصاً)

مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اطلاع دی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اور اہل کوفہ میں ان کی محبت و عقیدت کا جوش دم بدم بڑھ رہا ہے، ہزارہا آدمی ان کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور نعمان بن بشیر نے اب تک کوئی کارروائی ان کے خلاف نہیں کی، نہ انسدادی تدابیر عمل میں لائے، یزید نے یہ اطلاع پاتے ہی نعمان بن بشیر کو معزول کیا اور عبید اللہ بن زیاد کو جو اس کی طرف سے بصرہ کا والی تھا، ان کا قائم مقام کیا، عبید اللہ بن زیاد بہت مکار و کیاد تھا، وہ بصرہ سے روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو قادسیہ میں چھوڑا اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور چند آدمی ہمراہ لے کر شب کی تاریکی میں مغرب و عشاء کے درمیان اس راہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس میں حجازی قافلے آیا کرتے تھے، اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہل کوفہ میں بہت جوش ہے، ایسے طور پر داخل ہونا چاہیے کہ وہ ابن زیاد کو نہ پہچانیں اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تاکہ وہ بے خوف و خطر و اندیشہ امن و عافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اہل کوفہ جن کو ہر لحہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار تھا، انہوں نے دھوکہ کھایا اور شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتا دیکھ کر سمجھے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ تشریف لائے، نعرہ ہائے مسرت بلند کئے، گردو پیش مرحبا کہتے چلے "مرحبا بك یا ابن رسول اللہ" اور "قدمت خیر مقدم" کا شور مچایا، یہ مردود دل میں تو جلتا رہا اور اس نے اندازہ کرلیا کہ کوفیوں کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا

111635

انتظار ہے اور ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں، مگر اس وقت کی مصلحت سے خاموش رہا تاکہ ان پر اس کا مکر کھل نہ جائے، یہاں تک کہ دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) میں داخل ہو گیا، اس وقت کوفی یہ سمجھے کہ یہ حضرت نہ تھے بلکہ ابن زیاد اس فریب کاری کے ساتھ آیا اور انہیں حسرت و مایوسی ہوئی، رات گزار کر صبح کو ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کا پروانہ پڑھ کر سنایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا، طرح طرح کے حیلوں سے حضرت مسلم کی جماعت کو منتشر کر دیا، حضرت مسلم نے ہانی بن عروہ کے مکان میں اقامت فرمائی، ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو ایک دستہ فوج کے ساتھ ہانی کے مکان پر بھیج کر اس کو گرفتار کرا لیا اور قید کر لیا، کوفہ کے تمام رؤسا و عمائد کو بھی قلعہ میں نظر بند کر لیا۔

(الکامل فی التاریخ سنۃ ستین، خروج الحسین الخ دعوۃ اھل الکوفۃ الخ، ج ۳ ص ۳۸۷۔ ۳۸، ملتقطاً۔ البدایۃ والنھایۃ سنۃ ستین من الھجرۃ النبوۃ قصۃ الحسین بن علی الخ، ج ۵ ص ۶۵۶۔ ۶۵۸ ملتقطاً۔ اریخ الطبری، سنۃ ستین، باب الحسین بن علی الخ، ج ۴ ص ۶۶)

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ یہ خبر پا کر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے مقتولین کو ندا کی، جوق در جوق آدمی آنے شروع ہوئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ قصر شاہی کا احاطہ کر لیا، صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دیر تھی، اگر حضرت مسلم حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح پاتا اور ابن زیاد اور اس کے ہمراہی حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی سیلاب کی طرح اُمنڈ کر شامیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالتا اور یزید کو جان بچانے کیلئے کوئی راہ نہ ملتی، نقشہ تو یہی جما تھا مگر کاربدست کارکنان قدرت، بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا احاطہ تو کر لیا اور باوجودیکہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ

دیا اور ایک بادشاہ دادگستر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کر لیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خونریزی نہ ہونے دی جائے، آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا، دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤسا و عمائدین کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا، انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی جماعت سے علیحدہ کر دیں۔

یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا، اس خوف سے گھبرا کر اٹھے اور انہوں نے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی، یزید ناپاک طینت تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا، تمہارے مال لٹوا دے گا، تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے، یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں، قلعہ کے اندر مارے جائیں گے، اپنے انجام پر نظر ڈالو، ہمارے حال پر رحم کرو، اپنے گھروں میں چلے جاؤ، یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا لشکر منتشر ہونے لگا یہاں تک کہ تا بوقتِ شام حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا، تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا، اس کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رفاقت کیلئے کوئی ایک بھی موجود نہیں، کوفہ والوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع تعلق کیا اور انہیں ذرا پرواہ نہ ہوئی کہ قیامت

تک تمام عالم میں ان کی بے ہمتی کا شہرہ رہے گا اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے، حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اس غربت و مسافرت میں تنہا رہ گئے، کدھر جائیں کہاں قیام کریں؟ حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمانوں خانوں کے دروازے مقفل تھے، جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے، رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا، نادان بچے ساتھ ہیں، کہاں انہیں لٹائیں، کہاں سُلائیں، کوفہ کے وسیع خط میں دو چار گز زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے کیلئے نظر نہیں آئی، اس وقت حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے، وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام رضی اللہ عنہ کی جناب میں خط لکھا، تشریف آوری کی التجا کی ہے اور اس بدعہدی قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دل کش نقشہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے، یقیناً حضرت امام رضی اللہ عنہ میری التجا ردّ نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑے ہوں گے، یہاں انہیں کیا مصائب پہنچیں گے اور چمن زہراء کے جنتی پھولوں کو اس بے مُہری کی تپش کیسے گزند پہنچائے گی، یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی و انفعال اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کے لئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی جدا دامن گیر تھی۔

اس حالت میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو پیاس معلوم ہوئی، ایک گھر سامنے نظر پڑا جہاں طوعہ نامی ایک عورت موجود تھی، اس سے آپ نے پانی مانگا، اس نے آپ کو پہچان کر پانی دیا اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ کو اپنے مکان میں فروکش کیا، اس عورت کا بیٹا محمد ابن اشعث کا گُرگا تھا، اس نے فوراً ہی اس کو خبر دی اور اس نے ابن زیاد کو اس پر مطلع کیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن حریث (کوتوال کوفہ) اور محمد بن اشعث کو بھیجا، ان دونوں نے ایک جماعت ساتھ لے کر طوعہ کے گھر کا احاطہ کیا اور چاہا کہ حضرت

مسلم رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکلے اور آپ نے ان ظالموں سے مقابلہ شروع کیا، انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اس جماعت پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے شیر ببر گلۂ گوسپند پر حملہ آور ہو، آپ کے شیرانہ حملوں سے دل آوروں نے دل چھوڑ دیئے اور بہت آدمی زخمی ہو گئے، بعض مارے گئے، معلوم ہوا کہ بنو ہاشم کے اس ایک جوان سے نامردانِ کوفہ کی یہ جماعت نبرد آزما نہیں ہو سکتی۔ اب تجویز کی کہ کوئی چال چلنی چاہئے اور کسی ضرب سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ پر قابو پانے کی کوشش کی جائے، یہ سوچ کر امن و صلح کا اعلان کر دیا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارے آپ کے درمیان جنگ کی ضرورت نہیں ہے، نہ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے لڑنا چاہتے ہیں، مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کریں۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا خود قصد جنگ نہیں اور جس وقت میرے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا، اس وقت بھی میں نے جنگ نہیں کی اور میں یہی انتظار کرتا رہا کہ ابن زیاد گفتگو کر کے کوئی شکلِ مصالحت پیدا کرے تو خونریزی نہ ہو۔ (۱)

چنانچہ یہ لوگ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو مع ان کے دونوں صاحبزادوں کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے کر روانہ ہوئے، اس بدبخت نے پہلے ہی سے دروازے کے دونوں پہلوؤں میں اندر کی جانب تیغ زن چھپا کر کھڑے کر دیئے تھے اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ دروازہ میں داخل ہوں تو ایک دم دونوں طرف سے ان پر وار کیا جائے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو اس کی کیا خبر تھی اور آپ اس

---

[1] الکامل فی التاریخ، سنۃ ستین، خروج الحسین......الخ، دعوۃ اھل الکوفۃ الخ۔ قتل مسلم بن عقیل ج۳ ص۳۹۲ ملتقطا۔ البدایۃ والنھایۃ، سنۃ ستین من الھجرۃ النبوۃ قصۃ الحسین بن علی......الخ، ج۵ ص۶۶۰۔۶۶۲ ملتقطا

مکاری اور کیّادی سے کیا واقف تھے' آپ آیۂ کریمہ:

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (۱)

ترجمہ کنزالایمان: اے رب ہمارے! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر۔ (پ۹' الاعراف:۸۹)

الآیۃ پڑھتے ہوئے دروازہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہونا تھا کہ اشقیاء نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کیے اور ابن ہاشم کا مظلوم مسافر اعداءِ دین کی بے رحمی سے شہید ہوا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

دونوں صاحبزادے آپ کے ساتھ تھے' انہوں نے اس بے کسی کی حالت میں اپنے شفیق والد کا سر ان کے مبارک تن سے جدا ہوتے دیکھا' چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل غم سے پھٹ گئے اور اس صدمہ میں وہ بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا تھا اور ان کی سرمگیں آنکھوں سے خونی اشک جاری تھے لیکن اس معرکۂ یتیم میں کوئی ان نادانوں پر رحم کرنے والا نہ تھا' ستم گاروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغ ستم سے شہید کیا اور ہانی کو قتل کر کے سولی چڑھایا' ان تمام شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرائے گئے اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگ دلی اور مہمان کُشی کا عملی طور پر اعلان کیا ہے۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے' اسی روز مکہ مکرمہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

(آپ کے ہمراہ اس وقت سطورۂ ذیل حضرات تھے: تین فرزند حضرت امام علی اوسط جن کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' جو حضرت شہربانو یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کے بطن سے ہیں' ان کی عمر اس وقت

بائیس سال کی تھی اور وہ مریض تھے، حضرت امام کے دوسرے صاحبزادے علی اکبر رضی اللہ عنہ، جو یعلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کے باطن سے ہیں، جن کی عمر اٹھارہ سال کی تھی (یہ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے)، تیسرے شیرخوار جنہیں علی اصغر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جن کا نام عبداللہ اور جعفر بھی بتایا گیا ہے، اس نام میں اختلاف ہے، آپ کی والدہ قبیلہ بنی قضاعہ سے ہیں اور ایک صاحبزادی جن کا نام سکینہ رضی اللہ عنہا ہے اور جن کی نسبت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتی تھی اور اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی، کربلا میں ان کا نکاح ہونے کی جو روایت مشہور ہے وہ غلط ہے، اس کی کچھ اصل نہیں اور کچھ ایسے کم وضع لوگوں نے یہ روایت وضع کی ہے جنہیں اتنی بھی تمیز نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ اہل بیت رسالت کیلئے وہ وقت توجہ الی اللہ اور شوقِ شہادت اور اتمامِ حجت کا تھا، اس وقت شادی نکاح کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے، حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کی وفات بھی راہِ شام میں مشہور کی جاتی ہے، یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ واقعہ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوا، حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے ہیں، حضرت امام رضی اللہ عنہ کو اپنی ازواج میں سے سب سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کا بہت زیادہ احترام و اکرام فرماتے تھے، حضرت امام کا ایک شعر ہے:

لَعُمْرِیْ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا تَحُلُّ بِھَا سَکِیْنَۃُ وَالرُّبَابُ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کو حضرت سکینہ اور ان کی والدہ ماجدہ سے کس قدر محبت تھی، حضرت امام کی بڑی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا جو حضرت اُم اسحٰق بنت حضرت طلحہ کے بطن سے ہیں، اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنیٰ بن حضرت امام حسن ابن حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ طیبہ میں

رہیں، کربلا تشریف نہ لائیں، امام کے ازواج میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت شہر بانو اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار نوجوان حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عمر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم، حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے، حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پانچ فرزند حضرت عباس ابن علی، حضرت عثمان ابن علی، حضرت عبداللہ ابن علی، حضرت محمد ابن علی، حضرت جعفر ابن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، سب نے شہادت پائی، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ تو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی مع دو صاحبزادوں محمد و ابراہیم رضی اللہ عنہ کے شہید ہو چکے اور تین فرزند حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمٰن و حضرت جعفر برادران حضرت مسلم علیہم الرضوان امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کربلا حاضر ہو کر شہید ہوئے، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون رضی اللہ عنہما حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے، ان کے والد کا نام عبداللہ بن جعفر ہے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھانجے ہیں، ان کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت امام رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں، صاحبزادگان اہل بیت میں سے سترہ حضرات حضرت کے ہمراہ حاضر ہو کر رتبۂ شہادت کو پہنچے اور حضرت امام زین العابدین (بیمار) اور عمر بن حسن اور محمد بن عمر بن علی اور دوسرے صغیر السن صاحبزادے علیہم الرضوان قیدی بنائے گئے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت امام رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ اور شہر بانو حضرت امام رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا حضرت امام رضی اللہ عنہ کی دختر اور دوسری اہل بیت کی بیبیاں ہمراہ تھیں۔ رضوان اللہ عنہم اجمعین۔ ۱۲ منہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط آنے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں کی درخواست قبول فرمانے میں کوئی وجہ تامل و جائے عذر باقی نہیں رہتی تھی، ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضاوقدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے، شہادت کا وقت نزدیک آ چکا تھا، جذبہ شوقِ شہادت دل کو کھینچ رہا تھا، فداکاری جذبوں نے دل کو بیتاب کر دیا تھا، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے سفر عراق کا ارادہ فرمایا اور اسبابِ سفر درست ہونے لگا، نیاز مندان صادق العقیدت کو اطلاع ہوئی، اگرچہ ظاہر میں کوئی خوف صورت پیش نظر نہ تھی اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے خط سے کوفیوں کی عقیدت وارادت اور ہزارہا آدمیوں کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی اطلاع مل چکی، غدر اور جنگ کا بظاہر کوئی قرینہ نہ تھا لیکن صحابہ کے دل اس وقت حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سفر کو کسی طرح گوارا نہ کرتے تھے اور وہ حضرت امام رضی اللہ عنہ سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ اس سفر کو ملتوی فرمائیں، مگر حضرت امام رضی اللہ عنہ ان کی یہ استدعا قبول فرمانے سے مجبور تھے کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ کوفیوں کی اتنی بڑی جماعت کا اس قدر اصرار اور ایسی التجاؤں کے ساتھ عرضداشتیں پذیرا نہ فرمانا اہل بیت کے اخلاق کے شایاں نہیں، اس کے علاوہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے پہنچنے پر اہل کوفہ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونا اور امام بیعت کیلئے شوق سے ہاتھ پھیلا دینا اور ہزاروں کوفیوں کا داخلِ حلقہ غلامی ہو جانا اس پر بھی حضرت امام کا ان کی طرف سے اغماض فرمانا اور ان کی ایسی التجاؤں کو جو محض دینی پاسداری کیلئے ہیں ٹھکرا دینا اور اس مسلمان قوم کی دل شکنی کرنا حضرت امام رضی اللہ عنہ کو کسی طور پر گوارا نہ ہوا۔

اور پھر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ جیسے صفا کیش کی استدعا کو بے التفات کی نظر سے دیکھنا اور ان کی درخواستِ تشریف آوری کو رد فرما دینا بھی حضرت امام پر بہت

شاق تھا، یہ وجوہ تھے جنہوں نے امام رضی اللہ عنہ کو سفرِ عراق پر مجبور کیا اور آپ کو اپنے حجازی عقیدت مندوں سے معذرت کرنا پڑی۔

(البدایۃ والنھایۃ، سنۃ ستین من الھجرۃ النبویۃ صفۃ مخرج الحسین الی العراق، ج ۵ ص ۶۶۴۔۶۶۵)

حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوواقد لیثی اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ رضی اللہ عنہ کو روکنے میں بہت مصر تھے اور آخر تک وہ یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے تشریف نہ لے جائیں لیکن یہ کوششیں کارآمد نہ ہوئیں اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو اپنے اہل بیت موالی وخدام کل بیاسی (۸۲) نفوس کو ہمراہ لے کر راہِ عراق اختیار کی، مکہ مکرمہ سے اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے اور دنیا سے سفر کرنے والے بیت اللہ الحرام کا آخری طواف کر کے خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر روتے ہیں، ان کی گرم آہوں اور دل ہلا دینے والے نالوں کے مکہ مکرمہ کے باشندوں کو مغموم کر دیا، مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلہ کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آبدیدہ اور مغموم ہو رہا تھا مگر وہ جانبازوں کے امیرِ لشکر اور فداکاروں کے قافلہ سالار مردانہ ہمت کے ساتھ روانہ ہوئے، اثنائے راہ میں ذاتِ عرق کے مقام پر بشیر ابن غالب اسدی بعزمِ مکہ مکرمہ کوفہ سے آتے ملے، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے ان سے اہل عراق کا حال دریافت کیا، عرض کیا کہ ان کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ''یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ'' ترجمہ کنز الایمان: اللہ جو چاہے کرے۔

(ابراہیم ۱۴:۲۷)

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ ہے ایسی ہی گفتگو فرزدق شاعر ہوئی، بطن ذی الرمہ (نام مقام) سے روانہ ہونے کے بعد عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی، وہ

حضرت امام رضی اللہ عنہ کے بہت درپے ہوئے کہ آپ اس سفر کو ترک فرمائیں اور اس میں انہوں نے اندیشے ظاہر کیے، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۔(پ۱۰، التوبہ: ۵۱)

ترجمہ کنزالایمان: ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔

ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند عالم نے ہمارے لئے مقرر فرما دی ہے۔

(البدایۃ والنھایۃ، سنۃ ستین من الھجرۃ النبویۃ صفۃ مخرج الحسین الی العراق، ج۵ ص۶۶۸_۶۷۴، ملتقطاً وملخصاً)

راہ میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم کی شہادت کی خبر مل گئی، اس وقت آپ کی جماعت میں مختلف رائیں ہوئیں اور ایک مرتبہ آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا لیکن بہت گفتگوؤں کے بعد رائے یہی قرار پائی کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کیا جائے، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا یہاں تک کہ جب کوفہ دو منزل رہ گیا تب آپ کو حُر بن یزید ریاحی ملا، حُر کے ساتھ ابن زیاد کے ایک ہزار ہتھیار بند سوار تھے، حُر نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی جناب میں عرض کیا کہ اس کو ابن زیاد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے چلے، حُر نے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ مجبورانہ بادلِ ناخواستہ آیا ہے اور اس کو آپ کی خدمت میں جرأت بہت ناپسند و ناگوار ہے، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے حُر سے فرمایا کہ میں اس شہر میں خود بخود نہ آیا بلکہ مجھے بلانے کیلئے اہل کوفہ کے متواتر پیام گئے اور لگاتار تارنامے پہنچتے رہے، اے اہل کوفہ! اگر تم اپنے عہد و بیعت پر قائم ہو اور تمہیں اپنی زبانوں کا کچھ پاس ہو تو تمہارے شہر میں داخل ہوں ورنہ یہیں سے واپس چلا جاؤں، حُر نے قسم کھا کر کہا کہ ہم کو اس کا کچھ علم نہیں کہ آپ کے پاس التجا نامے اور قاصد بھیجے گئے اور میں نہ آپ کو چھوڑ

سکتا ہوں اور نہ واپس ہو سکتا ہوں' حُر کے دل میں خاندانِ نبوت اور اہل بیت کی عظمت ضرور تھی اور اس نے نمازوں میں حضرت امام رضی اللہ عنہ ہی کی اقتداء کی' لیکن وہ ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ اگر حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی مراعات کرے تو ابن زیاد پر یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کہ ہزار سوار ساتھ ہیں' ایسی صورت میں کسی بات کا چھپانا ممکن نہیں اور اگر ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذرا بھی فروگزاشت کی گئی ہے تو وہ نہایت سختی کے ساتھ پیش آئے گا' اس اندیشہ اور خیال سے حُر اپنی بات پر اَڑا رہا یہاں تک کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی راہ سے ہٹ کر کربلا میں نزول فرمانا پڑا۔

یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ تھی' آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں' حضرت امام کربلا سے واقف تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہل بیتِ رسالت کو راہِ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی۔

(البدایۃ والنہایۃ' سنۃ ستین من الھجرۃ النبویۃ صفۃ مخرج الحسین الی العراق' ج ۵ ص ۶۷۵۔۶۷۷ ملتقطاً۔ اکامل فی التاریخ' سنۃ احدی وستین ذکر مقتل الحسین' ج ۳ ص ۴۰۷۔۴۱۱)

آپ کو انہیں دنوں میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینہ مبارک پر دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا''۔ عجیب وقت ہے کہ سلطانِ دارین کے نورِ نظر کو صدہا تمناؤں سے مہمان بنا کر بلایا ہے عرضیوں اور درخواستوں کے طومار لگا دیئے ہیں' قاصدوں اور پیاموں کی روزمرہ ڈاک لگ گئی ہے اہل کوفہ راتوں کو اپنے مکانوں میں تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے' جماعتیں مدتوں تک صبح سے شام تک حجاز کی سڑک پر بیٹھ کر

امام کی آمد کا انتظار کیا کرتی ہیں اور شام کو بادلِ مغموم واپس جاتی ہیں، لیکن جب وہ کریم مہمان اپنے کرم سے ان کی زمین میں وُرُود فرماتا ہے تو ان ہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آتا ہے اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے نہ اپنے وطن ہی کو واپس تشریف لے جانے پر راضی ہوتا ہے یہاں تک کہ اس معزز مہمان کو مع اپنے اہل بیت کے کھلے میدان میں رختِ اقامت ڈالنا پڑتا ہے اور دشمنانِ حیا کو غیرت نہیں آتی کہ دنیا میں ایسے معزز مہمان کے ساتھ ایسی بے حمیتی کا سلوک کبھی نہ ہوا ہوگا جو کوفیوں نے حضرت امام کے ساتھ کیا، یہاں تو ان مسافرانِ بے وطن کا سامان بے ترتیب پڑا ہے اور اُدھر ہزار سوار کا مسلح لشکر مقابل خیمہ زن ہے، جو اپنے مہمانوں کو نیزوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں دکھا رہا ہے اور بجائے آدابِ میزبانی کے خونخواری پر تلا ہوا ہے، دریائے فرات کے کنارے قریب دونوں لشکر تھے اور دریائے فرات کا پانی دونوں لشکروں میں سے کسی کو سیراب نہ کر سکا امام کے لشکر کو تو اس کا ایک قطرہ پہنچنا ہی مشکل ہوگیا اور یزیدی لشکر جتنے آتے گئے ان سب کو اہل بیت رسالت کے بے گناہ خون کی پیاس بڑھتی گئی، آبِ فرات سے ان کی تشنگی میں کوئی فرق نہ آیا، ابھی اطمینان سے بیٹھنے اور تھکان دور کرنے کی صورت بھی نظر نہ آئی تھی کہ حضرت امام کی خدمت میں ابن زیاد کا ایک مکتوب پہنچا، جس میں اس نے حضرت امام سے یزید ناپاک کی بیعت طلب کی تھی، حضرت امام نے وہ خط پڑھ کر ڈال دیا اور قاصد سے کہا: میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔ ستم بے بلایا تو جاتا ہے خود بیعت ہونے کیلئے اور جب وہ کریم بادیہ پیمائی کی مشقتیں برداشت فرما کر تشریف لے آتے ہیں تو ان کو یزید جیسے عیب مجسم شخص کی بیعت پر مجبور کیا جاتا ہے جس کی بیعت کوئی بھی واقف حال دیندار آدمی گوارا نہیں کرسکتا، نہ وہ بیعت کسی طرح جائز تھی، امام کو ان بے حیاؤں کی اس جرأت پر حیرت تھی اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں ہے، اس سے ابن

زیاد کا طیش اور زیادہ ہو گیا اور اس نے مزید عساکر وافواج ترتیب دیئے اور ان لشکروں کا سپہ سالار عمر بن سعد کو بنایا جو اس زمانے میں ملک رے کا والی (گورنر) تھا، رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دارالسلطنت ہے اور اس کو طہران کہتے ہیں، ستم شعار محاربین سب کے سب حضرت امام کی عظمت وفضیلت کو خوب جانتے پہچانتے تھے اور آپ کی جلالت ومرتبت کا ہر دل معترف تھا، اس وجہ سے ابن سعد نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے مقاتلہ سے گریز کرنی چاہی اور پہلو تہی کی، وہ چاہتا تھا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے خون کے الزام سے وہ بچا رہے، مگر ابن زیاد نے اسے مجبور کیا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو رے کی حکومت سے دست بردار ہو، ورنہ امام سے مقابلہ کیا جائے، دنیوی حکومت کے لالچ نے اس کو اس جنگ پر آمادہ کر دیا جس کو اس وقت وہ ناگوار سمجھتا تھا اور جس کے تصور سے اس کا دل کانپتا تھا، آخر کار ابن سعد وہ تمام عساکر وافواج لے کر حضرت امام کے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا اور ابن زیادہ بدنہاد پیہم ومتواتر کمک پر کمک بھیجتا رہا یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو گئے اور اس نے اس جمعیت کے ساتھ کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔

(البدایۃ والنھایۃ، سنۃ احدی وستین، ج ۵ ص ۶۷۸۔۶۸۲ ملخصاً۔ الکامل فی التاریخ، سنۃ احدی وستین، ذکر مقتل الحسین، ج ۳ ص ۴۱۲۔۴۱۶ ملخصاً۔ المعجم البلدان، حرف الراء، باب الراء والباء وما یلیھما، ج ۲ ص ۴۵۹)

حیرت ناک بات ہے اور دنیا کی کسی جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ کل بیاسی تو آدمی ان میں بیبیاں بھی، بچے بھی، بیمار بھی، پھر وہ بھی با ارادۂ جنگ نہیں آئے تھے اور انتظارِ حرب کافی نہ رکھتے تھے، ان کیلئے بائیس ہزار کی جرار فوج بھیجی جائے، آخر وہ ان بیاسی نفوسِ مقدسہ کو اپنے خیال میں کیا سمجھتے تھے اور ان کی شجاعت وبسالت کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھے تھے کہ اس چھوٹی

سی جماعت کیلئے دوگنی چوگنی دس گنی تقریباً سوگنی تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا' بے اندازہ لشکر بھیج دیئے' فوجوں کے پہاڑ لگا دیئے' اس پر بھی دل خوف زدہ ہیں اور جنگ آزماؤں' دلاوروں کے حوصلے پست ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ شیرانِ حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے' مجبوراً یہ تدبیر کرنا پڑی کہ لشکر امام پر پانی بند کیا جائے' پیاس کی شدت اور گرمی کی حدت سے قویٰ مضمحل ہو جائیں' ضعف انتہا کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔

وہ ریگِ گرم اور وہ دھوپ اور پیاس کی شدت
کریں صبر و تحمل میرِ کوثر ایسے ہوتے ہیں

اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم پر پانی بند کرنے اور ان کے خونوں کے دریا بہانے کیلئے بے غیرتی سے سامنے آنے والوں میں زیادہ تعداد انہیں بے حیاؤں کی تھی جنہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کو صدہا درخواستیں بھیج کر بلایا تھا اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت امام کی بیعت کی تھی مگر آج دشمنانِ حمیت وغیرت کو نہ اپنے عہد و بیعت کا پاس تھا نہ اپنی دعوت و میزبانی کا لحاظ' فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندانِ رسالت پر بند کر دیا تھا' اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خورد سال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب' تشنہ ذہان تھے' نادان بچے ایک ایک قطرہ کیلئے تڑپ رہے تھے' نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں' بیماروں کیلئے دریا کا کنارہ بیابان بنا ہوا تھا' آلِ رسول کو لبِ آب پانی میسر نہ آتا تھا' سرِ چشمہ تیمّم سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں' اس طرح بے آب و دانہ تین دن گزر گئے' چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بیتاب و ناتواں ہو گئے' اس معرکۂ ظلم وستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور سرِ نیاز جھکا دیتا مگر فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عزم واستقلال

میں فرق نہ آیا، حق وصدات کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا اور طوفانِ بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش بھی نہ ہوئی، دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا، دس محرم تک یہی بحث رہی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کر لیں، اگر آپ یزید کی بیعت کرتے تو وہ تمام لشکر آپ کے جلو میں ہوتا، آپ کا کمال اکرام واحترام کیا جاتا، خزانوں کے منہ کھول دیئے جاتے اور دولتِ دنیا قدموں پر لٹا دی جاتی مگر جس کا دن جب دنیا سے خالی ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا راز جس پر منکشف ہو، وہ اس طلسم پر کب مفتوں ہوتا ہے، جس آنکھ نے حقیقی حس کے جلوے دیکھے ہوں وہ نمائش رنگ وروپ پر کیا نظر ڈالے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے راحتِ دنیا کے منہ پر ٹھوکر ماری اور راہِ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا اور باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے ناجائز بیعت کا خیال اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا اور مسلمانوں کی تباہی وبربادی گوارا نہ فرمائی، اپنا گھر لٹانا اور اپنا خون بہانا منظور کیا مگر اسلام کی عزت میں فرق آنا برداشت نہ ہو سکا۔

(البدایۃ والنھایۃ، سنۃ احدی وستین، ج۵ص ۶۲۸۔۶۸۲ ملخصاً۔ الکامل فی التاریخ، سنۃ احدی وستین، ذکر مقتل الحسین، ج۳ص ۴۱۲۔۴۱۶ ملخصاً)

دس محرم ۶۱ھ کے دل دوز واقعات

جب کسی طرح شکلِ مصالحت پیدا نہ ہوئی اور کسی شکل سے جفا شعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں لیکن تشنگانِ خونِ اہل بیعت کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی شکل خلاصی کی باقی نہیں ہمیں نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں، نہ واپس جانے دیتے ہیں، نہ ملک چھوڑنے پر ان کو تسلی ہوتی ہے، وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس

جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا، اس وقت حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا، خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی ہے جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے، خندق میں آگ جلادی گئی تاکہ اہل خیمہ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

دسویں محرم کا قیامت نما دن آیا، جمعہ کی صبح حضرت امام رضی اللہ عنہ نے تمام اپنے رفقاءِ اہل بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز باجماعت نہایت ذوق وشوق، خضوع وخشوع کے ساتھ ادا فرمائی، پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لئے، زبانوں کے قرأت وتسبیحات کے لطف اٹھائے، نماز سے فراغت کے بعد خیمہ میں تشریف لائے، دسویں محرم کا آفتاب قریبِ طلوع ہے، امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام رفقاء واہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں، ایک قطرۂ آب میسر نہیں آیا اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا، بھوک پیاس سے جس قدر ضعف وناتوانی کا غلبہ ہوجاتا ہے، اس کا وہی لوگ کچھ اندازہ کرسکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی بھی نوبت آئی ہو، پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں، انہوں نے نازپروردگانِ آغوشِ رسالت کو کیسا پژمردہ کردیا ہوگا، ان غریبانِ بے وطن پر جور وجفا کے پہاڑ توڑنے کیلئے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیر وتیغ وسناں سے مسلح صفیں باندھے موجود، جنگ کا نقارہ بجادیا گیا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے جگر بند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔ (۱)

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے عرصہ کارزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا

---

[1] البدایۃ والنہایۃ، سنۃ احدی وستین، ج۵ص۶۸۵، ملخصاً۔ الکامل فی التاریخ، سنۃ احدی وستین، ذکر مقتل الحسین، المصدکۃ، ج۳ص۴۱۷ ملخصاً۔

جس میں بیان فرمایا کہ ''خون ناحق حرام اور غضبِ الٰہی عزوجل کا موجب ہے' میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو' میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے' کسی کا گھر نہیں جلایا' کسی پر حملہ آور نہیں ہوا' اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو' تم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں' تمہارے درپے آزاد نہیں' تم کیوں میری جان کے درپے ہو اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بَری ہو سکتے ہو؟ روزِ محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا؟ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو' پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون اور بارگاہِ رسالت میں کس چشمِ کرم کا منظورِ نظر ہوں' میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لختِ جگر ہیں؟ میں انہیں بتولِ زہراء کا نورِ دیدہ ہوں' جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرض سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر! سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا پل صراط سے ستّر (۷۰) ہزار حوروں کو رکابِ سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں' میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی محبت فرمایا ہے' میرے فضائل تمہیں خوب معلوم' میرے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں' اس سے تم بے خبر نہیں ہو''۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیرِ بحث نہیں ہے' آپ جنگ کے لئے کسی کو میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمائیے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر سے میری طرف سے کوئی تدبیر رہ نہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو مجبوری و ناچاری مجھ کو تلوار اٹھانا ہی پڑے گی''۔[1]

---

[1] الکامل فی التاریخ' سنۃ احدی وستین' ذکر مقتل الحسین' المعرکۃ' ج ۳ ص ۴۱۸۔۴۱۹ ملتقطاً۔ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ' کتاب المناقب' باب مناقب اہل البیت' ج ۲ ص ۳۶۸۔ المستدرک للحاکم' کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم' باب ذکر شان الاذان' الحدیث: ۴۸۵۳۔ ج ۴ ص ۱۶۳

ہنوز گفتگو ہو رہی تھی کہ گروہِ اعداء میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑا کر سامنے آیا (جس کا نام مالک بن عروہ تھا)، جب اس نے دیکھا کہ لشکرِ امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہلِ خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بد باطن نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے حسین! رضی اللہ عنہ تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگالی۔ حضرت امام عالی مقام علی جد وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”کذبت یا عدو اللہ“ اے دشمنِ خدا! تو کاذب ہے، تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔ مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا اور انہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی، صبر و تحمل اور تقویٰ اور راست بازی اور عدالت و انصاف ایک عدیم المثال منظر ہے کہ ایسی حالت میں جب کہ جنگ کیلئے مجبور کئے گئے تھے، خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے، بے باکوں نے کمال بے ادبی و گستاخی سے ایسا کلمہ کہا اور ایک جاں نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے تو اس وقت اپنے جذبات قبضہ میں ہیں، طیش نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ خبردار! میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتداء نہ کرے تا کہ اس خونریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیرے جراحتِ قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے اور تیرے سوزِ جگر کی تشنگی کی بھی تدبیر کرتا ہوں، اب تو دیکھ! یہ فرما کر دستِ دعا فراز فرمائے اور بارگاہِ الٰہی عزوجل میں عرض کیا کہ یارب عزوجل! عذابِ نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتشِ عذاب میں مبتلا کر! امام رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے سجدۂ شکر کیا اور اپنے پروردگار عزوجل کی حمد و ثناء کی

اور فرمایا: اے پروردگار عزوجل! تیرا شکر ہے کہ تو نے اہل بیتِ رسالت کے بدخواہ کو سزا دی' حضرت امام رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صفِ اعداء میں سے ایک اور بے باک نے کہا کہ آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ تو امام رضی اللہ عنہ کیلئے بہت تکلیف دِہ تھا' آپ نے اس کیلئے بددعا فرمائی اور عرض کیا: یا رب عزوجل! اس بدزبان کو فوری عذاب میں گرفتار کر! امام رضی اللہ عنہ نے یہ دعا فرمائی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی' گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کیلئے برہنہ ہو کر بیٹھا' ایک سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا' اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی' مگر سخت دلانِ بے حمیت کو غیرت نہ ہوئی۔

(روضۃ الشہداء (مترجم) باب نہم' ج ۲ ص ۱۸۶۔۱۸۸)

ایک شخص مزنی نے امام رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کہا کہ اے امام رضی اللہ عنہ! دیکھو تو دریائے فرات کیسے موجیں مار رہا ہے' خدا عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے' حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں فرمایا: ''اَللّٰھُمَّ اَمِتْهُ عَطْشَانًا'' یا ربِ عزوجل! اس کو پیاسا مار! امام رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کے پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب ہوئی' اس شدت کی غالب ہوئی کہ وہ ''اَلْعَطَشْ اَلْعَطَشْ'' پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ پی نہ سکتا تھا یہاں کہ اس شدتِ پیاس میں مر گیا۔

(روضۃ الشہداء (مترجم)' باب نہم' ج ۲ ص ۱۸۸)

فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بھی دکھا دینا تھا کہ ان کی مقبولیت بارگاہِ حق پر اور ان کے قرب ومنزلت پر جیسی کہ نصوصِ کثیرہ واحادیثِ شہیرہ شاہد ہیں'

ایسے ہی ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں، اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمامِ حجت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے، اس کے مقابلہ میں آنا خدا عزوجل سے جنگ کرنا ہے، اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو، مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جو ان کے سروں پر سوار تھا، اس نے انہیں اندھا بنا دیا اور نیزے باز لشکر اعداء سے نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آ کودے اور تکبر و تبختر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام رضی اللہ عنہ سے مبارز کے طالب ہوئے، حضرت امام رضی اللہ عنہ اور امام کے خاندان کے نونہال شوقِ جانبازی میں سرشار تھے، انہوں میں میدان میں جانا چاہا لیکن قریب کے گاؤں والے جہاں اس ہنگامے کی خبر پہنچی تھی وہاں کے مسلمان بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہو گئے تھے، انہوں نے اصرار کئے، حضرت کے درپے ہو گئے اور کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندانِ اہل بیت کا کوئی بچہ بھی میدان میں جائے، حضرت امام رضی اللہ عنہ ان اخلاص کیشوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانا پڑیں اور انہوں نے میدان میں پہنچ کر دشمنانِ اہل بیت سے شجاعت سے بسالت کے ساتھ مقابلے کئے اور اپنی بہادری کے سکے جما دیئے اور ایک ایک نے اعداء کی کثیر تعداد کو ہلاک کر کے راہِ جنت اختیار کرنا شروع کی، اس طرح بہت سے جانباز فرزندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کر گئے، ان صاحبوں کے اسماء اور ان کی جانبازیوں کے تفصیلی تذکرے سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں، یہاں اختصاراً اس تفصیل کو چھوڑا گیا ہے، وہب ابن عبداللہ کلبی کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے:

یہ قبیلہ بنی کلب کے زیبا و نیک خو، گلرخ حسین جوان تھے، اٹھتی جوانی اور عنفوانِ شباب، امنگوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے، صرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور

ابھی بساطِ عشرت ونشاط گرم ہی تھا کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہنچیں جو ایک بیوہ عورت تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان بیٹا تھا' اس مُشفق ماں نے پیارے بیٹے کے گلے میں بانہیں ڈال کر رونا شروع کردیا' بیٹا حیرت میں آ کر ماں سے دریافت کرتا ہے کہ ماں! رنج وملال کا سبب کیا ہے؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی آپ کی نافرمانی نہ کی' نہ آئندہ کرسکتا ہوں آپ کی اطاعت وفرمانبرداری فرض ہے اور میں تازندگی مطیع وفرمانبردار ہوں' آپ کے دل کو کیا صدمہ پہنچا اور آپ کو کس غم نے رُلایا؟ میری پیاری ماں! میں آپ کے حکم پر جان فدا کرنے کو تیار ہوں' آپ غمگین نہ ہوں' اکلوتے سعادت مند بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگو سن کر ماں چیخ مار کر رونے لگی اور کہنے لگی: اے فرزندِ دلبند! میری آنکھوں کا نور' دل کا سرور تو ہی ہے اور اے میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول! میں نے اپنی جان گُھلا گُھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے تو ہی میرے دل کا قرار ہے' تو ہی میری جان کا چین ہے' ایک دم تیری جدائی اور ایک لحہ تیرا فراق مجھے برداشت نہیں ہوسکتا۔

چوں در خطرب باشم توئی در ضیالم
چوں بیدار گردم توئی در ضمیرم

اے جانِ مادر! میں نے تجھے اپنا خونِ جگر پلایا ہے' آج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جگر گوشہ' خاتونِ جنت کا نونہال دشتِ کربلا میں مبتلائے مصیبت و جفا ہے' پیارے بیٹے! کیا تجھ سے ہوسکتا ہے کہ تو اپنا خون اس پر نثار کرے اور اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کرڈالے' اس بے غیرت زندگی پر ہزار تُف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لاڈلا ظلم وجفا کے ساتھ شہید کیا جائے' اگر تجھے میری محبتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو محنتیں میں نے اُٹھائی ہیں ان کو تو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے پھول! تو حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر صدقہ ہوجا! وہب نے

کہا: اے مادرِ مہربان! خوبی نصیب یہ جان شہزادہ کونین پر فدا ہو جائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ آقا قبول کر لیں، میں دل و جان سے آمادہ ہوں، ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ اس بی بی سے دو باتیں کر لوں جس نے اپنی زندگی کے عیش و راحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے، وہ اگر صبر نہ کر سکی تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے، ماں نے کہا: بیٹا! عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں، مبادا تو اس کی باتوں میں آ جائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے، وہب نے کہا: پیاری ماں! امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جاں نثاری کا نقش دل پر اس طرح جاگزیں ہوا ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی سے دھویا نہیں جا سکتا ہے، یہ کہہ کر بی بی کی طرف آیا اور اسے خبر دی کہ فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میدانِ کربلا میں بے یار و مددگار ہیں اور غداروں نے ان پر نرغہ کیا ہے، میری تمنا ہے کہ ان پر جان نثار کروں، یہ سن کر نئی دلہن نے امید بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگے: اے میرے آرامِ جاں! افسوس یہ ہے کہ اس جنگ میں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتی، شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو حرب کیلئے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے، افسوس! اس سعادت میں میرا حصہ نہیں کہ تیرے ساتھ میں بھی اس جانِ جہاں پر قربان ہو جاؤں، ابھی میں نے دل بھر کے تیرے چہرے کو بھی نہیں دیکھا اور تو نے جنتی چمنستان کا ارادہ کر دیا، وہاں حوریں تیری خدمت کی آرزو مند ہوں گی، مجھ سے عہد کر کہ جب سردارانِ اہل بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لئے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور بہشتی حوریں تیری خدمت کیلئے حاضر ہوں اس وقت تو مجھے نہ بھول جائے، یہ نوجوان اپنی اس نیک بی بی اور برگزیدہ ماں کو لے کر فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، دلہن

نے عرض کیا: یا ابن رسول! شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی حوروں کی گود میں پہنچتے ہیں اور بہشتی حسین کمالِ اطاعت شعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں، میرا یہ نوجوان شوہر حضور پر جاں نثاری کی تمنا رکھتا ہے اور میں نہایت بے کس ہوں، نہ میری ماں ہے نہ باپ نہ کوئی بھائی ہے نہ ایسے قرابتی رشتہ دار ہیں جو میری خبر گیری کر سکیں، التجا یہ ہے کہ عرصہ گاہِ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو اور دنیا میں مجھ غریب کو آپ اہل بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے، حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تمام عہد ہو گئے اور وہب نے عرض کیا کہ اے امام رضی اللہ عنہ! اگر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے مجھے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ بی بی میرے ساتھ رہے اور میں نے اس سے عہد کیا ہے، وہب اجازت چاہ کر میدان میں چل دیا، لشکر اعداء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہر سوار ہے اور اجل ناگہانی کی طرح دشمن پر تافت لاتا ہے، ہاتھ میں نیزہ ہے دوش پر سپَر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا آرہا ہے:

اَمِیْرٌ حُسَیْنٌ وَنِعْمَ الْاَمِیْرُ لَهُ لَمْعَةٌ كَالسِّرَاجِ الْمُنِیْرِ
ایں چہ زوقست کرجاں می بازو وہب کلبی سگِ کوئے حسین
دست او تیغ زند تا کہ کند روے اشرار چو گیسوئے حسین

برقِ خاطف کی طرح میدان میں پہنچا، کوہ پیکر گھوڑے پر سپہ گری کے فنون دکھائے، صفِ اعداء سے مبارز طلب کیا، جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اُڑایا، گردو پیش خودسروں کے سروں کا انبار لگا دیا اور ناکسوں کے تن خون وخاک میں تڑپتے نظر آنے لگے، یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑی اور ماں کے پاس آکر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ! تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو

بیقرار رو رہی تھی اور اس کو صبر دلایا، اس کی زبانِ حال کہتی تھی:

جان زغم فرسودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ
دل بدرد آلودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

اتنے میں اعداء کی طرف سے آواز آئی کہ کیا کوئی مبارز ہے، وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا، نئی دلہن ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو کے دریا بہا رہی ہے۔

از پیش من آں یار چو تجیل کناں رخت
دل نعرہ بر آورد کہ جاں رخت رواں رخت

وہب شیر زیاں کی طرح تیغ آبدار و نیزہ جاں شکار لے کر معرکۂ کارزار میں صاعقہ وار آ پہنچا، اس وقت میدان میں اعداء کی طرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرورِ نبرد آزمائی میں سرشار تھا، وہب نے ایک ہی حملہ میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا اور مبارزوں میں ہمتِ مقابلہ نہ رہی، وہب گھوڑا دوڑاتا قلب دشمن پر پہنچا، جو مبارز سامنے آتا، اس کو نیزہ کی نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹخ دیتا، یہاں تک کہ نیزہ پارہ پارہ ہو گیا، تلوار میان سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اُڑا کر خاک میں ملا دیں، جب اعداء اس جنگ سے تنگ آ گئے تو عمر بن سعد نے حکم دیا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے حملہ کر دیں اور ہر طرف سے یکبارگی ہاتھ چھوڑیں، ایسا ہی کیا اور جب وہ نوجوان زخموں سے چور ہو کر زمین پر آیا تو سیاہ دلانِ باطن نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام حسین رضی اللہ عنہ میں ڈال دیا، اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی: اے بیٹا! بہادر بیٹا! اب تیری ماں تجھ سے راضی ہوئی، پھر وہ سر اس دلہن کی گود میں لا کر رکھ دیا، دلہن نے اپنے پیارے شوہر کے سر کو بوسہ دیا، اسی وقت پروانہ کی طرح اس شمع

جمال پر قربان ہوگئی اور اس کا طائرِ روح اپنے نوشاہ کے ساتھ ہم آغوش ہوگیا۔ (روضۃ الشہداء (مترجم) باب نہم، ج ۲ ص ۲۳۱_۲۳۹)

سرفروئی اسے کہتے ہیں کہ راہِ حق میں
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اَسۡکَنَکُمَا اللّٰہُ فَرَادِیۡسَ الۡجِنَانِ وَاَغۡرَقَکُمَا فِیۡ بِحَارِ الرَّحۡمَۃِ وَالرِّضۡوَانِ۔ (روضۃ الاحباب)

ان کے بعد اور سعادت مند جاں نثار دادِ جان نثاری دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا انہوں نے خاندانِ اہل بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی، اس زمرہ میں حُر بن یزید ریاحی قابل ذکر ہے، جنگ نہ ٹھہرنے دیتی تھی کبھی وہ عمر بن سعد سے جا کر کہتے تھے کہ تم امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دو گے؟ عمر بن سعد کو اس کا جواب نہ بن آتا تھا، وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتے ہیں، بدن کانپ رہا ہے، چہرہ زرد ہے، پریشانی کے آثار نمایاں ہیں، دل دھڑک رہا ہے، ان کے بھائی مصعب بن یزید نے ان کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر! آپ مشہور جنگ آزما اور دل آوردہ شجاع ہیں، آپ کیلئے یہ پہلا ہی معرکہ نہیں بارہا جنگ کے خونیں مناظر آپ کی نظر کے سامنے گزرے ہیں اور بہت سے دیوپیکر آپ کی خون آشام تلوار سے پیوند خاک ہوئے ہیں، آپ کا یہ کیا حال ہے اور آپ پر اس قدر خوف وہراس کیوں غالب ہے؟ حُر نے کہا کہ اے بردار! یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند سے جنگ ہے، اپنی عاقبت سے لڑائی ہے، میں بہشت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں، دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے، اس اثناء میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کی آواز آئی، فرماتے ہیں: کوئی ہے جو آلِ رسول

پر جان نثار کرے! اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں سرخروئی پائے، یہ صدا تھی جس نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں، دل بے تاب کو قرار بخشا اور اطمینان ہوا کہ شاہزادہ کونین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میری پہلی جرأت سے چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں، کریم نے کرم سے بشارت دی ہے، جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑے، گھوڑا دوڑایا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے سے اتر کر نیازمندوں کے طریقہ پر رکاب تھامی اور عرض کیا کہ اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! فرزندِ بتول! میں وہی حُر ہوں جو پہلے آپ کے مقابل ہوا اور جس نے آپ کو میدانِ بیابان میں روکا، اپنی اس جسارت ومبادرت پر نادم ہوں، شرمندگی اور خجالت نظر نہیں اٹھانے دیتی، آپ کی کریمانہ صدا سن کر اُمیدوں نے ہمت بندھائی تو حاضر خدمت ہوا ہوں، آپ رضی اللہ عنہ کے کرم سے کیا بعید کہ عفوِ جرم فرمائیں اور غلامانِ با اخلاص میں شامل کریں اور اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہم پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے حر کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا: اے حُر! بارگاہِ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول ہیں اور توبہ مستجاب، عذر خواہ محروم نہیں جاتے: ''وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ'' ترجمہ کنزالایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(پ۲۵، الشوریٰ: ۲۵)

شاد باش کہ میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی، حُر اجازت پا کر میدان کی طرف روانہ ہوا، گھوڑا چمکا کر صفِ اعداء پر پہنچا، حُر کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حُر نے دولتِ سعادت پائی اور نعمتِ آخرت سے بہرہ مند ہوا اور حرصِ دنیا کے غبار سے اس کا دامن پاک ہوا، اس کے دل میں بھی ولولہ

اٹھا اور باگ اُٹھا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا، عمر بن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلے کیلئے جاتا ہے، جب میدان پہنچا تو بھائی سے کہنے لگا: بھائی! تو میرے لیے خضرِ راہ ہو گیا اور مجھے تو نے سخت ترین مہلکہ سے نجات دلائی، میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور رفاقت حضرت امام رضی اللہ عنہ کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں، اعدائے بدکش کو اس واقعہ سے نہایت حیرانی ہوئی، یہ واقعہ دیکھ کر عمر بن سعد کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ گھبرا اُٹھا اور اس نے ایک شخص کو منتخب کر کے اس کیلئے بھیجا اور کہا کہ رفق و مدارات کے ساتھ سمجھا بجھا کر حُر کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرے اور اپنی چالبازی اور فریب کاری انتہا کو پہنچا دے، پھر بھی ناکامی ہو تو اس کا سر کاٹ کر لے آئے، وہ شخص چلا اور حُر سے کہنے لگا: اے حر! تیری عقل و دانائی پر ہم فخر کرتے تھے مگر آج تو نے کمال نادانی کی کہ اس لشکرِ جرار سے نکل کر یزید کے انعام و اکرام پر ٹھوکر مار کر چند بیکس مسافروں کا ساتھ دیا جن کے ساتھ نانِ خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک بھی قطرہ نہیں ہے، تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے، حُر نے کہا: ''اے بے عقل ناصح! تجھے اپنی نادانی پر رنج کرنا چاہیے کہ تو نے طاہر کو چھوڑ کر نجس کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلے میں دنیائے فانی کے موہوم آرام کو ترجیح دی، حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی فرمایا ہے، میں اس گلستانِ رسالت پر جان قربان کرنے کی تمنا رکھتا ہوں، رضائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر کونین میں کون سی دولت ہے، کہنے لگا: اے حر! یہ تو میں بھی خوب جانتا ہوں لیکن ہم الگ سپاہی ہیں اور آن دولت و مال یزید کے پاس ہے، حُر نے کہا: اے کم بخت! اس حوصلہ پر لعنت''۔

اب تو ناصح بد باطن کو یقین ہو گیا کہ اس کی چرب زبانی حُر پر اثر نہیں کر سکتی، اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت اس کے قلب میں اتر گئی ہے اور اس کا سینہ آلِ رسول علیہ السلام کی وِلا سے مملو ہے، کوئی مکر و فریب اس پر نہ چلے گا، باتیں کرتے کرتے ایک تیر

حُر کے سینہ پر کھینچ مارا‘ حُر نے زخم کھا کر ایک نیزہ کا وار کیا جو سینہ سے پار ہو گیا اور زین سے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا‘ اس شخص کے تین بھائی تھے‘ یکبارگی حُر پر دوڑ پڑے‘ حُر نے آگے بڑھ کر ایک کا سر تلوار سے اڑا دیا‘ دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین سے اٹھا کر اس طرح پھینکا کہ گردن ٹوٹ گئی‘ تیسرا بھاگ نکلا اور حُر نے اس کا تعاقب کیا‘ قریب پہنچ کر اس کی پشت پر نیزہ مارا اور وہ سینہ سے نکل گیا‘ اب حُر نے لشکر ابن سعد کے میمنہ پر حملہ کیا اور خوب زور کی جنگ ہوئی‘ لشکر ابن سعد کو حُر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ جانباز صادق دادِ شجاعت دے کر فرزندِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جان فدا کر گیا۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ حُر کو اٹھا کر لائے اور اس کے سر کو زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے پاک دامن سے اُن کے چہرے کا غبار دور فرمانے لگے‘ ابھی رمقِ جان باقی تھی‘ ابن زہراء کے پھول سے مہکتے دامن کی خوشبو حُر کے دماغ میں پہنچی‘ مشامِ جاں معطر ہو گیا‘ آنکھیں کھول دیں‘ دیکھا کہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود میں ہے‘ اپنے بخت و مقدر پر ناز کرتا ہوا فردوسِ بریں کو روانہ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

حر کے ساتھ اُس کے بھائی اور غلام نے بھی نوبت بہ نوبت دادِ شجاعت دے کر اپنی جانیں اہل بیت رضی اللہ عنہم پر قربان کیں‘ پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے‘ اب صرف خاندانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم باقی ہیں اور دشمنانِ بد باطن کی انہیں پر نظر ہے‘ یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام رضی اللہ عنہ پر نثار ہیں‘ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اس چھوٹے سے لشکر میں سے اس مصیبت کے وقت میں کسی نے بھی ہمت نہ ہاری‘ رفقاء اور موالی میں سے کسی کو بھی تو اپنی جان پیاری نہ معلوم ہوئی‘ ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا یا

دشمنوں کی پناہ چاہتا، جان نثارانِ امام نے اپنے صدق و جانبازی میں پروانہ و بلبل کے افسانے ہیچ کر دیئے، ہر ایک کی تمنا تھی اور ہر ایک کا اصرار تھا کہ پہلے جان نثاری کو ان کو موقع دیا جائے، عشق و محبت کے متوالے شوقِ شہادت میں مست تھے، تنوں کا سر سے جدا ہونا اور راہِ خدا عزوجل میں شہادت پانا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا، ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسرے کے دلوں میں شہادتوں کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔

(روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج ۲ ص ۲۰۵۔۲۱۶ ملخصاً و ملتقطاً)

اہل بیت رضی اللہ عنہم کے نوجوانوں نے خاکِ کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت و جوانمردی کے وہ بے مثال نقوش ثبت فرمائے جن کو تبدلِ ازمنہ کے ہاتھ محو کرنے سے قاصر ہیں، اب تک نیازمندوں اور عقیدت کشوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنہوں نے علمِ بردارانِ شجاعت کو خاک و خون میں لٹا کر اپنی بہادری کے غلغلے دکھائے تھے، اب اسد اللہ کے شیرانِ حق کا موقع آیا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدانِ کربلا کو جولانگاہ بنایا، ان حضرت کا میدان میں آنا تھا کہ بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اُٹھے، اسد اللّٰہی تلواریں تھیں یا شہاب ثاقب کی آتش بازی، بنی ہاشم کی نبرد آزمائی اور جاں شکار حملوں نے کربلائی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کر دیا اور خشک ریگستان سرخ نظر آنے لگے، نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا، ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا، ان کی تیغ بے نیاز اجل کا پیام تھی اور نوکِ سنان قضا کا فرمان، تلواروں کی چمک نے نگاہیں خیرہ کر دیں اور حرب و ضرب کے جوہر دیکھ کر کوہِ پیکر ترساں و ہراساں ہو گئے، کبھی میمنہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں، معلوم ہوتا تھا کہ سوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے، کبھی میسرہ کی طرف

رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مردوں کی جماعت کھڑی تھی، جو اشارہ کرتے ہوئے لوٹ گئی، صاعقہ کی طرح چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب کر نکلتی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے رہتے تھے، اس طرح خاندانِ امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھا دکھا کر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر جان قربان کرتے چلے جا رہے تھے، خیمہ سے چلتے تو "بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ" ترجمہ کنزالایمان: بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

(پ۴، آل عمران: ۱۶۹)

کے چمنستان کی دلکش فضاء ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی، میدانِ کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزندانِ امام حسن رضی اللہ عنہ کے محاربہ نے دشمن کے ہوش اُڑا دیئے، ابن سعد نے اعتراف کیا کہ اگر فریب کاریوں سے کام نہ لیا جاتا یا ان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت رضی اللہ عنہم کا ایک ایک نوجوان تمام لشکر کو برباد کر ڈالتا، جب وہ مقابلہ کیلئے اٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ قہر الٰہی عزوجل آ رہا ہے، ان کا ایک ایک ہنرو رصف شکنی و ممارزفگنی میں فرد تھا، الحاصل اہل بیت رضی اللہ عنہم کے نونہالوں اور ناز کے پالو نے میدانِ کربلا میں حضرت امام رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر و سناں کی بارش میں حمایتِ حق سے منہ نہ موڑا، گردنیں کٹوائیں، خون بہائے، جانیں دیں مگر ناحق زبان پر نہ آنے دیا، نوبت بہ نوبت تمام شہزادے شہید ہوتے چلے گئے، اب حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے نورِ نظر حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہیں، میدان کی اجازت چاہتے ہیں، منت و سماجت ہو رہی ہے، عجیب وقت ہے چہیتا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے جس کی کوئی ہٹ، کوئی ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی جاتی، جس نازنین کو کبھی پدرِ مہربان نے انکاری جواب نہ دیا تھا آج اس کی یہ تمنا یہ التجا دل و جگر پر کیا اثر کرتی ہوگی، اجازت دی

تو کس بات کی گردن کٹانے اور خون بہانے کی! نہ دیں تو چمنستانِ رسالت کا وہ گلِ شداب کملایا جاتا ہے، مگر اس آرزومندِ شہادت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوقِ شہادت نے ایسا وارفتہ بنا دیا تھا کہ چار و ناچار حضرت امام رضی اللہ عنہ کو اجازت دینا ہی پڑی، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس نوجوانِ جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کیا، اسلحہ اپنے دست مبارک سے لگائے، فولادی ؟؟ سر پر رکھا، کمر پر پٹکا باندھا، تلوار حمائل کی، نیزہ اس ناز پروردہ سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا، اس وقت اہل بیت رضی اللہ عنہم کی بیبیوں بچوں پر کیا گزر رہی تھی، جن کا تمام کنبہ وقبیلہ برادر و فرزند سب شہید ہو چکے تھے اور ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا۔

ان تمام مصائب کو اہل بیت رضی اللہ عنہم نے رضائے حق کیلئے بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انہیں کا حوصلہ تھا، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ خیمہ سے رخصت ہو کر میدانِ کارزار کی طرف تشریف فرما ہوئے، جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا، مشکیں کاملِ کی خوشبو سے میدان مہک گیا، چہرہ کی تجلی نے معرکۂ کارزار کا عالمِ انوار بنا دیا۔

(روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج ۲ ص ۲۱۶ـ۳۳۴ ملخصاً وملتقطاً)

نور نگاہ فاطمہ آسماں جناب
جبر دلِ خدیجہ پاک ارم قباب
لختِ دل امام حسین ابنِ ابو تراب
شیر خدا کا شیرہ وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لا جواب
گیسوئے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب
چہرہ سے شہزادہ کا اٹھا جبھی نقاب

ہر سپر ہو گیا خجلت سے آب آب
کاکل کی شام رخ کی سحر موسمِ شباب
سنبل نثار شام خدا سے سحر گلاب
شہزادہ جلیل علی اکبرِ جمیل
بستان حسن میں گل خوش منظر شباب
پالا تھا اہل بیت نے آغوشِ نار میں
شرمندہ اس کی ناز کی شیشۂ میاب
صحرائے کوفہ عالمِ انوار بن گیا
چمکا جو ان میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب
خورشید جلوہ گر ہوا پشتِ سمندر پر
یا ہاشمی جوان کے رُخ سے اٹھا نقاب
مولت نے مرحبا کیا شوکت تھی رجز خواں
جرأت نے باگ تھامی شجارت نے کی رکاب
چہرہ کو اس کے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں
دل کانپ اٹھے ہو گیا اعداء کو اضطراب
سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے
غیظ و غضب کے شعلوں سے دل ہو گئے کباب
نیزہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں
یا اژدھا تھا موت کا یا اسوء القصاب
چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کر دیا
اس سے نظر ملانا یہ تھی کس کے دل میں تاب

کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں
ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
میدان کار لرزہ بر اندام ہو گئے
شیر افگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب
کینہ پیکروں کو تیغ سے دو پارہ کر دیا
کی ضربِ خَود پر تو اُڑا ڈالا تا رکاب
تلوار تھی کہ صاعقہ برق یار تھا
یا از برائے رجمِ شیاطین تھا شہاب
چہرہ میں آفتابِ نبوت کا نور تھا
آنکھوں میں شانِ صولت رکارِ بو تراب
پیاسا تھاک جنہوں نے انہیں سیر کر دیا
اس جود پر ہے آج تری تیغ زہر آب
میداں میں اس کے حسنِ عمل دیکھ کر نعیم
حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ و شاب

میدانِ کربلا میں فاطمی نوجوان پشتِ سمندر پر جلوہ آراء تھا، چہرہ کی تابش ماہِ تاباں کو شرما رہی تھی، سرو قامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستانِ حسن بنا دیا، جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہو رہی تھیں، سنبل کاکل سے خجل برگِ گل اس کی نزاکت سے منفعلِ حس کی تصویر مصطفیٰ کی تنویر حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے جمالِ اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی، یہ چہرۂ تاباں اس روئے درخشاں کی یاد دلا رہا تھا، ان سنگدلوں پر حیرت جو اس گلِ شاداب کے مقابلہ کا ارادہ رکھتے تھے، ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو حبیبِ خدا عزوجل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نونہال کو گزند پہنچانا

چاہتے تھے، یہ اسد اللّٰہی شیر میدان میں آیا، صفِ اعداء کی طرف نظر کی، ذوالفقارِ حیدری کو چمکایا اور اپنی مبارک زبان سے رَجز شروع کی:

اَنَا عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنُ ابْنِ عَلِیٍّ نَحْنُ اَهْلُ الْبَیْتِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ ۔

جس وقت شاہزادۂ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ رجز پڑھی ہو گی کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستانِ کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہو گا، ان مدعیانِ ایمان کے دل پتھر سے بدرجہا بدتر تھے جنہوں نے اس نوبادہ چمنستانِ رسالت کی زبانِ شیریں سے یہ کلمے سنے، پھر بھی ان کی آتشِ عناد سرد نہ ہوئی اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا، لشکریوں نے عمر بن سعد سے پوچھا: یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے اور جس کی ہیبت و صولت سے بہادروں کے دل ہراساں ہیں، شانِ شجاعت اس کی ایک ایک ادا سے ظاہر؟ کہنے لگے: یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں، صورت و سیرت میں اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بہت مناسب رکھتے ہیں، یہ سن کر لشکریوں کو کچھ پریشانی ہوئی اور ان کے دلوں نے ان پر ملامت کی کہ اس آقازادے رضی اللہ عنہ کے مقابل آنا اور ایسے جلیل القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک، بے مروتی کرنا نہایت سفلہ پن اور بدباطنی ہے لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید کے انعام و اکرام و طمعِ دولت و مال کی حرص نے اس طرح گرفتار کیا تھا کہ وہ اہلِ بیتِ اطہار کی قدر و شان اور اپنے افعال و کردار کی شامت و نحوست جاننے کے باوجود اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغی بنے اور آلِ رسول کے خون سے کنارہ کرنے اور اپنے دارین کی روسیاہی سے بچنے کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ شاہزادۂ عالی وقار رضی اللہ عنہ نے مبارز طلب فرمایا، صف اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا، معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود

اور ساکت ہے، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا کہ اے ظالمانِ جفاکش! اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو، زورِ بازوئے علی رضی اللہ عنہ دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ، مگر کس کو ہمت تھی کہ آگے بڑھتا، کس کے دل میں تاب وتواں تھی کہ شیر ژیاں کے سامنے آیا، جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دشمنانِ خونخوار میں کوئی ایک آگے نہیں بڑھتا اور ان کو برابر کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے سمند بادپا کی باگ اٹھائی اور توسنِ صبار فتار کے مہمیز لگائی اور صاعقہ دار دشمن کے لشکر پر حملہ کیا، جس طرف زد کی، پرّے کے پرّے ہٹا دیئے، ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دیئے، ابھی میمنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کیا، ابھی میسرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں، کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر موسم خزاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو کر گرنے لگے، ہر طرف شور برپا ہو گیا، دلاوروں کے دل چھوٹ گئے، بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، کبھی نیزے کی ضرب تھی، کبھی تلوار کا وار تھا، شہزادہ اہلِ بیت کا حملہ نہ تھا عذابِ الٰہی کی بلائے عظیم تھی، دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستانِ اہل بیت کے گلِ شاداب کو تشنگی کی غلبہ ہوا، باگ دوڑ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: ''یَا اَبَتَاہُ! اَلْعَطَشْ '' اے پدرِ بزرگوار! پیاس کا بہت غلبہ ہے، غلبہ کی کیا انتہا تین دن سے پانی بند ہے، تیز دھوپ اور اس میں جانبازانہ دوڑ دھوپ، گرم ریگستان، لوہے کے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں وہ تمازتِ آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں، اگر اس وقت حلق تر کرنے کیلئے چند قطرے مل جائیں تو فاطمی شیر گربہ خصلتوں کو پیوندِ خاک کر ڈالے، شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنہ شہادت کو دیا جاتا، دستِ شفقت سے چہرہ گلگوں کا گردوغبار صاف کیا اور اپنی انگشتری فرزندِ ارجمند کے دہان مبارک پر رکھ دی، پدرِ مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین

ہوئی پھر شہزادہ نے میدان کی طرف کیا' پھر صدا دی: ''ھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ'' کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے' عمر بن سعد نے طارق سے کہا: بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو' اس نے پہلی مرتبہ مبارز طلب کیا تو تمہاری جماعت میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی' پھر وہ آگے بڑھا تو صفیں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور بہادروں کا کھیت کر دیا' بھوکا ہے پیاسا ہے' دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے' خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے' پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم جماعت میں سے کسی کو یارائے مقابلہ نہیں' تف ہے تمہارے دعوائے شجاعت و بسالت پر! ہو کچھ غیرت تو میدان میں پہنچ کر مقابلہ کر کے فتح حاصل کر تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو نے یہ کام انجام دیا تو عبداللہ ابن زیاد سے تجھ کو موصل کی حکومت دلا دوں گا' طارق نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزندِ رسول اور اولادِ بتول سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کروں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفا نہ کرے تو نہ میں دنیا کا رہا نہ دین کا۔ ابن سعد نے قسم کھائی اور پختہ قول و قرار کیا' اس پر حریص طارق موصل کی حکومت کی لالچ میں گلِ بستان رسالت کے مقابلہ کیلئے چلا' سامنے پہنچتے ہی شہزادۂ والا تبار پر نیزہ کا وار کیا' شاہزادہ عالی جاہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نیزہ ردّ فرما کر سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا' شہزادہ رضی اللہ عنہ کے کمال ہنرمندی گھوڑے کو ایڑ بھی دے کر اس کو روند ڈالا اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں' یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمر بن طارق کو طیش آ گیا اور باپ کا بدلہ لینے کیلئے شہزادہ کی طرف بڑھا' شاہزادہ نے ایک ہی نیزہ میں اس کا کام تمام کر دیا' اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کیلئے آتشیں شعلہ کی طرح شہزادہ پر دوڑ پڑا' حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھا لیا اور زمین پر اس زور کا پٹکا کہ اس کا دم نکل گیا۔

شہزادہ کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہو گیا' ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع ابن غالب کو شہزادہ کے مقابلہ کیلئے بھیجا' مصراح نے شہزادہ پر حملہ کیا' آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کٹ گئی' دو ٹکڑے ہو کر گر گیا' اب کسی میں ہمت نہ رہی تھی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا' ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل اور ابن نوفل کو ایک ایک ہزار سواروں کے ساتھ شاہزادہ رضی اللہ عنہ پر یکبارگی حملہ کرنے کیلئے بھیجا' شاہزادہ رضی اللہ عنہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا' اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک بھگا گیا۔

اس حملہ میں شہزادہ کے ہاتھ سے کتنے بدنصیب ہلاک ہوئے' کتنے پیچھے ہٹے' آپ پر پیاس کی شدت بہت ہوئی' پھر گھوڑا دوڑا کر پدر عالی قدر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ" بابا! پیاس کی بہت شدت ہے' اس مرتبہ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے نورِ دیدہ! حوضِ کوثر سے سیرابی کا وقت قریب آ گیا ہے' دستِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آ سکتی ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے' یہ سن کر حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور لشکر دشمن کے یمین و یسار پر حملہ کرنے لگے' اس مرتبہ لشکرِ اشرار نے یکبارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دیئے' آپ بھی حملہ فرماتے رہے اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک و خون میں لوٹتے رہے لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چکنا چور کر دیا تھا اور چمنِ فاطمہ کا گلِ رنگیں اپنے خوں میں نہا گیا تھا' پیہم تیغ و سناں کی ضربیں پڑ رہی تھیں اور فاطمی شہسوار پر تیر و تلوار کا مینہ برس رہا تھا' اس حالت میں آپ پشت زین سے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاکِ کربلا پر استراحت کی' اس وقت آپ نے آواز دی: "یَا اَبَتَاہُ! اَدْرِکْنِیْ" اے پدرِ بزرگوار! مجھ کو لیجئے! حضرت امام رضی اللہ عنہ گھوڑا بڑھا کر میدان

میں پہنچے اور جانباز نونہال کو خیمہ میں لائے، اس کا سر گود میں لیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھولی اور اپنا سر والد کی گود میں دیکھ کر فرمایا: ''جان ما نیاز مندان قربان تو باد'' اے پدر بزرگوار! میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، بہشتی حوریں شربت کے جام لئے انتظار کر رہی ہیں، یہ کہا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ (روضۃ الشہداء (مترجم) باب نہم، ج۲، ص۲۱٦_۳۴۴ ملخصاً وملتقطاً)

اہل بیت کا صبر وتحمل اللہ اکبر! امید کے نوشگفتہ کو کملایا ہوا دیکھا اور الحمد للہ کہا، ناز کے پالوں کو قربان کر دیا اور شکر الٰہی عزوجل بجا لائے، مصیبت واندوہ کی کچھ نہایت ہے، فاقہ پر فاقہ ہے، پانی کا نام ونشان نہیں، بھوکے پیاسے فرزند تڑپ تڑپ کر جانیں دے چکے ہیں، جلتے ریت پر فاطمی نونہال ظلم وجفا سے ذبح کئے گئے، عزیز واقارب، دوست واحباب، خادم موالی، دلبند جگر پیوند سب آئے، وفا ادا کر کے دوپہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں، اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قافلہ میں سناٹا ہو گیا، جن کا کلمہ کلمہ تسکینِ دل وراحتِ جان تھا، وہ نور کی تصویریں خاک وخون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں، آلِ رسول نے رضا وصبر کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا، بڑے سے لے کر بچے تک مبتلائے مصیبت تھے، حضرت امام رضی اللہ عنہ کے چھوٹے فرزند علی اصغر رضی اللہ عنہ جو ابھی کمسن ہیں، شیر خوار ہیں، پیاس سے بیتاب ہیں، شدتِ تشنگی سے تڑپ رہے ہیں، ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے، پانی کا نام ونشان تک نہیں، اس چھوٹے بچے کی خشک ننھی زبان باہر آتی ہے، بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور پیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں، کبھی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھلاتے ہیں، نادان بچہ کیا جانتا ہے کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے، ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہو جاتا ہے، کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے، وہ جانتا تھا کہ ہر چیز یہ لا کر دیا کرتے ہیں، میری اس بے کسی کے وقت بھی پانی بہم پہنچائیں گے،

چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی' والدہ نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اس ننھی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی' اس کو گود میں لے جایئے اور اس کا حال ظالمانِ سنگدل کو دکھایئے' اس پر تو رحم آئے گا' اس کو تو چند قطرے دے دیں گے' یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے لائق ہے' اس سے کیا عداوت ہے؟

حضرت امام رضی اللہ عنہ اس چھوٹے نورِ نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہِ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ اپنا تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جور و جفا کے نذر کر چکا اور اب اگر آتشِ بغض و عناد جوشپر ہے' یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے' اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دو' جفا کارانِ سنگدل پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا' بجائے پانی کے ایک بد بخت نے تیر مارا جو علی اصغر رضی اللہ عنہ کا حلق چیرتا ہوا امام رضی اللہ عنہ کے بازو میں بیٹھ گیا' امام رضی اللہ عنہ نے وہ تیر کھینچا' بچہ نے تڑپ کر جان دی' باپ کی گود میں سے ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا ہے' خون میں نہا رہا ہے' اہل خیمہ کو گمان ہے کہ سیاہ دلانِ بے رحم اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے اور اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی' لیکن جب امام رضی اللہ عنہ اس شگوفہ تمنا کو خیمہ میں لائے اور اس کی والدہ نے اوّل نظر میں دیکھا کہ بچہ میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں' سکون کا عالم ہے' نہ وہ اضطراب ہے نہ بے قراری' گمان ہوا کہ پانی دے دیا ہو گا' حضرت امام رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' فرمایا: وہ بھی ساقی کوثر کے جامِ رحمت و کرم سے سیراب ہونے کیلئے اپنے بھائیوں سے جاملا' اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ وَنَوَالِهٖ ۔ (روضۃ الشہداء (مترجم) باب نہم' ج ۲ ص ۳۳۸)

رضا و تسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتولین نے وہ ثبات قدمی دکھائی کہ عالمِ ملائکہ بھی حیرت میں آ گیا ہو گا۔

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (پ ۱، البقرہ: ۳۰)

ترجمہ کنزالایمان: مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت

اب وہ وقت آیا کہ جاں نثار ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ پر جانیں قربان کر گئے، اب تنہا حضرت امام رضی اللہ عنہ ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، وہ بھی بیمار وضعیف، باوجود اس ضعف وناطاقتی کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو تنہا دیکھ کر مصارفِ کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کیلئے نیزہ دست مبارک میں لیا، لیکن بیماری، سفر کی کوفت، بھوک وپیاس، متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا، باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر لیا، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جانِ پدر! لوٹ آؤ میدان جانے کا قصد نہ کرو، میں کنبہ قبیلہ، عزیز واقارب، خدام وموالی جو ہمراہ تھے راہِ حق میں نثار کر چکا اور الحمدللہ کہ ان مصائب کو اپنے جد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کیا، اب اپنا ناچیز ہدیۂ سر راہِ خدا عزوجل میں نذر کرنے کیلئے حاضر ہوں، تمہاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں، بے کسانِ اہل بیت علیہم الرضوان کو وطن تک کون پہنچائے گا، بیبیوں کی نگہداشت کون کرے گا، جد و پدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی، قرآن کریم کی محافظت اور حقائقِ عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا، میری نسل کس سے چلے گی، حسینی سیدوں علیہم الرضوان کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا، یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں، رسالت ونبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو، تمہاری ہی طلعت سے دنیا مستنیر ہوگی، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلدادگانِ حسن تمہارے ہی روئے تاباں

سے حبیب حق کے انوار و تجلیات کی زیارت کریں گے، اے نورِ نظر! لختِ جگر! یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں، میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو گے، تمہیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے بھائی تو جان نثاری کی سعادت پا چکے اور حضور کے سامنے ہی ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغوشِ رحمت و کرم میں پہنچے، میں تڑپ رہا ہوں مگر حضرت امام رضی اللہ عنہ نے پذیرانہ فرمایا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کیلئے تیار ہوئے، قبائے مصری پہنی اور عمامہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر پر باندھا، سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سپر پشت پر رکھی، حضرت حیدرِ کرار کی ذوالفقارِ آبدار حمائل کی، اہل خیمہ نے اس منظر کو کس آنکھوں سے دیکھا ہو گا، امام میدان جانے کیلئے گھوڑے پر سوار ہوئے، اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہا کو پہنچتی ہے اور ان کا سردار ان سے طویل عرصہ کیلئے جدا ہوتا ہے، ناز پروروں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اُٹھنے والا ہے، نونہالانِ اہلِ بیت علیہم الرضوان کے گرد یتیمی منڈلاتی پھر رہی ہے، ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے، دکھے ہوئے مجروح دل امام رضی اللہ عنہ کی سے جدائی سے کٹ رہے ہیں، بیکس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرۂ دل افروز پر نظر کر رہا ہے، سکینہ رضی اللہ عنہا کی ترسی ہوئی آنکھیں پدرِ بزرگوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں، آن دو آن میں یہ جلوے ہمیشہ کیلئے رخصت ہونے والے ہیں، اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اُڑ گئے ہیں، حسرت و یاس کی تصویریں ساکت کھڑی ہوئی ہیں، نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تابِ حرکت، نورانی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں اور خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے رحمت و کرم کے سایہ گستر کو رخصت کر رہا ہے، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت کو تلقین صبر فرمائی، رضائے الٰہی عزوجل پر

صابر و شاکر رہنے کی ہدایت کی اور سپردِ خدا عزوجل کر کے میدان کی طرف رخ کیا‘ اب نہ قاسم ہیں نہ ابوبکر و عمر نہ عثمان و عون نہ جعفر و عباس علیہم الرضوان جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام رضی اللہ عنہ پر فدا کریں‘ علی اکبر رضی اللہ عنہ بھی آرام کی نیند سو گئے‘ جو حصولِ شہادت کی تمنا میں بے چین تھے تنہا امام رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ ہی کو اعداء کے مقابل جانا ہے۔

خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے‘ حق و صداقت کا روشن آفتاب سرزمین شام میں طالع ہوا‘ امیدِ زندگانی و تمنائے زیست کا گرد و غبار اس کے جلوے کو چھپا نہ سکا‘ حبِ دنیا و آسائشِ حیات کی رات سیاہ پردے آفتابِ حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہو گئے‘ باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں سے کافور ہو گئی‘ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرزند راہِ حق میں گھر لٹا کر‘ کنبہ کٹا کر سر بکف موجود ہے‘ ہزار ہا سپہ گران نبرد آزما کا لشکرِ گراں سامنے موجود ہے اور اس کی پیشانی مُصَفّا پر شکن بھی نہیں‘ دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرف گھیرے ہوئے ہیں اور امام رضی اللہ عنہ کی نظر میں پرکاہ کے برابر بھی ان کا وزن نہیں‘ آپ نے ایک رجز پڑھی جو آپ کے ذاتی و نسبی فضائل پر مشتمل تھی اور اس میں شامیوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناخوشی و ناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا: ”اے قوم! خدا عزوجل سے ڈرو جو سب کا مالک ہے‘ جان دینا جان لینا سب اس کے قدرت و اختیار میں ہے‘ اگر تم خداوندِ عالم جل جلالہٗ پر یقین رکھتے اور میرے جد حضرت سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہو گی‘ اعمال کا حساب کیا جائے گا‘ میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے‘ حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن کی شفاعت گنہگاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی

شفاعت کے امیدوار ہیں، وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے خونِ ناحق کا بدلہ چاہیں گے، تم میرے اہل و عیال، اعزہ و اطفال، اصحاب و موالی میں سے ستّر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب کو چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں، اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکت سے باز نہ آ ؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہیں ''اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَرَضِینَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ''۔

(روضۃ الشہداء (مترجم) باب نہم ص ۳۴۷۔۳۴۴ ملخصاً)

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی زبانِ گوہر فشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت سے لوگ رو پڑے، دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسرِ ظلم و جفا ہیں اور حمایتِ باطل کیلئے انہوں نے دارین کی روسیاہی اختیار کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم رضی اللہ عنہ حق پر ہیں، امام رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک ایک جنبش، دشمنانِ حق کیلئے آخرت کی رسوائی و خواری کا موجب ہے، اس لئے بہت سے لوگوں پر اثر اور ظالمانِ بدباطن نے بھی ایک لحہ کیلئے اس سے اثر لیا، اس کے بدنوں پر ایک پھریری سی آ گئی اور ان کے دلوں پر ایک بجلی سی چمک گئی، لیکن شمر وغیرہ بدسیرت و پلید طبیعت رذیل کچھ متاثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے، کہنے لگے کہ آپ قصہ کوتاہ کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعارض نہ کرے گا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے، حضرت امام رضی اللہ عنہ کو انجام معلوم تھا لیکن یہ تقریر اقامتِ حجت کیلئے فرمائی تھی کہ انہیں کوئی عذر باقی نہ رہے، سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ نظر خاتونِ جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا لختِ جگر بے کسی بھوک پیاس کی حالت میں آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کی مفارقت کا زخم دل پر لئے ہوئے گرم ریگستان میں بیس ہزار

کے لشکر کے سامنے تشریف فرما ہے، تمام حجتیں قطع کر دی گئیں، اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعداء کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتا دیا ہے کہ میں بقصدِ جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادۂ جنگ نہیں ہے، اب بھی موقع دو تو واپس چلا جاؤں مگر بیس ہزار کی تعداد امام رضی اللہ عنہ کو بے کس و تنہا دیکھ کر جوشِ بہادری دکھانا چاہتی ہے۔

(روضۃ الشہداء (مترجم) باب نہم، ج ۲ ص ۵۴۴۔ ۵۴۵ ملخصاً)

جب حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اطمینان فرمایا کہ سیاہ دلانِ بدباطن کیلئے کوئی عذر باقی نہ رہا اور وہ کس طرح خونِ ناحق و ظلمِ بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جس کو میرے مقابلہ کیلئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو، مشہور بہادر یگانہ نبرد آزما جن کو سخت وقت کیلئے محفوظ رکھا تھا میدان میں بھیجے گئے، ایک بے حیا، ابن زہراء کے مقابل تلوار چمکانا آتا ہے، امام تشنہ کام رضی اللہ عنہ کو آبِ تیغ دکھاتا ہے، پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے، غرور و قصرت میں سرشار ہے، کثرتِ لشکر اور تنہائی امام رضی اللہ عنہ پر نازاں ہے، آتے ہی حضرت امام رضی اللہ عنہ کی طرف تلوار کھینچتا ہے، ابھی ہاتھ اُٹھا ہی تھا کہ امام رضی اللہ عنہ نے ضرب فرمائی، سر کٹ کر دور جا پڑا اور غرور و شجاعت خاک میں مل گیا، دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ہنرمندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے، ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادرانِ کوہ شکن شام و عراق میں بہادری کا غلغلہ ہے اور مصر و روم میں، میں شہرآفاق ہوں، دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں، آج تم میرے زور و قوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔ ابن سعد لے لشکری اور متکبر و سرکش کی تعلیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح امام رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرے گا، لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ پر بھوک و پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے، صدموں نے ضعیف کر دیا

ہے، ایسے وقت امام رضی اللہ عنہ پر غالب آ جانا کچھ مشکل نہیں ہے، جب سپاہِ شام کا گستاخ جفا جو، سرگشانہ گھوڑے کو دوڑاتا سامنے آیا، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے، ہوش میں ہو۔ اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغِ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا، جس رضی اللہ عنہ کو بے کس و کمزور دیکھ کر حوصلہ مندیوں کا اظہار کر رہے ہو، نامردو! میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔

شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا، حضرت امام رضی اللہ عنہ اس کا وارد بچا کر کمر پر تلوار ماری، معلوم ہوتا تھا کھیرا تھا کاٹ ڈالا، اہل شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت رضی اللہ عنہ کے سوا اب اور تو کوئی باقی ہی نہ رہا، کہاں تک نہ تھکیں گے، پیاس کی حالت، دھوپ کی تپش مضمحل کر چکی ہے، بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے، جہاں تک ہو، ایک ایک مقابل کیا جائے کوئی تو کامیاب ہوگا، اس طرح نئے نئے دم بدم شیر صولت، پیل پیکر تیغ زن حضرت امام رضی اللہ عنہ کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا یک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا، کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالا، کسی کے حمائلی ہاتھ مارا تو قلمی تراش دیا، خود و مغفر کاٹ ڈالے، جوشن و آئینے قطع کر دیئے، کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا، کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا، زمین کربلا ہی بہادرانِ کوفہ کو کھیت بو دیا، نامورانِ صف شکن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان وک سیراب فرما دیا، نعشوں کے انبار لگ گئے، بڑے بڑے خیز روزگار بہادر کام آ گئے، لشکر اعداء میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن و اطفال کو بیوہ و یتیم بنا کر چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ جا سکے گا، موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کرو۔

فرومایگان روباہ سیرت حضرت امام رضی اللہ عنہ کے مقابلہ سے عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہِ چرغ حقانیت پر جور و جفا کی تاریک گھٹا چھا گئی اور ہزاروں جوان دوڑ پڑے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور تلوار برسانی شروع کی اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کی بہادری کی ستائش ہو رہی تھی، اور آپ خونخواروں کے انبوہ میں اپنی تیغِ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے، جس طرح گھوڑا بڑھا دیا پَرے کے پَرے کاٹ ڈالے، دشمن ہیبت زدہ ہو گئے اور حیرت میں آ گئے کہ امام رضی اللہ عنہ کے حملہ جانشیان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں، ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور دشمنوں کا سر اس طرح اُڑا رہے ہیں، جس طرح بادِ خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں، ابن سعد اور اس کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام رضی اللہ عنہ کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں، کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی، تمام ناموارنِ کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ لے سکیں، تاریخِ عالم میں ہماری نامردی کا واقعہ اہل کوف کو ہمیشہ رسوائے عالم کرتا رہے گا، کوئی تدبیر کرنا چاہیے، تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہماری ساری فوج بھی اس شیرِ حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چار طرف سے امام رضی اللہ عنہ پر تیروں کا مینہ برسایا جائے اور جب خوب زخمی ہو چکیں تو نیزوں کے حملوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے، تیز اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں اور امامِ تشنہ کام رضی اللہ عنہ کو گردابِ بلا میں گھیر کر تیر برسانے شروع کر دیئے، گھوڑا اس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی، ناچار حضرت امام رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا، ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں اور امام مظلوم کا تنِ ناز پرور نشانہ بنا ہوا ہے، نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو رہا ہے، بے شرم کوفیوں نے سنگدلی سے محترم مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا، ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا، یہ پیشانی مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی' یہ سیمائے نور حبیب خداعزوجل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرزومندانِ جمال کا قرارِ دل ہے' بے ادبانِ کوفہ نے اس پیشانی مصفّا اور اس جبینِ پُر ضیا کو تیر سے گھائل کیا' حضرت رضی اللہ عنہ کو چکر آ گیا اور گھوڑے سے نیچے آئے' اب نامردانِ سیاہ باطن نے نیزوں پر رکھ لیا' نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

ظالمانِ بدطینت نے اس پر اکتفاء نہیں کیا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مصیبتوں کا اسی پر خاتمہ نہیں ہو گیا' دشمنانِ ایمان نے سرِ مبارک کو تنِ اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نصر ابن فرشہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی' خولی ابن یزید پلید نے یا شبل ابن یزید نے بڑھ کر آپ کے سرِ اقدس کو تنِ مبارک سے جدا کیا۔

(روضۃ الشہداء (مترجم) باب نہم' ج ۲ ص ۳۴۷۔۳۵۶ ملخصاً)

صادق جانباز نے عہدِ وفا پورا کیا اور دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ' اپنی جان راہِ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی' سوکھا گلا کاٹا گیا اور کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی' سروتن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی حقانیت کی عملی شہادت دی اور ریگستانِ کوفہ کے ورق پر صدق وامانت پر جان قربان کرنے کے نقوش ثبت فرمائے۔

اَعْلَی اللّٰہُ تَعَالٰی مَکَانَہٗ وَاَسْکَنَہٗ مُحْبُوْمَۃَ جِنَانِہٖ وَاَمْطَرَ عَلَیْہِ شَآبِیْبَ رَحْمَتِہٖ وَرِضْوَانِہٖ ۔

کربلا کے بیابان میں ظلم وجفا کی آندھی چلی' مصطفائی چمن کے غنچہ وگل بادِ سموم کی نظر ہو گئے' خاتونِ جنت رضی اللہ عنہ کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا' کونین کے متاع بے دینی وبے حمیتی کے سیلاب سے غارت ہو گئے' فرزندانِ آلِ رسول کے

سر سے سردار کا سایہ اٹھا، بچے اس غریب الوطنی میں یتیم ہوئے، بیبیاں بیوہ ہوئیں، مظلوم بچے اور بے کس بیبیاں گرفتار کیے گئے، محرم ۶۱ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز ۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن کی عمر میں حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہی، ابن زیاد بدنہاد نے سرِ مبارک کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا اور اسی طرح اپنی بے حمیتی و بے حیائی کا اظہار کیا، پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانباز شہداء علیہم الرضوان کے سروں کو اسیرانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ساتھ شمر ناپاک کی ہمراہی میں یزید کے پاس دمشق بھیجا، یزید نے سرِ مبارک اور اہل بیت کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا اور وہاں حضرت امام رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا یا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوا۔

(الکامل فی التاریخ، سنۃ احدی وستین، مقتل آل بنی ابی طالب الخ، ج ۳ ص ۴۴۲۔ سیر اعلام النبلاء ومن صغار الصحابۃ، الحسین الشہید الخ، ج ۴ ص ۴۲۹۔ روضۃ الشہداء (مترجم) دسواں باب، فصل اوّل، ج ۲ ص ۳۸۰۔ ۴۴۰ ملخصاً۔ البدایۃ والنہایۃ، سنۃ احدی وستین، فصل فی یوم مقتل الحسین رضی اللہ عنہ، ج ۵ ص ۷۱۲)

اس واقعۂ ہائلہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ ہوا، اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک روز دوپہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا، میں نے دیکھا کہ سنبل معبرو گیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں، دست مبارک میں ایک خون بھرا شیشہ ہے، یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہو گیا، میں نے عرض کیا: اے آقا! ''قربانت شوم'' یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: حسین اور ان کے رفیقوں علیہم الرضوان کا خون ہے، میں اسے آج صبح سے اٹھا تا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں

نے اس تاریخ ووقت کو یاد رکھا، جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس الخ، الحدیث: ۲۵۵۳۔ ج۱ص۶۰۶)

حاکم نے بیہقی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی، انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ مبارک وریشِ اقدس پر گرد وغبار ہے، عرض کیا: ”**جان ما کنیزان نثار تو باد**“ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: ابھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل میں گیا تھا۔

دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب من رأی فی ضاحہ الخ، باب ماجاء فی رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المنام، ج۷ص۴۸، بیہقی وابونعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جس روز شہید کئے گئے تو آسمان سے خون برسا، صبح کو ہمارے مٹکے گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔

(دلائل العبوۃ للبیہقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکوائن الخ، باب ماروی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبداللہ الحسین الخ، ج۹ص۴۷۱۔ الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر فی فضائل اہل البیت الخ، الفصل الثالث، ص۱۹۴)

بیہقی وابونعیم نے زہری سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جس روز شہید کئے گئے، اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا، اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

(دلائل العبوۃ للبیہقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکوائم الخ، باب ماروی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبداللہالحسین الخ، ج۶ص۴۷۱)

بیہقی نے ام حبان سے روایت کی یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اندھیرا ہو گیا اور تین روز کامل اندھیرا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ)

ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

(البدایۃ والنہایۃ، سنۃ احدی وستین، فصل فی یوم مقتل الحسین رضی اللہ عنہ، ج ۵ ص ۷۱۰، ملتقطا)

بیہقی نے حمید بن مرہ سے روایت کی کہ یزید کے لشکریوں نے لشکر امام رضی اللہ عنہ میں ایک اونٹ پایا! اور امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روز اس کو ذبح کیا اور پکایا تو اندراین کی طرح کڑوا ہو گیا اور اس کو کوئی نہ کھا سکا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکوائن الخ، باب ماروی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبداللہ الحسین الخ، ج ۶ ص ۴۷۲)

ابونعیم نے سفیان سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے دیکھا ورس (کسم) راکھ ہو گیا اور گوشت آگ ہو گیا۔

(الخ باب ماروی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبداللہ الحسین الخ، ج ۶ ص ۴۷۲)

بیہقی نے علی بن مسہر سے روایت کی کہ میں نے اپنی دادی سے سنا، وہ کہتی تھیں کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانہ میں جوان لڑکی تھی، کئی روز آسمان رویا یعنی آسمان سے خون برسا۔ (باب ماروی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبداللہ الحسین الخ، ج ۶ ص ۴۷۲) بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ سات روز تک آسمان خون رویا، اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا، اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

(الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر فی فضائل اہل البیت الخ، الفصل الثالث، ص ۱۹۴)

ابونعیم نے حبیب بن ابی ثابت سے روایت کی کہ میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس طرح نوحہ خوانہ کرتے سنا:

اس جبیں کو نبی نے چوما تھا   ہے وہی نور اس کے چہرہ پر
اس کے ماں باپ برترین قریش   اس کے نانا جہان سے بہتر

(معرفۃ الصحابۃ، باب العاء، ۵۶۱ من اسمہ ابوعبداللہ الحسین بن علی الخ، الحدیث: ۱۸۰۳، ج ۲ ص ۱۳)

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سے سوائے آج کبھی جنوں کو نوحہ کرتے اور روتے نہ سنا تھا مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا، میں نے اپنی لونڈی کو باہر بھیج کر خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے تھے:

ہو سکے جتنا رو لے تو اے چشم! کون روئے گا پھر شہیدوں کو
پاس ظالم کے کھینچ کر لائی موت ان بیکسوں غریبوں کو

(مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب مناقب الحسین بن علی، الحدیث: ۱۵۱۸۱)

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کی، وہ کہتے ہیں: واللہ! میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کو لوگ نیزے پر لئے جاتے تھے، اس وقت میں دمشق میں تھا، سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا، جب وہ اس آیت پر پہنچا:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۔

اصحابِ کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے عجب تھے۔ (پ۱۰، الکہف:۹)

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی، بزبانِ فصیح فرمایا:

اَعْجَبَ مِنْ اَصْحٰبِ الْكَهْفِ قَتْلِيْ وَحَمْلِيْ ۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، باب حرف الہمزۃ، ج۱ ص۲۶۵)

اصحابِ کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

اور درحقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحابِ کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو ان کے جد کی امت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بے وفائی سے

پانی تک بند کر دیا، آل واصحاب کو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے سامنے شہید کیا، پھر خود حضرت امام رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، اہل بیت علیہم الرضوان کو اسیر کیا، سر مبارک شہر شہر پھرایا، اصحابِ کہف سالہا سال کی طویل خواب کے بعد بولے، یہ ضرور عجیب ہے مگر سر مبارک کا تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا اس سے عجیب تر ہے۔

ابو نعیم نے بطریق ابن لہیعہ ابن قبیل سے روایت کی کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب بدنصیب کوفی سر مبارک کو لے کر چلے اور پہلی منزل میں ایک پڑاؤ پر بیٹھ کر شربت پینے لگے، اس وقت ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا، اس نے خون سے یہ شعر لکھا:

اَتَرْجُوْ اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا ... شَفَاعَةٌ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

(المعجم الکبیر للطبرانی، مسند الحسین بن علی الخ، الحدیث: ۲۸۷۳، ج ۳ ص ۱۲۳)

یہ بھی منقول ہے کہ ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا، وہاں ایک دیر تھا، دیر کے راہب نے ان لوگوں کو اسّی ہزار درہم دے کر سر مبارک کو ایک شب اپنے پاس رکھا، غسل دیا، عطر لگایا، ادب و تعظیم کے ساتھ تمام شب زیارت کرتا اور روتا رہا اور رحمتِ الٰہی عزوجل کے جو انوار سر مبارک پر نازل ہو رہے تھے، ان کا مشاہدہ کرتا رہا، حتیٰ کہ یہی اس کے اسلام کا باعث ہوا، اشقیا نے جب دراہم تقسیم کرنے کیلئے تھیلیوں کو کھولا تو دیکھا سب میں ٹھیکریاں بھری ہوئی ہیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (پ ۱۳، ابراہیم: ۴۲)

خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو۔

ترجمہ کنز الایمان: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

اور دوسری طرف یہ آیت مکتوب ہے:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔ (پ۱۹، الشعرآء:۴۴)

اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھے ہیں۔

ترجمہ کنزالایمان: اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

غرض زمین و آسمان میں ایک ماتم برپا تھا، تمام دنیا رنج و غم میں گرفتار تھی، شہادتِ امام رضی اللہ عنہ کے دن آفتاب کو گرہن لگا، ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے، آسمان رویا، زمین روئی، ہوا میں جنات نے نوحہ خوانی کی، راہب تک اس حادثہ قیامت نما سے کانپ گئے اور رو پڑے، فرزندِ رسول جگر گوشہ بتول سردارِ قریش امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک ابن زیاد متکبر کے سامنے تشت میں رکھا جائے اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے اہل بیت الرضوان علیہم اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں، ان کے دلوں کا کیا حال ہوگا، پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھرایا جائے اور وہ یزید پلید کے سامنے لاکر اسی طرح رکھے جائیں اور وہ خوش ہو، اس کو کون برداشت کر سکتا ہے، یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا، اس پر اس نابکار نے اظہارِ ندامت کیا مگر یہ ندامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کیلئے تھی، دل تو اس ناپاک کا اہل بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا، حضرت امام رضی اللہ عنہ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ نے اور آپ کے اہل بیت رضی اللہ عنہ نے صبر و رضا کا امتحان دیا جو دنیا کو حیرت میں ڈالتا ہے، راہِ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے، یہ کمال شہادت و جانبازی ہے اور اس میں امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے حق و صداقت پر استقامت و استقلال کی بہترین تعلیم ہے۔

(الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر فی فضائل اہل البیت الخ، الفصل الثالث، ص۱۹۰۔۲۰۸ ملخصا)

واقعاتِ بعدِ شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا وجودِ مبارک یزید کی بے کلیدیوں کیلئے ایک زبردست محتسب تھا، وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں اس کو بے مُہاری کا موقع میسر نہ آئے گا اور اس کی کسی کج روی اور گمراہی پر حضرت امام رضی اللہ عنہ صبر نہ فرمائیں گے، اس کو نظر آتا تھا کہ امام رضی اللہ عنہ جیسے دیندار کا تازیانہ ہر وقت اس کر سر پر گھوم رہا ہے، اسی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی جان کا دشمن تھا اور اسی لیے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت اس کیلئے باعث مسرت ہوئی، حضرت امام رضی اللہ عنہ کا سایہ اُٹھنا تھا، یزید کھل کر کھیلا اور انواع و اقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہوگئی، زنا، لواطت، حرام کاری، بھائی بہن کا بیاہ، سود، شراب، دھڑاے سے رانج ہونے، نمازوں کی پابندی اُٹھ گئی، تمرد و سرکشی انتہا کو پہنچی، شیطنت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار کا لشکر گراں لے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کیلئے بھیجا، یہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے، اس نامراد لشکر نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمتہ اللہ قتل غارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسائیگانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیے، وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لیے، سات سو صحابہ علیہم الرضوان کو شہید کیا اور دوسرے عام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا، لڑکوں کو قید کیا، ایسی ایسی بدتمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے، مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے، تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہو سکے، صرف حضرت سعید ابن میسب رضی اللہ عنہ مجنوں بن کر وہاں حاضر رہے، حضرت عبداللہ ابن حنظلہ ابن عنسیل رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان سے پتھر نہ

برسیں، پھر یہ لشکر شرارت کا اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، راستہ میں امیر لشکر مر گیا اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا، مکہ مکرمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے منجنیق سے سنگ باری کی (منجنیق پتھر پھینکنے کا وہ آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے، اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے) اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجد حرام کے ستون ٹوٹ پڑے اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا، اسی چھت میں اُس دنبہ کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو سیدنا حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا، وہ بھی جل گئے، کعبہ مقدسہ کئی روز تک بے لباس رہا اور ہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔

(البدایۃ والنہایۃ، سنۃ ثلاث وستین سنۃ اربع وستین، ترجمہ یزید بن معاویہ ج ۵ ص ۷۴۹ـ۷۵۰، ملتقطاً)

آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بدنصیب تین برس سات مہینے تخت حکومت پر شیطنت کر کے ۱۵ ربیع الاوّل ۶۴ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبہ معظّمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی، شہر حمص ملک شام میں انتالیس برس کی عمر میں ہلاک ہوا، ہنوز قتال جاری تھا کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ندا فرمائی کہ اہل شام! تمہارا طاغوت ہلاک ہوگیا، یہ سن کر وہ لوگ ذلیل وخوار ہوئے اور وہ لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ گروہِ ناحق شیروہ خائب وخاسر ہوا، اہل مکہ کو ان کے لشکر سے نجات ملی، اہل حجاز، یمن وعراق وخراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دست مبارک پر بیعت کی اور اہل مصر وشام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاوّل ۶۴ھ میں یہ معاویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا مگر آدمی نیک اور صالح تھا، باپ کے ناپاک افعال کو برا جانتا تھا، عنان حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تادم مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف نظر نہ ڈالی اور چالیس دن یا دو تین ماہ کی

کے اس کارنامہ پر اظہارِ فرح کیا اور اس کو دشمنانِ امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔[۱]

اے ابن سعد! رے کی حکومت تو کیا ملی ظلمو جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار! شہیدوں کے خون کی کیسی سزا تجھے ابھی اے ناسزا ملی
اے تشنگانِ خون جوانانِ اہل بیت دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے لڑائے گھوڑے پہ بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے مردود! تم کو ذلت ہر دو سرا ملی
تم نے اُجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستاں تم خود اُجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی
دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمہیں دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آ کر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے سر کٹ گئے اماں نہ تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی

اس کے بعد مختار نے ایک حکم عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمر بن سعد کا شریک تھا، وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے، یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار و سورما بصرہ بھاگنا شروع ہوئے، مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا، لاشیں جلا ڈالیں، گھر لوٹ لئے۔ خولی بن یزید وہ خبیث ہے جس نے حضرت امام عالی رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک تنِ اقدس سے جدا کیا تھا، یہ روسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا، مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے، پھر سولی چڑھایا، آخر آگ میں جھونک دیا، اس طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا، چھ ہزار کوفی جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے، ان کو مختار نے

---

[۱] تاریخ الخلفاء، بعد اللہ بن الزبیر، ص ۱۶۹
والکامل فی التاریخ، سنہ ست وستین، ج ۴ ص ۲۷ ـ ۴۹ ملخصاً

ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔ (۱)

ترمذی شریف کی صحیح حدیث میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا' اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے' وہ تمام سروں پر پھرا جب عبیداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا' اس کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا' اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

(سنن الترمذی' کتاب المناقب' باب مناب ابی محمد الحسن الخ' الحدیث: ۳۸۰۵' ج ۵ ص ۴۳۱)

ابن زیاد' ابن سعد' شمر' قیس ابن اشعث کندی' خولی ابن یزید' سنان بن النس نخعی' عبداللہ بن قیس' یزید بن مالک اور باقی تمام اشقیا جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے اور ساعی تھے' طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل کی گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔

(روضۃ الشہداء (مترجم) دسواں باب' فصل دوم' ج ۲ ص ۴۵۵' ماخوذاً)

حدیث شریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ خونِ حضرتِ امام رضی اللہ عنہ کے بدلے ستّر ہزار شقی مارے جائیں گے۔

(المستدرک للحاکم' کتاب تواریخ المتقدمین الخ' قصۃ قتل یحیٰی علیہ السلام' الحدیث: ۴۲۰۸' ج ۳ ص ۴۸۵)

وہ پورا سہرا دنیا پرستارانِ سیاہ باطن اور مغرورانِ تاریک دلوں کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سے ان دشمنانِ حق کو کیسی توقعات تھیں' لشکریوں کو گراں قدر انعاموں کے وعدے دیئے گئے تھے' سرداروں کے عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا' یزید اور ابن زیاد وغیرہ کے دماغوں میں جہانگیر سلطنت کے نقشے کھنچے ہوئے تھے' وہ سمجھتے تھے کہ فقط امام رضی اللہ عنہ ہی کا

---

[1] الکامل فی التاریخ' سنۃ سبع وستین' ذکر مقتل ابن زیاد' ج ۴ ص ۱۰ ملخصاً۔ البدایۃ والنہایۃ' سنۃ سبع وستین وترجمۃ ابن زیاد' ج ۶ ص ۳۷۔۴۳ ملخصاً۔ روضۃ الشہداء (مترجم) دسواں باب' فصل دوم' ج ۲ ص ۴۵۷

وجود ہمارے لیے عیش دنیا سے مانع ہے، یہ نہ ہوں تو تمام کرۂ زمین پر یزیدیوں کی سلطنت ہو جائے اور ہزاروں برس کیلئے ان کی حکومت کا جھنڈا گڑ جائے، مگر ظلم کے انجام اور قہر الٰہی عزوجل کی تباہ کن بجلیوں و درد رسیدگانِ اہل بیت کی جہاں برہم کن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے، انہیں نہیں معلوم تھا کہ خونِ شہداء رنگ لائے گا اور سلطنت کے پرزے اُڑ جائیں گے، ایک ایک شخص جو قتلِ حضرتِ امام رضی اللہ عنہ میں شریک ہوا ہے، طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوگا، وہی فرات کا کنارا ہوگا وہی عاشورہ کا دن، وہی ظالموں کی قوم ہوگی اور مختار کے گھوڑے انہیں روندتے ہوں گے، ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے، گھر لوٹے جائیں گے، سولیاں دی جائیں گی، لاشیں سڑیں گی، دنیا میں ہر شخص تف تف کرے گا، اس ہلاکت پر خوشی منائی جائے گی، معرکہ جنگ میں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں کی ہوگی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کتوں کی طرح انہیں جان بچانی مشکل ہوگی، جہاں پائے جائیں گے مار دیئے جائیں گے، دنیا میں قیامت تک ابن پر نفرت و ملامت کی جائے گی، حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت حمایتِ حق کیلئے ہے، اس راہ کی تمام تکلیفیں عزت ہیں اور پھر وہ بھی اس شان کے ساتھ کے اس خاندان کا بچہ بچہ شیر بن کر میدان میں آیا، مقابل سے اس کی نظر نہ جھپکی، دمِ آخر تک مبارز طلب کرتا رہا اور جب نامردوں کے ہجوم نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تب بھی اُس کے پائے ثبات و استقلال کو لغزش نہ ہوئی، اُس نے میدان سے باگ نہ موڑی، حق و صداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑا نہ اپنے دعوے سے دست برداری کی، مردانہ جانبازی کا نام دنیا میں زندہ کر دیا، حق و صداقت کا ناقابل فراموش درس دیا اور ثابت کر دیا کہ فیوضِ نبوت کے پرتو سے حقانیت کی تجلیاں اُن کے پاک باطنوں کے رگ و پے میں ایسی جاگزیں ہوگئی ہیں کہ تیر و تلوار اور تیر و سناں کے

ہزار ہا گہرے گہرے زخم بھی اُن کو گزند نہیں پہنچا سکتے، آخرت کی زندگی کا دلکش منظر اُن کی چشمِ حق بین کے سامنے اس طرح روشن ہے کہ آسائشِ حیاتِ دنیوی کو وہ بے التفاتی کی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیتے ہیں۔

حجاج ابن یوسف کے وقت میں جب دوبارہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اسیر کیے گئے اور لوہے کی بھاری قید و بند کا بارِ گراں ان کے تنِ نازنین پر ڈالا گیا اور پہرہ دار متعین کر دیئے گئے، زہری علیہ الرحمہ اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہا کہ مجھے تمنا تھی کہ میں آپ کی جگہ ہوتا کہ آپ پر یہ بارِ مصائب دل پر گوارا نہیں ہے، اس پر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید و بندش سے مجھے کرب و بے چینی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس میں سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکر ہے اور عذابِ الٰہی عزوجل کی یاد ہے، یہ فرما کر بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال دیئے۔

(المنتظم، سنۃ اربع وتسعین، ۵۳۰، علی بن الحسین الخ، ج ۶ ص ۳۳۰)

یہ اختیارات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کرامۃً انہیں عطا فرمائے گئے اور وہ صبر و رضا ہے کہ اپنے وجود اور آسائشِ وجود، گھر بار، مال و متاع سب سے رضائے الٰہی عزوجل کیلئے ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں اور اس میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری و باطنی برکات سے مسلمانوں کو متمتع اور فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ مظفر و منصور رکھے۔ آمین!

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اگر آپ رضائے الٰہی پانا چاہتی ہیں تو دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جایئے، اپنے حلقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے سنّتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے۔ ان شاء اللہ اس کی برکت سے آپ کا سینہ مدینہ بن

جائے گا۔

الحمد للہ! دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، خوش نصیب اسلامی بہنیں گھر گھر نیکی کی دعوت کی دھو میں مچا رہی ہیں، آپ بھی نیکی کی دعوتِ عام کرنے میں لگ جایئے، سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنایئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی خاتونِ جنّت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نورانی سیرت اپنایئے اور دونوں جہانوں میں عزت پایئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عبادت و ریاضت میں مصروف رکھے اور اخلاص کے ساتھ اعمالِ صالحہ پر کاربند رکھے۔

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

ماہِ صفر المظفر کے فضائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰه وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

فضیلت دورد پاک

اللہ عزوجل کے حبیب، انبیاء دو جہاں کے طبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر دُرودِ پاک پڑھ کر آراستہ کرو۔ کیونکہ تمہارا دُرود بروزِ قیامت تمہارے لئے نور ہوگا۔ (جامع صغیر، جلد۲ ص ۲۸)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل اَفروز ساعت پہ لاکھوں سلام

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْبِ: صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ

میری پیاری اسلامی بہنو! اللہ کریم جل شانہ نے اپنے مقدس کلام قرآن کریم میں جنوں کی گنتی بارہ (۱۲) بیان فرمائی ہے، یہ ذکر سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۶ میں ہے، بارہ ماہ کے مجموعے کو برس یا سال کہتے ہیں اور یہ چاند کے حساب سے شمار ہوتے ہیں، اسی لئے اسے قمری تقویم (کیلنڈر) کہا جاتا ہے، چاند کے حوالے سے شمار کا بیان سورۃ

بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۹ میں ہے، اسلام میں یہ قمری تقویم ہی رائج ہے اور اس کے باقاعدہ رواج اور ترتیب و نفاذ کا سلسلہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے اہم واقعہ سے اس تقویم کو شمار کیا، اس لئے اسے ہجری تقویم کہا جاتا ہے، اس تقویم میں مہینوں کے نام عربی میں ہیں اور ہر ایک مہینے کی وجہ تسمیہ (نام رکھنے کی وجہ) الگ ہے جو دینی عبادات و احکام کی ادائیگی، موسم یا اہل عرب کی روایت وغیرہ کے حوالے سے ہے۔

پیاری اسلامی بہنو! اس تقویم میں پہلا مہینہ محرم ہے اور آخری یا بارہواں ذی الحج یا ذوالحجہ ہے، زیر نظر تحریر میں ماہ صفر کے بارے میں ہے، کیوں کہ اس ماہ کے نام اور ایام کے حوالے سے کچھ نامناسب اور غلط باتیں عوام میں پھیلا دی گئی ہیں اور عوام پوری طرح علم نہ ہونے کی وجہ سے چند غلط خیالات و توہمات کا شکار ہو گئے ہیں، اس لئے ضروری سمجھتی ہوں کہ حقائق لوگوں تک پہنچائے جائیں ''صفر'' اسلامی تقویم میں ترتیب کے لحاظ سے دوسرا مہینہ ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے ماہِ محرم میں جنگ کیلئے نکلتے اور گھروں کو خالی چھوڑ دیتے، صفر کے ایک معنی ''خالی'' کے ہیں اور عرب والوں کا اس ماہ میں اپنے گھروں کو خالی چھوڑنا اس ماہ کے نام کی وجہ ہو گیا۔

میری پیاری اسلامی بہنو! صفر کے ایک معنی لغت میں پیٹ کے اندر ایک بیماری ہوتی ہے جس سے درد ہوتا ہے، اس بیماری میں پیٹ کے اندر کوئی کانٹا یا کیڑا ہوتا ہے جو کاٹتا ہے، شاید اسی حوالے سے لوگوں نے صفر کو بیماری کا مہینہ کہنا شروع کر دیا، جبکہ احادیث میں اس کی ممانعت بیان ہوئی ہے، برصغیر میں اہل علم کے سرتاج شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کے بارے میں دیوبندی مکتب

فکر کے مشہور عالم اشرف علی تھانوی نے بھی افاضات الیومیہ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ محقق کو روزانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی وہ صاحبِ حضوری تھے انہوں نے بارہ مہینوں کے بارے میں ایک عمدہ تحقیقی کتاب ”مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ“ عربی میں تحریر فرمائی جس کا اُردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے، ماہِ ایام کے موضوع پر اردو میں بھی کئی تحریریں طبع ہو چکی ہیں لیکن میں اپنی اس تحریر میں حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کی کتاب میں سے خلاصہ پیش کر رہی ہوں کیونکہ اُن پر اہل علم متفق ہیں اور ان کی علمی مرتبت اور ان کا اعتبار مسلم ہے، حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ ماہ صفر کے بیان میں بحوالہ مسلم شریف پہلی حدیث نقل فرماتے ہیں، جس کے راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے:

عدویٰ (ایک کی بیماری کا دوسرے کو لگ جانا) صفر (برا شکون لینا) غول (دیوی، بعوت) نہیں ہے۔

یعنی یہ باتیں مسلم و مؤمن کو ماننی اور کرنی نہیں چاہئیں۔ بخاری و مسلم کے حوالے سے ایک اور حدیث میں ہے جس کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں: ”نہ بیماری کا کسی اور کو لگنا ہے اور نہ نحوست ہے اور نہ ہی اُلو کی نحوست ہے، ایک اعرابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر یہ کیا ہے کہ دوڑتا جھپٹتا خارش زدہ اونٹ دوسرے اونٹوں میں آ گھستا ہے، تو سب کو خارش میں مبتلا کر دیتا ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی؟“۔

میری پیاری اسلامی بہنو! اس سے معلوم ہوا کہ صفر کے ایک معنی بدشگونی، بدخالی کے کئے گئے ہیں، مگر جو لوگ ماہِ صفر کو بیماری یا نحوست وغیرہ کا مہینہ سمجھتے ہیں وہ غلط ہیں، واضح رہے کہ جہاں کہیں کوڑھ یا شدید مرض کے مریضوں سے اجتناب کی تعلیم ہے، وہ صرف اس لئے کہ دوسروں کو کراہت اور تکلیف نہ ہو، چنانچہ شیخ محقق نے مسند احمد کے

حوالے سے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''کوئی شے کسی دوسرے شے کو بیماری نہیں لگاتی ورنہ پہلی کو کس نے بیماری لگائی؟ (یعنی یہ اعتقاد نہ رکھے) نہ بیماری لگنا ہے یعنی نہ تعدی (وائرس' پھیلنے والی وباء) ہے جو ایک سے دوسرے کو لگے اور نہ صفر' اللہ نے ہر جان کو پیدا کیا پھر اس کی عمر اور روزی اور اس کو پہنچنے والی آفتیں لکھ دیں''۔

کرمانی نے بخاری کی شرح میں اور علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ عرب کے لوگوں کے گمان میں صفر سے مراد یہ ہے کہ پیٹ کے اندر سانپ ہوتا ہے جو انسان کو بھوک کی حالت میں کاٹتا ہے اور ستاتا ہے اور یہی مرض میں تجاوز کرتا ہے یعنی مرض بڑھاتا اور پھیلاتا ہے اور کہتے ہیں کہ صفر وہ مہینہ ہے کہ اس میں آفتیں' مصیبتیں اور فتنے بہت ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفؔر سے مراد پیٹ کے وہ کیڑے ہیں جو بھوک کے وقت پھدکتے ہیں اور بعض اوقات مار ڈالتے ہیں یا صفر وہ کیڑا ہے جو جگر اور پسلیوں کی ہڈیوں کے کنارے میں پیدا ہوتا ہے تو اس سے آدمی نہایت زرد ہوتا ہے اور بعض وقت اس کو مار ڈالتا ہے' پس اسلام نے ان باتوں کو باطل یعنی بالکل غلط قرار دیا ہے اور مؤمن و مسلم وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقین رکھے اور ماہِ صفر کو بیماری لگنے یا بدشگونی یا نحوست وغیرہ کے حوالے سے نہ جانے اور یہی یقین رکھے کہ میرے لئے وہی ہے جو میرے رب نے لکھا ہے اور توبہ کرتا رہے' عدویٰ (تعدی) یعنی وبائی بیماریاں طبیبوں کے گمان میں حربیں ان کا بیان مصابیح کی شرح میں ہے' وہ لکھتے ہیں کہ عدویٰ کا معنی بیماری اور عادت کا کسی اور میں اثر کر دینا ہے' طبیبوں کے مطابق جذام (کوڑھ) خارش' سرخ بخار' چیچک' دین کی گندگی' آشوبِ چشم اور تمام وبائی امراض میں ایسا ہوتا ہے لیکن اہل ایمان کو یہ اعتقاد

نہیں کرنا چاہیے، رہے تعدی تو اللہ کی قضا سے ہو سکتی ہے یعنی خیال کرے اور وہ یہ اعتقاد رکھے کہ متعدی بیماریاں اسی وقت مؤثر ہو سکتی ہیں جب اللہ کی مشیت ہو ورنہ نہیں، یعنی امراض بالطبع متعدی نہیں ہوتے، خلاصہ یہ ہے کہ ماہ صفر کو بدشگونی کرتے ہوئے بیماری اور آفت کا مہینہ نہ جانے اور نہ ہی ایسا اعتقاد رکھے اور ہر حال میں اللہ کی رضا چاہے اور اپنے معاصی سے توبہ کرتا رہے اور گھر کے بوڑھوں یا عورتوں کی غلط کہاوتوں کو حقائق پر ترجیح نہ دے۔

میری پیاری اسلامی بہنو! برصغیر میں ماہِ صفر و تیزہ تیزی کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے، ایسا کہنے والوں کا گمان یا خیال ہے کہ اس ماہ کے پہلے ۱۳ دن بہت منحوس ہوتے ہیں، ان دنوں میں جادوگر، جنات اور بدروحیں کھلے تمام آفات چاہتی ہیں اور کام بگاڑتی ہیں، ایک کہاوت یہ بھی ہے کہ ان دنوں میں کوئی بیماری ہو جائے تو وہ مریض مشکل سے بچتا ہے یا اس ماہ میں لگنے والی بیماری مہلک یا شدید ثابت ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ اس ماہ میں شادی بیاہ کرنا، کوئی کاروبار، یا نیا کام کرنا، یا سفر شروع کرنا راس نہیں آتا، یہ سب محض توہمات ہیں اور گھڑی ہوئی غلط باتیں ہیں جنہیں کچھ لوگوں نے اعتقاد کا سا درجہ دے دیا ہے، تین تیرہ کا عدد بھی لوگ اچھا نہیں سمجھتے حالانکہ یہ محض اسلام دشمن پروپیگنڈا ہے کیونکہ تین سو تیرہ اصحاب بدر کی تعداد ہے، جنہوں نے حق و باطل کے پہلے معرکے میں فتح پائی تھی، علاوہ ازیں کچھ یہی تعداد رسولوں کی بتائی جاتی ہے، اس طرح دیکھا جائے تو جانے کتنی غلط باتیں رائج ہو چکی ہیں، ضروری ہے کہ اہل علم اس بارے میں لوگوں کو حقائق سے آگاہ کریں۔

ماہِ صفر کے بارے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس ماہ کا آخری بدھ کچھ لوگ بہت مناتے ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ اس روز آپ نے غسل صحت فرمایا تھا اور گھر سے نکل کر سیر کیلئے تشریف لے گئے

تھے، کچھ یہ کہتے ہیں کہ اس دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیماری نے شدت اختیار کر لی تھی یہ بلاؤ آفت کا دن ہے، کچھ کہتے ہیں کہ ماہ صفر کا آخری عشرہ بلاؤں اور آفتوں کا ہے۔ حضرت خواجہ خواجگان معین بے کساں، والیٔ ہندوستان سیدنا معین الدین حسنی چشتی سرکار غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قول منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ صفر کا مہینہ بڑا بھاری اور سخت مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ ہر سال دس لاکھ اسّی ہزار بلائیں نازل فرماتا ہے جس میں سے صرف ماہ صفر میں نو لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں، اس لئے اس ماہ کو دعا اور اطاعت میں بسر کرنا چاہیے، ایک قول یہ ہے کہ ماہ صفر میں تین لاکھ بتیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں اور آخری چہار شنبہ نہایت بھاری ہے جو بھی شخص بلا میں گرفتار ہوتا ہے اسی ماہ میں ہوتا ہے۔ ایک حدیث راحت القلوب میں نقل کی گئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے ماہ صفر کے گزرنے کی خوش خبری دے گا، میں اُسے بہشت میں جانے کی نوید دوں گا۔

میری اسلامی بہنو! راحت القلوب، حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سلطان الزاہدین بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے سلطان المشائخ حضرت سیدنا نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا، اس میں ماہ صفر کی آفات سے بچنے کی دعائیں اور اعمال بھی درج ہیں، ایسی مقتدر اور مقدس ہستیوں کے حوالے کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں رہنے دیتے کیونکہ ان ہستیوں کی عظمت ومرتبت میں کسی کو کلام نہیں، لیکن واضح رہے کہ اس بات کی تحقیق وتصدیق ضروری ہے کہ ان ہستیوں سے منسوب جو بات کی جارہی ہے وہ قرآن و حدیث سے بالکل متصادم نہ ہو اور ان بزرگوں سے ثابت ہو، یعنی ان بزرگوں کی کہی ہوئی ہو اور صحیح ہو کیونکہ کچھ اقوال ایسے بھی ہیں جو ان ہستیوں سے منسوب کر دیئے گئے

ہیں لیکن وہ تحقیقی طور پر ثابت نہیں۔ علاوہ ازیں محدثین کے طریق پر ان بزرگوں سے سنی ہوئی کچھ احادیث پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں مگر اُن میں تاویل کی گنجائش ہو تو ان کا یکسر انکار بھی نہیں کیا جا سکتا، راحت القلوب میں درج اس حدیث کا مفہوم کچھ اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری دنیوی حیات میں صفر آخری مہینہ تھا اور اس کا آخری بدھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں آخری تھا، چونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے معبودِ کریم کے لقا کا شوق غالب تھا، اس لئے آپ نے اس ماہ کے تمام ہونے کی خبر کو خوش خبری فرمایا، راحت القلوب میں درج ماہِ صفر کے بارے میں فرمودات کا مفہوم شاید کچھ یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور عبادت وطاعت میں بسر کرنے والے لوگ اس ماہ میں کسی طرح غفلت وسستی نہ کریں اور ہر مسلم ومؤمن یہی دعا کرے کہ اگر اس ماہ میں کوئی بلا نازل ہوتی ہے تو اللہ اُسے اُس بلا سے محفوظ رکھے!

میری پیاری اسلامی بہنو! واضح رہے کہ ان مقدس اولیائے کرام نے ماہ صفر کو ہرگز منحوس یا بُرا نہیں کہا ہے، اس لئے ان بزرگوں کا کلام کسی حدیث شریف سے متصادم نہیں ہے، وہ لوگ جو اس ماہ میں خوشی کی کوئی تقریب نہیں کرتے، نہ ہی کوئی ایسی تقریب منعقد کرنا اچھا گردانتے ہیں وہ اگر اس ماہ میں کوئی تقریب منعقد نہ کریں تو یہ ان کی صوابدید پر ہے لیکن وہ اس ماہ کو منحوس یا بُرا خیال نہ کریں، البتہ کچھ لوگ اہل بیت رسول رضوان اللہ علیہم سے محبت وعقیدت کا یہ بھی تقاضا سمجھتے ہیں کہ شہدائے کربلا کے چہلم تک کوئی خوشی کی تقریب نہ کی جائے، اُن لوگوں کا ایسا کرنا یا سمجھنا شرعی طور پر نہیں ہے یہ محض ان کی عقیدت ومحبت ہے اور ایسی صورت میں انہیں یہ محض کسی طعن وتشنیع وغیرہ کا ہدف نہیں بنایا جائے گا، تاہم ان لوگوں کو اہل بیت رسول رضی اللہ عنہم سے محبت و عقیدت کے اُن تقاضوں کو بھی پورا کرنا چاہیے جو بہت اہم ہیں، آخری چہار شنبہ کے

دن چھٹی کرنا اور کام نہ کرنا غلط روایت ہے، البتہ اس دن صدقہ وخیرات کرنا اور عبادت ودعا کرنا چاہیے اور بزرگوں نے جو نوافل اور دعائیں وغیرہ تعلیم کی ہیں وہ کرنا چاہیے اور اللہ کی عبادت سے کسی لمحے بھی روگردانی نہیں کرنا چاہیے، ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہم اپنے خالق ومالک اللہ کریم کو اس صورت میں راضی کر سکتے ہیں کہ جب ہم اللہ کریم کی فرماں برداری کریں، اس کے ارشادات اور تعلیمات کی پابندی و پیروی کریں اور شریعت وسنت کے مقابلے میں اپنی نفسی خواہشات یا طبیعت کو ترجیح نہ دیں، ہمیں اللہ کے فرامین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کی پیروی ہی میں فوز وفلاح حاصل ہوسکتی ہے، عاشق رسول حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کن اور قطعی بات فرمائی ہے کہ

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رخت جز در پے مصطفیٰ

الحمدللہ! تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، آپ سے بھی اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کی مدنی التجاء ہے، عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدنی قافلے بھی سنتوں کی تربیت کیلئے قریہ قریہ، شہر شہر، ملک بملک سفر کرتے رہتے ہیں، آپ بھی اپنے گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر پر آمادہ کیجئے اور انہیں تیار کر کے مدنی مرکز بھیج دیجئے۔ آپ کے شفقت فرمانے سے اگر آپ کا کوئی عزیز مدنی قافلے کا مسافر بن گیا تو اُس کے ساتھ ساتھ آپ کا سینہ بھی مدینہ بن جائے گا۔

خوش نصیب اسلامی بہنیں فکرِ مدینہ کرتے ہوئے مدنی انعامات پر عمل کرتی ہیں، آپ بھی ۶۳ مدنی انعامات کا کارڈ حاصل کیجئے اور روزانہ اُسے پُر کرنے کا معمول

بنایئے اور ہر مدنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنی حلقہ ذمہ دار اسلامی بہن کو جمع کروا دیجئے۔ ان شاء اللہ عزوجل! اُس کی برکت سے پابندِ سنت بننے‘ گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

ہر اسلامی بہن اپنا یہ مدنی ذہن بنائے کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل!

اپنی اصلاح کیلئے مدنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کیلئے گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر کروانا ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ اسلام کی سر بلندی کیلئے نیکی کی دعوتِ عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے! اللہ تعالیٰ دعوتِ اسلامی کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقی عطا فرمائے!

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

امیر اہل سنت دامت برکاتہم العالیہ ارشاد فرماتے ہیں: نگاہیں نیچی کئے، توجہ کے ساتھ درس و بیان سننے کی عادت بنائیے، کہ باتیں کرتے ہوئے، کچھ وِرد پڑھتے ہوئے، لاپرواہی کے ساتھ، اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے، زمین پر اُنگلی کے ساتھ کھیلتے ہوئے، لباس یا بالوں کو سہلاتے ہوئے، سننے سے اس کی برکتیں زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔

فضیلت دورد پاک

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحبِ معطر ومعنبر پسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کے بے شمار فضائل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: جس نے میری محبت اور میری طرف شوق کی وجہ سے صبح وشام مجھ پر تین تین بار درودِ پاک پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اُس بندے کے اُس دن

اور اُس رات کے گناہ معاف فرما دے۔

(القول البدیع، ص ۱۱۷)

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود   طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْبِ: صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔ (پ ۱۱، رکوع ۱۶)

اے میری اسلامی بہنو! ربیع الاوّل شریف کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ علماءِ اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ ماہِ ربیع الاوّل کا مرتبہ باقی تمام مہینوں سے زیادہ ہے حتیٰ کہ رمضان المبارک کی شان بھی اس مہینہ کی شان سے کم ہے، وجہ یہ ہے کہ رمضان مبارک میں قرآن کریم اترا، اعلانِ باری تعالیٰ ہے:

- شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ۔

رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

اور ربیع الاوّل میں صاحبِ قرآن تشریف لایا، اس میں قرآن آیا تو اس میں قرآن والا تشریف لایا، ہماری حقیقی عید تو اسی ماہ میں ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا پیارا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں عطا فرمایا، اگر وہ محبوب تشریف نہ لاتا تو رمضان، قرآن، ایمان غرضیکہ کوئی چیز بھی ہمیں نہ ملتی، یہ سب انہیں کا صدقہ ہے بلکہ اگر وہ پیدا نہ کیے جاتے تو ہم کیا کائنات کا کوئی ذرہ بھی معرضِ وجود میں نہ آتا۔

حبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس آیہ کریمہ کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہِ طور پر نوازا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: الٰہی! تو نے مجھے ایسی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے کہ مجھ سے

پہلے کسی کو ایسا مقام عطا نہیں ہوا‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! ہم نے تیرے دل کو متواضع پایا تو اس مقام سے نواز دیا۔

فَخُذْ مَا اٰتَيْنٰكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ وَقْتَ عَلٰى تَوْحِيْدِ وَحُبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ۔

جو آپ کو دیا گیا اس پر شکر کرو اور زندگی کے آخری لمحات تک توحید اور محمد کی محبت پر رہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! محمد کی محبت تیری توحید کے ساتھ ضروری ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اگر محمد اور اس کی اُمت نہ ہوتی تو میں جنت‘ دوزخ‘ سورج‘ چاند‘ رات‘ دن‘ فرشتے‘ انبیاء کسی کو پیدا نہ کرتا اور اے موسیٰ! تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

حدیثِ قدسی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ ۔

اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا۔

احسانِ عظیم

اے میری اسلامی بہنو! آپ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے ہمیں اپنا پیارا محبوب عطا فرمایا ہے‘ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں‘ ہم اپنے جسم کو ہی دیکھیں‘ آنکھ‘ کان‘ بازو‘ پاؤں وغیرہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ساری کائنات ان کی قیمت نہیں بن سکتی‘ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں‘ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہوسکتا‘ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔

اور پھر کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نعمت پر یہ نہیں فرمایا کہ اے انسان! میں نے تجھے یہ نعمت دے کر تجھ پر بڑا احسان کیا ہے، یعنی نعمتیں تو دی ہیں مگر احسان نہیں جتلایا اور جب کائنات میں اپنا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا تو ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۔

اللہ نے مؤمنین پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں بڑی عظمت والا رسول بھیجا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان جتلایا ہے، احسان اس نعمت پر ہوتا ہے جس پر دینے والے کو خود بھی ناز ہو۔

تشریحِ آیت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا اعلان اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے فرمایا ہے جس آیت کو میں نے عنوانِ تقریر بنایا ہے، اب اس کی مختصر تشریح سماعت فرمایئے، ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول تشریف لائے۔

اگر وہ ہم میں سے تشریف نہ لاتے تو ہم کبھی فیض حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

''اَنْفُسِكُمْ'' کی دو قرأتیں ہیں، ایک ''ف'' پر پیش اور دوسری میں ''ف'' پر زبر یعنی ''اَنْفَسِكُمْ'' اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ بے شک تم میں سے نفیس ترین اور بہترین جماعت سے آئے، تمام دنیا میں عرب افضل، عرب میں قریش افضل اور قریش میں بنو ہاشم افضل، حضور علیہ السلام بنو ہاشم میں پیدا ہوئے وہ جس مہینہ میں تشریف لائے وہ مہینہ افضل، جو کتاب لائے وہ تمام کتابوں سے افضل، جو دین لائے وہ تمام دینوں سے افضل، جس شہر میں آئے وہ تمام شہروں سے افضل اور جس زمانے میں

آئے وہ تمام زمانوں سے افضل، ان کے صحابہ تمام کائنات سے افضل، ان کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل، ان کا قانون قانونِ الٰہی، ان کا کلام کلامِ الٰہی، ان کا دیکھنا خدا کا دیکھنا، ان کا بولنا خدا کا بولنا، ان کا ہاتھ خدا کا ہاتھ، ان کا پھینکنا خدا کا پھینکنا، ان کی بیعت خدا کی بیعت، ان کا گھر خدا کا گھر ہے۔

بخدا! خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر!
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

یہاں لفظ ''رَسُوْلٌ'' کی تنوین تعظیم کیلئے یعنی بڑی عظمت والا رسول ''عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ'' تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے وہ تمہاری تکلیف نہیں دیکھ سکتے، یہ درحقیقت ہے کہ تکلیف ہمیں ہوتی ہے اور بے چینی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

تین مقام

حشر کو بھی جو مشکل مقام ہوگا ہمارے حضور علیہ السلام وہاں پر جلوہ افروز ہوں گے، ایک صحابی نے عرض کیا: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِدَاکَ اُمِّیْ وَاَبِیْ'' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں! اگر ہم نے آپ کو حشر میں تلاش کرنا ہو تو کہاں تلاش کریں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تین مقام ہوں گے جہاں میں مل سکوں گے، جہاں میری اُمت کے عمل تولے جا رہے ہوں گے، میں پاس کھڑا ہوں گا، اگر امتی کا عمل کم ہو جائے تو اس کی کمی کو پورا کر دوں، صحابی نے عرض کیا: آقا! اگر ہم آپ کو وہاں نہ پائیں تو! حضور علیہ السلام نے فرمایا: حوضِ کوثر پر ہوں گا، اُمت پیاسی ہوگی، میں آبِ کوثر کے جام پلاتا ہوں گا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں

ربّ ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا کھلاتے یہ ہیں
اس کی بخشش ان کا صدقہ دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
اِنَّـا اَعْـطَيْـنٰكَ الْكَـوْثَـرْ ساری کثرت پاتے یہ ہیں
قصر دنیٰ تک کس کی رسائی جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں

صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم وہاں بھی نہ پائیں، تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پل صراط پر کھڑا ہوں گا، جبریل کے پَر بچھے ہوں گے اور میں دعا کرتا ہوں گا۔

"رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ" اے میرے رب! میری امت کو سلامتی سے گزار دے!
آپ اندازہ فرمائیں جب دعا فرمانے والے سید الانبیاء ہوں تو غم کس چیز کا؟

رضا پل سے اب وجہ کرتے گزریئے کہ ہے "رَبِّ سَلِّمْ" صدائے محمد

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔
تمہاری بھلائی کے چاہنے والے مؤمنوں پر رحم کرنے والے مہربان ہیں۔

کوئی اپنی اولاد پر حریص ہوتا ہے، کوئی دولتِ دنیا کا حریص ہوتا ہے، کوئی اپنے آرام کا حریص ہے مگر ہمارے حضور علیہ السلام صرف ہمارے ہی حریص ہیں، انہیں جتنا پیار اپنی اُمت سے ہے اور کسی چیز سے نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں حضور علیہ السلام کی شان میں "رَءُوْف رَحِيْمٌ" فرمایا ہے، حالانکہ "رَؤُفٌ" اور "رَحِيْمٌ" اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔

صفاتِ الٰہی

قرآن کریم میں ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" ثابت ہوا کہ رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں مگر یہی صفتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا

فرمائی ہیں، حضور علیہ السلام کی یہ صفات عطائی ہیں، اللہ تعالیٰ بھی رؤف رحیم ہے اور اس کا حبیب بھی رؤف رحیم ہے، قرآن کریم ایک آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی شان بیان فرماتا ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

اس آیت کے متعلق حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مدارج النبوۃ کے ابتداء میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حمد خدا بھی ہے اور یہی آیت نعتِ مصطفیٰ بھی ہے، یہ صفاتِ الٰہی بھی ہیں اور صفاتِ رسول بھی ہیں، علامہ اقبال نے اس کا یوں ترجمہ کیا ہے:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ
وہ دانائے سبل ختم الرسول مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

اوّل و آخر

حضور علیہ السلام اوّل بھی ہیں اور آخر بھی ہیں، سب سے پہلے تخلیق کئے گئے اور سب سے آخر بھیجے گئے۔ خصائص الکبریٰ جلد ا ص ۱۵۶، پر ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات حضور علیہ السلام کو کچھ احباب ملے، انہوں نے آپ پر اسلام پڑھا، الفاظ یہ تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اٰخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ ۔

جبریل نے عرض کیا: حضور! یہ سلام کرنے والے حضرات ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے، معلوم ہوا کہ انبیائے سابقہ بھی آپ کو اوّل اور آخر کہہ

کر پکارتے تھے۔

حدیث

اے میری اسلامی بہنو! یہ حدیث بہت مشہور ہے اور اس حدیث کو امام بخاری کے استاد سید عبدالرزاق نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ'' مجھے فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے کس کو پیدا کیا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءَ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُّوْرِهٖ ۔

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

پھر وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ کو منظور تھا، سیر کرتا رہا، اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھی، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتے تھے نہ آسمان، نہ چاند تھا نہ سورج، نہ جن تھے نہ انسان، نہ مٹی نہ پانی، نہ آگ تھی اور نہ ہوا، غرضیکہ کائنات کی کسی شے کا وجود نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے، ایک سے قلم، دوسرے سے لوحِ محفوظ، تیسرے سے عرش اور چوتھے سے باقی سب چیزیں پیدا فرمائیں، یہ حدیث کافی طویل ہے، اس کو امام قسطلانی نے مواہب الدنیہ، امام ابن حجر مکی نے افضل القریٰ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں درج فرمایا ہے۔

ایک شبہ

اس حدیث میں کسی کو کلام نہیں، صرف بعض حضرات کو ''نُوْرَ نَبِيِّكَ'' کی تشریح میں غلط فہمی ہوگئی ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہاں لفظ ''نُوْرَ'' لفظ ''نَبِيِّكَ'' کی طرف

مضاف ہے اور مضاف و مضاف الیہ میں تغایر ہوتا ہے، جیسے زید کی ٹوپی، زید اور ہے ٹوپی اور، تو معلوم ہوا کہ نبی اور ہے نور اور۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اضافت بیانیہ ہے اور یہ کہنا کہ مضاف اور مضاف الیہ الخ میں ہمیشہ تغایر ہوتا ہے صحیح نہیں، اگر یہ دعویٰ تسلیم کر لیا جائے تو نفسہ، عینہ، ذاتہ، وجودہ کا کیا جواب ہوگا؟ امامِ اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اگر یہاں اضافتِ بیانیہ نہ لی جائے بلکہ نور سے وہی مشہور یعنی روشنی (کہ عرض و کیفیت) مراد ہو تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض و صفت، پھر وجود موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیسے ممکن ہے، لاجرم حضور خود ہی وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہیں۔

"مِنْ نُوْرِہٖ"

یونہی "مِن نورِہٖ" میں بھی اضافت بیانیہ ہے، اس میں لفظ "مِنْ" سے دھوکہ کھانے والوں کو "وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" پر غور کرنا چاہیے۔

بشریت

اسی طرح لباسِ بشریت ہی نور کی نفی نہیں کرتا ورنہ "فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا" کا کیا جواب ہوگا؟ جبریلِ امین نور ہیں مگر لباسِ بشریت میں حضرت مریم کے پاس آئے۔

عبدیت

یونہی عبدیت بھی نور کے منافی نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کیلئے "بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ" فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ عبد اور بشر، نور کے متضاد چیزیں نہیں کہ جمع نہ ہوسکیں۔

عبادتِ نور

پھر یہ مخلوقِ اوّل نورِ کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہزار ہا برس تک خاص مقامِ قرب میں عبادتِ الٰہی کرتا رہا، ستّر ہزار سال تک قیام فرمایا، پھر ستّر ہزار سال رکوع میں رہا، تب سجدہ کیا تو صبح کی نماز فرض ہوگئی، سجدہ میں گئے تو ظہر اور عصر کی نماز، پھر قیام اور سجدہ ہو تو مغرب کی نماز اور چوتھی بار عشاء کی نماز فرض ہوگئی۔ حضرت شیخ فریدالدین عطاء رحمۃ اللہ علیہ منطق الطیر میں لکھتے ہیں:

قرن ہا اندر رکوع استادہ بود عمر ہا اندر سجود افتادہ بود
از نماز نور آں دیہائے راز فرض شہ بر جملہ رمتا نماز

اُمت کیلئے استغفار

پھر اس نور نے دو نفل ادا کئے، ایک ہزار برس قیام، ہزار سال رکوع، ہزار سال قومہ، ہزار سال سجدہ، ہزار برس جلسہ، ہزار برس دوسرے سجدہ میں رہے، اسی طرح دوسری رکعت بھی ادا کی، جب فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے حبیب! تو نے میری عبادت کا حق ادا کر دیا ہے، میں نے تیری عبادت قبول کر لی ہے اب جو چاہے مانگ لے! حضور علیہ السلام نے عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے ایک قوم کا رہنما بنا کر روانہ فرمائے گا بہ تقاضائے بشریت ان سے غلطیاں سرزد ہوں گی، میں آج اپنی اُمت کیلئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، اس مضمون کو علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں، علامہ عبدالباقی نے زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں، ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے معارج النبوۃ میں، علامہ یوسف نبہانی نے جواہر البحار میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے، یہ نور مقامِ خاص میں کئی ہزار برس تک چمکتا رہا، انسان العیون، روح البیان، سیرتِ حلبیہ، جواہر البحار کے علاوہ کئی کتابوں میں ہے کہ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل! تیری عمر کتنی ہے؟ عرض کی: حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب میں ہر ستّر ہزار برس بعد ایک ستارہ چمکتا تھا، اس کو میں بہتّر ہزار مرتبہ دیکھا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اپنے رب کے عزت وجلال کی قسم! "اَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ" وہ ستارہ میں ہی تھا"۔

خاکِ پاک

ایک دن جبریل کو حکم ہوا کہ زمین پر جا اور مزارِ مقدس کی جگہ سے ایک مثقال خاکِ پاک لے آ، جبریل نے آ کر زمین کو حکم سنایا، زمین ذوق سے وجد میں آ گئی اور مثل کافور کے خاکِ پاک ظاہر ہوئی، جبریل اس خاک کو لے کر اپنے مقام پر پہنچے تو حکم ہوا کہ ماءِ معین کوثر و تسنیم میں ملائی جائے، اب وہ خاک کا ذرہ نور کے کان میں پہنچا اور ہزار برس رہا تو اس کی ماہیت بدل گئی۔

یہ امر مسلم ہے کہ جب کوئی چیز کان میں جاتی ہے تو اس کی ہیئت واحکام بھی بدل جاتے ہیں تو وہ خاک کا ذرہ خاک کہاں رہا نور ہو گیا، اس کیلئے بے شمار نظائر موجود ہیں مگر یہ مختصر مضمون نہیں، اب نیا دور شروع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ "خَلِيْفَةُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ" کی پیدائش ہو، چنانچہ آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کیا گیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ" ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے تو میری نبوت چمک رہی تھی۔

نورِ آدم کے پاس

اب وہ نورِ مقدس حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت پرندے کی سی آواز سنی، عرض کیا: یا اللہ! یہ آواز کیا ہے؟ جواب آیا کہ یہ محمد مصطفیٰ میرے محبوب کی تسبیح کی آواز ہے، میرا عہد پکڑو اور اسے پاک رحموں اور مقدس پشتوں میں امانت رکھنا، اب وہ نور

چمکا، فرشتوں کو حکم ہوا، سجدہ کیجئے، سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا اور انکار کی سات دلیلیں پیش کیں، حکم ہوا کہ نکل جاؤ! تو میری بارگاہ سے دور کر دیا گیا ہے، تجھ پر قیامت تک میری لعنت برستی رہے گی، ادھر سجدہ کرنے والوں کو مراتبِ رفیعہ عطا کیے گئے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ آدم کو سجدہ اس لیے ہوا کہ

كَانَ فِيْ جَبْهَتِهٖ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ان کی پیشانی میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور تھا۔

انگوٹھوں کا چومنا

حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ فرشتے ان کے پیچھے پیچھے پھرتے رہتے ہیں اور سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں، عرض کیا: یا اللہ! یہ فرشتے میرے پیچھے کیوں پھرتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ یہ میرے حبیب کے نور کی زیارت کرتے ہیں، عرض کی: یا اللہ! یہ نور میری پیشانی میں ہونا چاہیے تاکہ فرشتے میرے آگے کھڑے ہوں، لہٰذا وہ نور پیشانی میں رکھ دیا گیا، وہ نور پیشانئ آدم میں آفتاب کی طرح چمکتا رہا اور فرشتے صفیں باندھے اس کی زیارت کرتے رہے، حضرت آدم نے خواہش ظاہر کی کہ میں بھی دیکھوں تو نور ان کی انگلی میں ظاہر ہوا، انہوں نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور کہا:

قُرَّةُ عَيْنِىْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ (روح البیان)

اب آدم علیہ السلام بھی زیارت کرتے اور کہتے: تم ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ ہو۔

ظہار میں میرے پھول حقیقت میں میری نخل
یہ صدا ان کی یاد میں ابوالبشر کی ہے!

پھر وہ نور حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا، آپ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے زیادہ حسین وجمیل تھے، جب حدِ بلوغ کو پہنچے تو اب سے اس نور کی حفاظت کا

عہد لیا گیا کہ اس مقدس نور کو نہایت پاکیزہ طریقہ سے ارمامِ طاہرات و اصلابِ طیبات تک پہنچائیں، چنانچہ عہد نامہ قرن بعد ایک دوسرے تک وصول ہوتا رہا، اب وہ نورِ پاک جناب انوش، فینا، مہلائیل یاروسے ہوتا ہوا حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس پہنچا، آپ تین سو پینسٹھ سال کی عمر میں زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے، پھر وہ نور متوشخ لامک سے منتقل ہو کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آیا، اسی نور کے صدقے کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

جناب متوشلخ کے پاس ۹۶۹ سال، مالک کے پاس ۷۷۰ سال، حضرت نوح علیہ السلام کے پاس ایک ہزار سال، اس کے بعد جناب سام ارفخشد، حضرت ہود علیہ السلام، جناب شالخ، فالج، اشروع، ارعونا جوز سے ہوتا ہوا جناب تارخ کے پاس تشریف لایا، تارخ حضرت ابراہیم علیہ السلام واکے والد تھے، نہایت عابد زاہد نیک فال تھے، کئی کئی مہینے پہاڑوں میں تنہا عبادت کرتے تھے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے، آپ کی وفات کے بعد آپ کے دادا نے کفالت اپنے ذمہ لی! جب دادا بھی فوت ہو گئے تو آذر (جو حضرت ابراہیم کا چچا تھا) کی پرورش میں آ گئے، یہ بت تراش تھا، آذر آپ کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا جس نے پرورش کی، جب آپ جوان ہوئے تو اپنے چچا کو کہا: ''لَا تَعْبُدُ الشَّیْطٰنَ'' شیطان کی پیروی نہ کرو! آیت کی ابتداء یوں ہوتی ہے:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ اٰذَرَ ۔

جب اپنے اَب آذر کو کہا!

یہاں لفظ ''اَب'' سے بعض احباب کو سخت غلط فہمی ہوتی ہے! انہوں نے ''اَب'' کا ترجمہ والد کیا ہے حالانکہ ''اَب'' عام ہے باپ، چچا، دادا سب کیلئے بولا جاتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو فرمایا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے باتفاق جواب دیا:

"ہم عبادت کریں گے آپ کے خدا اور آپ کے اَب ابراہیم، اسماعیل، اسحاق علیہم السلام کی"۔

اس آیت میں لفظ "اٰبَـا"، "اَب" کی جمع ہے، یہاں لفظ "اب" اسحاق علیہ السلام پر بولا گیا ہے، وہ آپ کے باپ ہیں، اسماعیل علیہ السلام کو بھی "اَب" کہا گیا ہے! حالانکہ وہ آپ کے چچا ہیں، ابراہیم علیہ السلام کو کہا گیا ہے حالانکہ وہ دادا ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ "اَب" باپ، چچا، دادا سب کیلئے پذیر ہوئے! آپ فرماتے ہیں: میں بطحاء مکہ سے چل کر کوہِ ثبیر پر چڑھ جاتا تو میری پشت سے ایک نور نکل کر دو حصے ہو جاتا، ایک حصہ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پھیلتا چلا جاتا اور بصورت بادل مجھ پر سایہ کر دیتا، پھر آسمان کا دروازہ کھل جاتا اور جب میں زمین پر بیٹھتا تو زمین سے آواز آتی: اے وہ ذات جس کی پشت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ مقدس ہے، آپ پر میرا اسلام ہو! اور جب میں کسی خشک درخت اور کسی خشک جگہ پر بیٹھتا تو وہ فوراً سرسبز ہو جاتے اور اپنی ہری بھری ٹہنیاں مجھ پر ڈال دیتے اور جب میں لات وعزیٰ اور دوسرے بتوں کے پاس سے گزرتا تو بت چیخنا شروع کر دیتے اور کہتے کہ ہم سے دور ہو جا! تیرے اندر وہ چیز ہے جس کے ہاتھوں پر ہماری اور تمام دنیا کے بتوں کی ہلاکت ہوگی! آپ کے یہ عجائبات دور دور تک مشہور ہو گئے تو ستر یہودیوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا کہ جب تک عبداللہ کو قتل نہ کریں، ہم اپنی قوم کو منہ نہیں دکھائیں گے!

ستر یہودی

اس غرض سے وہ مکہ میں آئے اور موقعہ تلاش کرتے رہے، ایک دن حضرت عبداللہ شکار کی غرض سے شہر کے باہر جا رہے تھے کہ انہی ستر یہودیوں نے اپنی

زہر آلود تلواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کر دیا' ایک رنگا رنگ فوج گھوڑوں پر سوار اچانک آسمان سے اتری اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے یہودیوں کو ختم کر دیا!

اس واقعہ کو عبد مناف کے بیٹے حضرت واہب دیکھ رہے تھے' یہ کرامت دیکھ کہ انہوں نیمکمل ارادہ کر لیا کہ اپنی لڑکی آمنہ خاتون کو عبداللہ کے نکاح میں دیں گے' فوراً گھر آئے اور اپنی بیوہ برّہ بنت عزیٰ کو اس عجیب واقعہ کی خبر دے کر کہا کہ عبداللہ قریش میں سب سے زیادہ خوبصورت نوجوان ہے' میں اپنی بیٹی آمنہ کیلئے اس سے زیادہ اچھا کوئی رشتہ نہیں پاتا' پھر حضرت برّہ کو عبدالمطلب کے پاس بھیجا اور کہا کہ آپ اپنے بیٹے کیلئے میری لڑکی آمنہ خاتون کو قبول کر لیں' حضرت عبدالمطلب نے اس کو پسند فرمایا اور حضرت آمنہ حضرت عبداللہ کے نکاح میں آ گئیں!

اُمِ قتال!

یوں وہ نور حضرت آمنہ کی طرف منتقل ہو گیا! سینکڑوں وہ عورتیں جو حضرت عبداللہ سے شادی کی خواہش رکھتی تھیں' مایوس ہو گئیں' ان میں سے ایک عورت اُمِ قتال نے جو سب سے زیادہ خواہش مند تھی' صبح سویرے حضرت عبداللہ کو دیکھ کر منہ پھیر لیا' آپ نے فرمایا کہ تو نے اعراض کیوں کیا؟ بولی: جس نور کی میں طلب گار تھی وہ آج تیری پیشانی سے غائب ہے' اب مجھے تیری کوئی حاجت نہیں' یہ واقعہ سیرت ابن ہشام میں ہے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب حضور میرے پاس تشریف لائے تو مجھے اپنے جسم سے پیاری پیاری خوشبو آیا کرتی تھی!

جانوروں کی مبارکبادیاں!

سیرتِ حلبیہ میں ہے: جب وہ نور حضرت آمنہ کے پاس تشریف لایا تو قریش کے مویشیوں نے اور چار پائیوں نے ایک دوسرے کو بشارت دی' قسم ہے کعبہ کے

رب کی کہ آج رات دنیا کا سردار اپنی والدہ کے پاس آ گیا، اسی رات تمام دنیا کے بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے گئے، سب بت سرنگوں ہو گئے، روئے زمین کے تمام بادشاہ گونگے ہو گئے، ایک اعلان ہو رہا تھا کہ ابوالقاسم کا ظہور قریب ہو گیا ہے۔

نبیوں کی مبارک بادیاں!

آپ فرماتی ہیں کہ پہلا مہینہ گزرا تو میں نے بلند قد والا دیکھا جس نے بڑی تسلی کے لہجہ میں فرمایا کہ آمنہ! تجھے خوشخبری ہو! تو نبیوں کے سردار کی حاملہ ہے! میں نے عرض کی: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں آدم علیہ السلام ہوں! دوسرے مہینے حضرت شیث علیہ السلام کی زیارت ہوئی انہوں نے بھی مبارکباد دی، تیسرے مہینے نوح علیہ السلام، چوتھے مہینے حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں مہینے حضرت ہود علیہ السلام، چھٹے مہینے حضرت ابراہیم علیہ السلام، ساتویں مہینے حضرت اسماعیل علیہ السلام، آٹھویں مہینے حضرت موسیٰ علیہ السلام، نویں مہینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارتیں دیں!

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ مجھے ان نو ماہ میں کچھ بوجھ محسوس نہ ہوا، نہ کوئی چیز جو عورتوں کو پیش آتی ہے، میں ان سے بالکل مبرا اور صاف رہی!

ابرہہ کا حملہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے صرف باون دن پہلے ابرہہ جو شاہِ حبش نجاشی کی طرف سے یمن کا گورنر تھا، کعبہ شریف کی عظمت کو برداشت نہ کر سکا، ایک بڑا جنگی لشکر ہاتھیوں سمیت لے کر کعبہ شریف کو گرانے کی غرض سے حملہ آور ہوا، جب کعبہ شریف سے تیں میل دور وادئ محسّر میں پہنچا تو اس کے ہاتھی نے آگے جانے سے انکار کر دیا، آخر مجبوراً اسی جگہ لشکر کا پڑاؤ ڈال دیا! عرب والوں کا ہاتھی ایک عجیب چیز تھی، انہوں نے اس سے قبل ہاتھی کبھی نہیں دیکھے تھے، اس بڑے لشکر کی سطوت وشوکت سے گھبرا کر اہل مکہ پہاڑوں میں جا چھپے، صرف حضور علیہ السلام کے دادا حضرت

عبدالمطلب اور ان کے خاندان کے چند افراد جن کی تعداد بمشکل بارہ افراد تک پہنچتی تھی باقی رہ گئے اور ابرہہ کے اس عظیم لشکر سے مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے !

ابرہہ کے ساتھی اور اونٹ !

اس دوران میں ابرہہ کے کچھ لشکری اہل مکہ کے مویشیوں کے ساتھ حضرت عبدالمطلب کے چند اونٹ بھی لے گئے، حضرت عبدالمطلب اکیلے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر ابرہہ کے پاس پہنچ گئے، ابرہہ نے جب اس پیکرِ شرفت کو اپنی طرف آتے دیکھا تو استقبال کیلئے خیمے سے نکل آیا اور نہایت احترام سے پیش آیا، اس نے کہا: آپ کیسے تشریف لائے ؟ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اہل عرب عبدالمطلب کے نام سے پکارتے ہیں اور یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ تیرے لشکری میرے اونٹ لے آئے ہیں وہ واپس دے دو، ابرہہ نے تکبر آمیز قہقہہ لگایا اور کہا: عبدالمطلب ! اپنے کعبہ کی فکر کرو اونٹ تو ایک حقیر چیز ہے، میں تمہارا کعبہ گرانے آیا ہوں میں نے تو سمجھا تھا کہ کعبہ کو بچانے کی کوشش کیلئے آئے ہو گے اور اسے نہ گرانے کی درخواست کرو گے تمہیں تو اپنے اونٹوں کی فکر ہے۔

تعجب ہے کہ ایک ناچیز شی کا ذکر کرتے ہو
نہیں کعبہ کی فکر اونٹوں کی فکر کرتے ہو

ابرہہ کی بات سن کر حضرت عبدالمطلب نے کیا نفیس جواب دیا، فرمایا۔

صداقت ہے یہی میں اپنی شی پر فکر کرتا ہوں
کہ میرا مال ہیں اونٹ اس لیے فکر کرتا ہوں
کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے
جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے

”اے ابرہہ! مجھے کعبہ کی فکر کیوں ہو؟ کعبہ جانے، کعبے والا جانے، مجھے میرے

اونٹ واپس کر دے'' ابرہہ آپ کا یہ صداقت انگیز جواب سن کر خاموش ہو گیا' اونٹ واپس کر دیئے' آپ اونٹوں کو لے کر گھر واپس تشریف لائے اور حضور علیہ السلام کی والدہ حضرت آمنہ کو ساتھ لے کر کعبہ شریف میں حاضری دی اور دعا کی: ''اے کعبہ کے مالک! اے چودہ طبق کی کائنات کے خالق! تو سمیع و بصیر ہے' تو علیم و خبیر ہے' تو جانتا ہے کہ دشمن تیرے مقدس گھر کو گرانے کی نیت سے آیا ہے' الٰہی تو نے مجھے بشارت دی تھی کہ تیرے گھر میں ایک نور چمکے گا' الٰہی! اگر وہ نور آمنہ کے پیٹ میں ہے تو: اُس کے واسطے سے ہم دعا کرتے ہیں' اے مالک اسوا تیرے ہم کسی سے نہیں ڈرتے' اے مالک! بچالے یواش دشمن سے اپنے گھر کی حرمت کو بچالے' آلِ اسماعیل کے سامانِ عزت کو صبح سورج کے طلوع کے ساتھ ہی ابرہہ کعبہ پر حملہ کی تیاری کرنے لگا' اُدھر حضور علیہ السلام کے وسیلے سے مانگی ہوئی دعا فوراً قبول ہوگئی' پروردگارِ عالم نے ابابیلوں کے لشکر کو تیار رہنے کا حکم دے دیا' لشکرِ ابرہہ کی کعبہ پر چڑھائی کا منظر حضرت عبدالمطلب اپنے خاندان سمیت ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے' جونہی لشکر کے ہاتھی کعبہ کے قریب آئے تو سب کے سب عظمت کعبہ کے سامنے سجدے میں گر گئے' بہت ہاتھیوں کو مارتے ہیں' اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں' مگر

پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جنبش تک نہیں کرتے
خدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطاں سے نہیں ڈرتے

اور ابرہہ کا ہاتھی جس کا نام محمود تھا' وہ تو بالکل اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا' ابرہہ یہ صورت دیکھ کر بہت گھبرایا اور فوج پیدل کو حملہ کرنے کا حکم دیا' ابھی اس نے یہ حکم دیا ہی تھا کہ پروردگارِ عالم کا لشکر جدہ کی طرف سے نمودار ہوا' چھوٹے چھوٹے ہزاروں ابابیل منہ میں تین تین کنکریاں اور ایک ایک کنکری پنجوں میں لے کر ابرہہ کے لشکر پر آ گئے اور سنگریزوں کی بارش شروع کر دی' قدرتِ خداوندی کہ ہر کنکر پر اس شخص کا نام

لکھا ہوا تھا جس سے وہ مارا جاتا تھا' جب کنکر جسم پر پڑتا تو جسم کو چیر کر پاؤں کی طرف نکل جاتا' دیکھتے ہی دیکھتے یہ عظیم الشان لشکر چند منٹوں میں تباہ برباد کر دیا گیا' قرآن پاک نے اس واقعہ کو کتنے شاندار طریقہ پر بیان فرمایا ہے' ارشاد ہوتا ہے:

> ترجمہ: ''اے محبوب! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟ کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا اور اوپر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں کہ انہیں پتھر کے کنکر سے مارتے تھے تو ان کو کر ڈالا جیسے کوئی کھائی ہوئی کھیتی ہوتی ہے''۔

اسی لیے عرب والے اس سال کو عام الفیل اور سنۃ الفتح والا بتہاج بھی کہتے ہیں۔

ظہورِ نور

جب نور کے ظہور کا وقت آیا' رات جا رہی تھی اور صبح آ رہی تھی' پیر کا دن تھا' سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مختصر جماعت کو آسمان سے اترتے دیکھا جن کے پاس تین سفید جھنڈے تھے' اس جماعت نے ایک جھنڈا میرے گھر کے صحن میں گاڑ دیا' ایک کعبہ کی چھت پر اور ایک بیت المقدس پر کھڑا کر دیا' اس سہانی رات میں آسمان کے ستارے قریب آ رہے تھے' ان ستاروں کی روشنی نے تمام دنیا کو نور سے بھر دیا' میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل رہے تھے' میں گھر میں اکیلی تھی' عبدالمطلب طوافِ کعبہ کو گئے ہوئے تھے' اچانک میں نے سفید پرندے کے بازو کو دیکھا' جو میرے دل پر مل رہا تھا' اس کے اثر سے میری بے چینی زائل ہو گئی' پھر میں نے غور سے دیکھا کہ میرے سامنے شربت کا ایک پیالہ ہے جس کا رنگ بالکل سفید تھا' میں اسے دودھ سمجھ کر پی گئی وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا' پھر میرے پاس چند عورتیں آئیں' میں نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ ان میں سے ایک بولی: میں مریمؑ عیسیٰ کی والدہ ہوں' دوسری بولی کہ میں آسیہ فرعون کی بیوی ہوں' تیسری نے کہا: میں ہاجرہ

ہوں، باقی سب حوریں ہیں، ہم سب آپ کی خدمت کیلئے آئی ہیں، پھر ایک آواز آئی جس سے میں پریشان ہوگئی، دیکھا تو ایک سفید ریشم کی چادر آسمان اور زمین کے درمیان لٹک گئی، ایک پکارنے والے نے کہا کہ اس کو دنیا کی نگاہوں سے چھپا لو، آسمان سے عورتیں اتر رہی تھیں، جن کے ہاتھوں میں سفید آفتابے تھے، پھر بادل کا سفید ٹکڑا جس میں سبز رنگ کی چڑیاں جن کی چونچیں یاقوت کی مانند سرخ نظر آئیں، یہ دیکھ کر میرا بدن پسینہ پسینہ ہوگیا جو قطرہ ٹپکتا تھا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی، کیا دیکھتی ہوں کہ مشرق و مغرب زمین و آسمان ایک دم روشن ہو گئے، حتیٰ کہ شام کے محلات اور بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نظر آنے لگیں، اس نور کا منبع میرا وجود تھا، اطرافِ عالم میں اعلان ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوگئے، حضرات یہ وقت سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کا ہے تمام حضرات مل کر کھڑے ہو کر سلام پڑھیے۔

سلام بحضور سیّد الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام   شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند   اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا   اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک سے سننے والے وہ کان   کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا   اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں   اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے   اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
جس کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی   ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں   اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اعلانِ الٰہی

پروردگار نے فرمایا:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۔

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

تمام مفسرین کرام اس پر متفق ہیں کہ اس آیت میں لفظ ''نور'' سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ نور سے مراد بھی قرآنِ کریم ہے، یہ صحیح نہیں۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ نور اور کتاب دونوں سے قرآن مراد لینا ضعیف ہے کیونکہ عطف سے معطوف علیہ میں مغایرت کا ہونا ضروری ہے، حضور کا نام نور ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

فضیلت شبِ ولادت کی تین وجوہ

اے میری اسلامی بہنو! علامہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں کہ شبِ ولادت سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شبِ قدر سے افضل ہے، آپ فرماتے ہیں کہ اس کی تین وجوہ ہیں:

اوّل: شبِ ولادت آپ کی ذاتِ گرامی کے ظہور کی رات ہے اور شبِ قدر آپ کو عطا کی گئی اور اس مسئلہ میں کسی کو بھی نزاع نہیں ہے، اس اعتبار سے شبِ ولادت شبِ قدر سے افضل ہے۔

دوم: یہ کہ شبِ قدر نزولِ ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہے اور شبِ ولادت آپ کے ظہور کی وجہ سے مشرف اور وہ ذات جس کی وجہ سے شبِ ولادت کو فضیلت دی گئی ہے، یقیناً ان صفات سے افضل ہے جن کی وجہ سے شبِ قدر کو فضیلت دی گئی، لہٰذا شبِ

ولادت شبِ قدر سے افضل ہوئی۔ علامہ فرماتے ہیں:

تیسری وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں صرف امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضل واقع ہوا اور شبِ ولادت میں تمام موجودات پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہوا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

لٰہذا آپ کی وجہ سے تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عام ہوئی ہیں' لٰہذا شبِ ولادت کا نفع زیادہ ہے اور یہی افضل ہے۔

دُرِ یتیم

ظہور سے پہلے ہی والد صاحب وصال فرما گئے' ابھی چھ سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ بیکرِ شفقت ومحبت والدہ کا بھی انتقال ہو گیا' اب دادا عبد المطلب ہیں' دادا کو اس مقدس پوتے سے بے حد پیار تھا' تھوڑی دیر کیلئے آنکھوں سے جدا نہیں کرتے تھے' اب دو سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ دادا بھی داغِ مفارقت دے گئے' اب شفیق چچا ابو طالب ہیں' عبد المطلب کے انتقال کے بعد لوگوں نے سمجھا کہ ابو طالب کثیر العیال ہیں' اپنی اولاد کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا بھی مشکل ہے چہ جائیکہ یتیم عبد اللہ کی نگرانی کر سکیں مگر ابو طالب کے دل میں اللہ تعالیٰ نے وہ محبت پیدا کر دی کہ اتنی محبت اپنے صلبی بچوں سے بھی نہیں تھی۔

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اُٹھا لیا — پڑھنے لگے تو مادر وعم ہو گئے جدا
چلنے لگے تو دادا عدم کو رواں ہوا — ایک ایک سایہ یونہی اٹھتا چلا گیا
سائے پسند نہ آئے پروردگار کو — بے سایہ کر دیا اس سایہ دار کو

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

عرب کے رواج کے مطابق قبیلہ بنی سعد کی دائیاں مکہ شریف پہنچ گئی تھیں' ان

میں ایک حلیمہ بھی تھی' اس کی سواری کمزور تھی' اس لیے وہ پیچھے رہ گئی تھی جب وہ پہنچی تو امراء کے سب بچے تقسیم ہو چکے تھے' اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ میں مایوس ہی واپس چلی جاؤں گی' غیب سے آواز آئی: اے حلیمہ! غم نہ کر آج تیری گود میں کونین کی دولت آ رہی ہے' حلیمہ! آج تیری قسمت پر حوریں رشک کریں گی' آواز آ رہی تھی:

واہ واہ حلیمہ تیرے تے اج کرم کمایا جانا ایں!
اَج یکتا تیری جھولی دیوچہ گوہر پایا جانا ایں
ایہہ تیرے حق پچھانے گا نالے چارے گا تیریاں بکریاں نوں
ایسے نوں اِک دن عالم و مختار بنایا جانا ایں

حلیمہ جب حضور علیہ السلام کو گود میں لے کر واپس جا رہی تھی تو وہ سواری جو چلنے کا نام نہیں لیتی تھی' اب اس کی حالت یہ تھی کہ حلیمہ روکتی ہے تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی' حلیمہ کے گھر کی برکت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے' حلیمہ کی بکریاں جنہوں نے حدت سے دودھ دینے کا نام نہیں لیا تھا' اب اتنا دودھ دیتی ہیں ختم ہی نہیں ہوتا۔

چاند کا رقص

رات ہو چکی تھی' اندھیرے آہستہ آہستہ گہرے ہوتے چلے گئے' حلیمہ سعدیہ نے ایک عجیب منظر دیکھا' چاند نکل آیا تھا اور ستارے چھپتے نظر آ رہے تھے' اس نے دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے ہیں' حلیمہ نے دیکھا کہ جس طرف حضور کا مبارک ہاتھ اُٹھتا چاند بھی اُدھر ہی پھر جاتا تھا' امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ فرماتے ہیں:

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے' مہہ میں کیا ہی چلتا تھا' اشاروں پر کھلونا نور کا مٹی کو کھلونے بھی مٹی ہی کے ملتے ہیں اور نور کو اللہ تعالیٰ نے کھلونا بھی نور کا ہی عطا فرمایا۔

حضور کی تلاش

ایک دفعہ حلیمہ، حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر آبِ زمزم پینے گئی، واپس آئی تو حضور کو وہاں نہ پایا، تلاش کرتے کرتے عاجز آ گئی، کعبہ شریف میں گئی تو تمام بت حضور کا نام مبارک سنتے ہی سجدے میں گر گئے، حلیمہ حضور کو تلاش کر رہی تھی تو ایک آواز آئی ؎

تم مخو ریا دہ نہ گردد او زتو　　بلکہ عالم پاوہ گردد اندر او

”حلیمہ کائنات اس میں گم ہو سکتی ہے مگر وہ غم نہیں ہو سکتا“۔

پنجابی کے ایک شاعر نے حلیمہ کی شان میں ایک شعر لکھا ہے:

دیکھو وائی حلیمہ دے بھاگ جگے نبی پاک نوں گود کھیڈاوندی اے
جس دی پیراں دی خاک نوں نبی ترسن اوہدیاں لباں تے لباں رُکاوندی اے

حجرِ اسود کا نصب کرنا

وقت گزرتا گیا، اہل مکہ حجرِ اسود کو نصب کرنے لگے تو یہ جھگڑا شدت اختیار کر گیا کہ کون نصب کرے؟ دیر تک جھگڑا ہوتا رہا، آخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ صبح کے وقت جو سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں آئے، وہی نصب کرے، چنانچہ صبح ہوئی تو سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے، فیصلہ کے مطابق پتھر حضور ہی نے رکھنا تھا مگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنا شاندار فیصلہ فرمایا، تمام اہل مکہ کے خاندان کے سربراہوں کو بلایا اور ایک چادر بچھائی اور اس پر پتھر کو رکھ دیا اور سب کو فرمایا کہ ایک ایک کونہ پکڑ و یونہی کیا گیا اور حضور علیہ السلام نے پتھر اپنے مبارک ہاتھوں سے نصب فرمایا، سیّد عالم کے اس فیصلہ سے تمام قبائل خوش ہو گئے اور آپ کی ذہانت کی بے پناہ داد دینے لگے اور یوں ایک بہت بڑا خون خرابہ رُک گیا۔

پتھروں کے سجدے

ابھی تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف ۱۲ برس کی تھی کہ ابوطالب کو

پتہ چلا' ایک قافلہ تجارت کیلئے ملک شام جارہا ہے ابوطالب بھی تیار ہو گئے' حضور علیہ السلام کے قلبِ اقدس میں بھی خیال آیا کہ چچا کے ساتھ ملک شام جائیں' آپ کا ارادہ دیکھ کر چچا شش و پنج میں مبتلا ہو گیا' سفر کی صعوبتیں' راہ کی دشواریاں ان کے سامنے تھیں' خیال آیا کہ تپتے ہوئے ریگستان کا سفر اور گرم ہوا کے سخت جھونکے میرے اس پھول کو کملا نہ دیں لیکن اپنے پیارے بھتیجے کی دل شکنی بھی گوارا نہ تھی' اس لیے چچا ساتھ لے جانے پر راضی ہو گئے' کئی دن بعد جب یہ قافلہ ایک راہب کی خانقاہ میں اترا تو اس کی نظریں حضور علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر رُک گئیں اور فوراً پکار اُٹھا:

هٰذَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۔

ابوطالب یہ سن کر خاموش رہے لیکن دوسرے ساتھیوں نے راہب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ یہ سیّد المرسلین ہیں؟ راہب نے کہا: جب تم لوگ پہاڑ سے اتر رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ پتھر ان کو سجدے کر رہے تھے۔

حدیث

اے میری اسلامی بہنو! شفاء شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے' راوی کہتے ہیں کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم' آپ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ پتھر ابھی تک یاد ہیں جن کے پاس سے میں حضور کے ساتھ گزرا کرتا تھا اور پتھر بلند آواز سے کہتے تھے:

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ

اس راہب کی بات سن کر ابوطالب کے دل میں اور زیادہ محبت پیدا ہو گئی' سرکارِ دوعالم جوں جوں عالمِ شباب کی طرف قدم رکھتے گئے' آپ کے اخلاق و محاسن' صدق و صفا سے ابوطالب کی مسرتوں میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا' حتیٰ کہ ابوطالب کوئی کام

حضور علیہ السلام کے مشورے کے بغیر نہ کیا کرتے تھے۔

اعلانِ نبوت

نیکی پاکبازی کا یہ عالم تھا کہ دنیا آپ کو صادق الامین کہہ کر پکارتی رہی، حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا تمام مال راہِ خدا میں تقسیم ہو چکا ہے اور خود پیوند لگی کملی پہنے غاروں اور پہاڑوں میں مصروفِ عبادتِ الٰہی ہیں، فرش پر سوتے ہیں، ستوؤں اور کھجوروں پر گزر ہوتا ہے، چالیس برس پورے ہو چکے ہیں، غارِ حراء ہے ۲۲ فروری ۶۱۰ء کی عظیم ساعت میں جبریل امین پہلی بار سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، عرض کرتے ہیں: ''اقرأ'' پڑھئے! حضور نے فرمایا: ''ما انا بقاریء'' جبریل نے حضور علیہ السلام کو سینے سے لگایا، دوبارہ عرض کی: ''اقرأ'' حضور علیہ السلام نے نہیں پڑھا، تیسری بار جبریل نے عرض کی: ''اقرأ باسم ربك الذی خلق'' تو حضور علیہ السلام نے پوری پانچ آیتیں آگے تلاوت فرما دیں، سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وحیٔ الٰہی سے متاثر ہو کر گھر تشریف لاتے ہیں تو پاکباز بیوی مسلمانِ عالم کی مقدس ماں ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا واقعہ سن کر بشارت دیتی ہیں کہ آپ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔

ورقہ بن نوفل

پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضور کو اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ بہت بڑا عالم تھا، اس نے یہ واقعہ سن کر کہا کہ یہ دنیا کے نجات دہندہ ہیں، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب دنیا اسے مکہ سے نکال دے گی۔

اس طرح سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت ابوبکر، حضرت علی رضی اللہ عنہم نے رسالت کی تصدیق کی، عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ ہیں، مردوں میں سب سے پہلے ایمان

لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

نزولِ قرآن

پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔

''اگر ہم اس قرآن کو پہاڑوں پر نازل کرتے تو پہاڑ خوفِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتے''۔

سبحان اللہ! یہ قلبِ مصطفیٰ ہی تھا جو بوجھ کوئی نہ اُٹھا سکے وہ حضور اُٹھاتے ہیں، یونہی جس کا بوجھ کوئی نہ اُٹھا سکے اس کا بوجھ بھی حضور ہی اٹھاتے ہیں جس کا جہاں میں کوئی نہ ہو اس کے آپ ہیں، بے کسوں کے بے کس ہیں، بے بسوں کے بے بس ہیں، بے سہاروں کے سہارا ہیں اور بے آسروں کے آسرا آپ ہی ہیں۔

غلط خیالی

اے میری اسلامی بہنو! بعض حضرات کہتے ہیں کہ نبوت چالیس سال بعد ملتی ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ نبی پر ایسا کوئی وقت نہیں گزرتا کہ اس کا وجود اور نبوت نہ ہو، اللہ تعالیٰ خلقت کے ساتھ نبی کو نبوت عطا فرما دیتا ہے، نبوت کسبی نہیں وہبی ہوتی ہے، یہ عبادت کا ثمرہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ جس پر چاہے فضل فرما دے۔

دلیلِ قرآن

اس کے لئے قرآن پاک کی دلیل موجود ہے، نصِ قطعی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہا السلام نے والدہ کی گود میں ابھی عمر تین دن کی بھی نہیں تھی کہ کہا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۔

بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ ''جَعَلَنِیْ'' ماضی کا صیغہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرما دی ہے' یہ نہیں فرمایا کہ جب چالیس سال پورے ہو جائیں گے تو مجھے نبوت عطا فرمائی جائے گی۔

دوسری دلیل

عالمِ ارواح میں پروردگارِ عالم نے تمام روحوں کو جمع فرما کر فرمایا: ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' تمام روحوں نے بیک زبان اقرار کیا اور کہا: ''بَلٰی'' کیوں نہیں تو ہمارا خالق و مالک ہے' اس اقرار کے بعد ایک اور وعدہ لیا گیا' اس اجلاس میں صرف انبیاء اور رسل علیہم السلام تھے' ان سے جو اقرار لیا گیا وہ قرآن کریم کی زبانی سنئے' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ ۔

اور جب کیا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پکا وعدہ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی روحوں کو بھی نبی کہا ہے' معلوم ہوا کہ خلقتِ روح کے ساتھ ہی نبوت ثابت ہو جاتی ہے۔

لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ ۔

میں تمہیں کتاب اور حکمت دے دوں۔

ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ ۔

پھر آ جائے تمہارے پاس بڑی عظمت والا رسول تمہاری تصدیق کرتا ہو تو

لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ۔

تم ضرور ضرور اس پر ایمان لے آنا اور اس کی امداد کرنا۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے دو جگہ پر نون تاکید تقلید لا کر اس وعدہ کو مضبوط فرما دیا ہے‘ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ۔

کیا تم نے اقرار کر لیا ہے۔

قَالُوْا

سب بولے

اَقْرَرْنَا

ہم نے اقرار کر لیا

معلوم ہوا کہ تمام انبیاء بھی ہمارے حضور علیہ السلام کے امتی ہیں‘ آپ نبی الانبیاء ہیں‘ انبیاء اور رسل نے آپ کی سرداری کا اقرار کر لیا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا:

فَاشْهَدُوْا ۔

ایک دوسرے کے گواہ بن جاؤ

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشَّاهِدِيْنَ ۔

اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں شامل ہوں۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نبیوں سے وعدہ لے رہا ہے اور خود فرماتا ہے کہ میں بھی گواہ ہوں‘ بات یہاں ہی ختم نہیں ہو جاتی‘ اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تو صرف یہی کہا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۔

روحوں نے کہا: ”بَلٰی“ بات ختم ہو گئی مگر جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت آتا ہے تو تاکیدیں ہیں کہ ختم ہونے میں آتی ہی نہیں‘ جب تمام انبیاء ایک

دوسرے کے گواہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔

پس جو اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ حکم سے ہٹنے والے ہیں۔

پہلی محفلِ میلاد

اے میری اسلامی بہنو! یہ پہلی محفل تھی جو حضور علیہ السلام کے ذکر کیلئے قائم کی گئی تھی، منعقد کرنے والا خالقِ کائنات ہے، معلوم ہوا کہ حضور کی آمد کے سلسلے میں محفل قائم کرنا سنتِ الٰہیہ ہے اور جس جلسہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا ذکر ہو وہ جلسہ میلاد کہلاتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور علیہ السلام کا میلاد پڑھا، میلاد پڑھنا سنتِ الٰہی، میلاد سننا سنتِ انبیاء و رسل علیہم السلام ہے۔

دلیلِ قرآنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

اے محبوب! دوسرے انبیاء کو میں نے رحمتیں دے کر بھیجا ہے اور آپ کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے، یونہی باقی انبیاء معجزات لے کر آئے اور ہمارے حضور علیہ السلام کو معجزہ بنا کر بھیجا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم کیلئے رحمت ہیں، اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا رب ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

وہ رب العالمین ہے اور جو قرآن لے کر تشریف لائے ہیں وہ ''لِلْعٰلَمِیْنَ

نذیرًا“۔

اللہ تعالیٰ نور ہے ”اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ “ یہ نور بمعنی منور اسم فاعل روشن کرنے والا ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی نور ہیں ”قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ “ اور جو کتاب لے کر آئے وہ بھی نور ہے ”وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا “ اور جو اسلام لے کر آئے وہ بھی نور۔ میں عرض کر رہی تھی کہ حضور کے میلاد کی خوشی کیلئے قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجے اور ”قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ وَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا “ اللہ کے فضل اور رحمت کے ساتھ خوشیاں مناؤ ”فَلْيَفْرَحُوْا “ فرحت سے ہے یعنی خوشی، تو رحمت کی آمد پر خوشی منانا حکمِ الٰہی کے عین مطابق ہے۔

امام قسطلانی کی تصریح

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری اپنی کتاب مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: آپ کی ولادتِ مبارک کے پاک مہینے میں تمام اہل اسلام ہمیشہ محفلِ میلاد مناتے چلے آرہے ہیں اور اسی خوشی میں کھانا پکا کر کھاتے رہے ہیں اور دعوتِ طعام کرتے آرہے ہیں اور اظہارِ سرور و فرحت کرتے چلے آئے ہیں اور اس نیک کام میں حتی الوسع زیادہ کوشش کرتے آئے ہیں اور آپ کا میلاد پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں، جن کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ظاہر ہوتا رہا ہے اور ولادت باسعادت کے ایام میں محفلِ میلاد منانے کے خواص میں سے یہ امر مجرب ہے کہ اس سال میں امن امان رہتا ہے اور ہر مقصود اور مراد پانے میں جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں فرمائے کہ جس نے ماہِ ولادت کی راتوں کو عید بنالیا تا کہ یہ عید سخت مصیبت ہو جائے، اس شخص پر کہ جس شخص کے دل میں مرض ہے اور بیماری کی کمزوری ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی

خوشی میں محافلِ میلاد کا انعقاد ہمیشہ سے علمائے سلف کا طریقہ چلا آرہا ہے۔

آمد سے پہلے اور بعد

اے میری اسلامی بہنو! ہادیٔ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اس جہان کا منظر ہی عجیب تھا‘ ہر طرف تاریکی کا دور دورہ تھا‘ شراب نوشی‘ قمار بازی‘ زنا‘ حرام کاری لوگوں کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی‘ ان کی عیاشیوں کا باب بڑا طویل ہے‘ معصوم بچیوں کو زندہ درگور کرنا ان کا کام تھا‘ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کی کہ میں اپنی چھوٹی معصوم بچی کو کنوئیں پر لے گیا وہ میرے ساتھ پیاری پیاری باتیں کرتی جارہی تھی‘ جب کنوئیں پر پہنچے تو میں نے اس کو کنوئیں میں اسے دھکا دے دیا اس نے گرتے ہوئے مجھے پکارا: ”یَا اَبَتَاهُ اَدْرِکْنِیْ“ اے بابا! مجھے پکڑ لے! اور میری طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا‘ یہ سن کر حضور علیہ السلام کی مبارک آنکھوں میں آنسو آگئے‘ پھر وہی عرب جو خصائل وعادات کے لحاظ سے ارذل الخلائق تھے‘ دنیا کے افضل ترین انسان بن گئے۔

جس طرف چشمِ محمد کے اشارے ہوگئے
جتنے ذرّے سامنے آئے ستارے ہوگئے

الحمدللہ! تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں‘ آپ سے بھی اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کی مدنی التجاء ہے‘ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدنی قافلے بھی سنتوں کی تربیت کیلئے قریہ قریہ‘ شہر شہر‘ ملک بملک سفر کرتے رہتے ہیں‘ آپ بھی اپنے گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر پر آمادہ کیجئے اور انہیں تیار کرکے مدنی مرکز بھیج دیجئے۔ آپ کے شفقت فرمانے سے اگر آپ کا کوئی عزیز مدنی قافلے کا مسافر بن گیا تو اُس کے ساتھ ساتھ آپ کا سینہ بھی مدینہ بن جائے گا۔

خوش نصیب اسلامی بہنیں فکرِ مدینہ کرتے ہوئے مدنی انعامات پر عمل کرتی ہیں، آپ بھی 63 مدنی انعامات کا رسالہ حاصل کیجئے اور روزانہ اُسے پُر کرنے کا معمول بنایئے اور ہر مدنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنی حلقہ ذمّہ دار اسلامی بہن کو جمع کروا دیجئے۔ ان شاء اللہ عزوجل اس کی برکت سے پابندِ سنّت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

ہر اسلامی بہن اپنا یہ مدنی ذہن بنائے کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل!

اپنی اصلاح کیلئے مدنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کیلئے گھر کر مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر کروانا ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ اسلامی کی سربلندی کیلئے نیکی کی دعوت عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ دعوتِ اسلامی کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقی عطا فرمائے۔

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

سیرت حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحٰبِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

امیرِ اہل سنت دامت برکاتہم العالیہ ارشاد فرماتے ہیں: نگاہیں نیچی کیے توجہ کے ساتھ درس و بیان سننے کی عادت بنائیے کہ باتیں کرتے ہوئے، کچھ وِرد پڑھتے ہوئے، لاپرواہی کے ساتھ، اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے، زمین پر انگلی کے ساتھ کھیلتے ہوئے، لباس یا بالوں کو سہلاتے ہوئے ٹیک لگا کر سنتے ہوئے یا اُدھورا بیان چھوڑ کر چلے جانے سے اِس کی برکتیں زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔

فضیلت دورد پاک

سرکارِ مدینہ، سُلطانِ باقرینہ، فیض گنجینہ، صاحبِ معطّر و معنبر پسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کے بے شمار فضائل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: جو مسلمان مجھ پر روزانہ پچاس 50 بار دُرودِ پاک پڑھے، بروزِ قیامت

میں اس کے ساتھ مصافحہ کروں گا۔ (القولِ البدیع، ص ۱۳۶)

اوہدی ذات تے ہر ویلے پھل چڑھدے دُروداں دے
چرچا میرے سوہنے دا پیا شام و سحر ہووے

اے میری اسلامی بہنو! حضور غوث اعظم کا اسم شریف: عبدالقادر رضی اللہ عنہ

کنیت: ابو محمد رضی اللہ عنہ

القاب: محی الدین محبوب سبحانی غوث الثقلین غوث الاعظم وغیرہ

ولادت باسعادت: ۴۷۰ھ کو قصبہ جیلان نزد بغداد شریف

سنِ انتقال: ۵۶۱ھ، ایک شاعر نے عربی کے شعر میں آپ کی کل عمر سن ولادت اور سنِ انتقال ظاہر کیا ہے۔

حسب ونسب!

میری اسلامی بہنو! آپ والد ماجد کی نسبت سے حسنی ہیں، سیّد محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سیّد عبداللہ بن سیّد یحییٰ ابن سیّد داؤد بن سیّد موسیٰ ثانی بن جواد بن امام سیّد علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام زین العابدین بن امام ابو عبداللہ حسین بن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم!

خاندان

آپ کا خاندان اولیاء اللہ کا گھرانہ تھا، آپ کے نانا جان، دادا جان، والد ماجد، والدہ محترمہ، پھوپھی جان، بھائی اور صاحبزادگان سب اولیاء الرحمان تھے اور صاحبِ کرامات ظاہرہ وباہرہ اور مالک مقامات عُلیا تھے! اسی وجہ سے لوگ آپ کے خاندان کو اشراف کا خاندان کہتے ہیں!

سیّد و عالی نسب در اولیاء است! نور چشم مصطفیٰ و مرتضیٰ است!

شبِ ولادت‘ بشارات اور مشاہدات!

میری پیاری اسلامی بہنو! محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت ابوصالح سید موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ عنہ نے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شبِ ولادت مشاہدہ فرمایا کہ سرورِ کائنات‘ مفخر موجودات‘ منبع کمالات‘ باعث تخلیق کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات بمعہ صحابہ کرام‘ ائمۃ الہدیٰ اور اولیاء عظام علیہم الرضوان ان کے گھر جلوہ افروز ہیں اور فرما رہے ہیں:

اے ابوصالح! اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسا صاحبزادہ عطا فرمایا ہے جو ولی ہے‘ وہ میرا بیٹا ہے‘ وہ میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور عنقریب اس کی اولیاء اللہ میں وہ شان ہوگی جو انبیاء اور مرسلین میں میری شان ہے!

غوثِ اعظمؓ درمیانِ اولیاء چوں محمد ﷺ درمیان انبیاء

حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ عنہ کو خواب میں شہنشاہِ عرب و عجم سرکارِ دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے یہ بشارت دی اور تمام اولیاء اللہ تمہارے صاحبزادے فرمانبردار ہوں گے اور ان کی گردنوں پر ان کا قدم مبارک ہوگا۔

جس کی منبر بنیں گردن اولیاء اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

جس رات حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی‘ اس رات جیلان شریف کی جن عورتوں کے ہاں بچہ پیدا ہوا ان سب کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا ہی عطا فرمایا اور وہ ہر نومولود لڑکا اللہ کا ولی بنا۔

غوث اعظم امام التقاء والنقاء جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

آپ کے شانہ مبارک کے درمیان سرکارِ دو عالم شہنشاہِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان تھا، آپ کی ولادت مبارک ماہ رمضان المبارک میں ہوئی اور پہلے دن ہی سے روزہ رکھا، سحری سے لے کر افطاری تک آپ والدہ محترمہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔

غوثِ اعظم متقی ہر آن میں
چھوڑا اماں کا دودھ بھی رمضان میں

(تفریح الخاطر لشیخ عبدالقادر الاربلی، ص ۱۲۔۱۳، مطبوعہ مصر)

سیدنا غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب میرا فرزندِ ارجمند عبدالقادر پیدا ہوا تو رمضان شریف میں دن بھر دودھ نہ پیتا تھا، موسم اَبر آلود ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رمضان شریف کا چاند دکھائی نہ دیا، اس لئے لوگوں نے میرے پاس آ کر سیدنا عبدالقادر جیلانی کے متعلق دریافت کیا کہ انہوں نے دودھ پیا ہے کہ نہیں؟ تو میں نے اُن کو بتایا کہ میرے فرزند نے آج دودھ نہیں پیا، بعدازیں تحقیقات کرنے پر اِس حقیقت کا انکشاف ہو گیا کہ اُس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی یعنی اُس دن روزہ تھا، ہمارے شہر میں اس وقت مشہور ہو گیا کہ سیّدوں کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان شریف میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

(طبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۶، سطر ۲۴ تا ۲۷۔ بہجۃ الاسرار ص ۸۹، قلائد الجواہر ص ۳، سطر ۱۸ تا ۲۱۔ نفحات الانس فارسی ص ۳۵۱۔ جامع کرامات الاولیاء ج ۲ ص ۲۰۳۔ نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۳۲۔ اخبار الاخبار فارسی ص ۲۲۔ سفینۃ الاولیاء ص ۶۳)

پیدائش سے پہلے ولایت کی شہرت

آپ کی ولادت سے عرصہ بعید پہلے مشائخ کبار علیہم الرحمۃ نے آپ کی ولادت شان وشوکت، مقام اور جلالت کی خبریں دیں، ایک درج کی جاتی ہے:

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

امام ہمام غوثِ سیدنا حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے اپنا سجادہ (مصلہ) حضرت

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچانے کیلئے اپنے ایک مرید کو دیا اور وصیت فرمائی کہ اس کو بہت حفاظت سے رکھنا اور اپنے مرنے کے وقت کسی معتمد اور معتبر شخص کو دے دینا اور اس کو وصیت کرنا کہ وہ بھی مرتے وقت کسی دوسرے شخص کو دے دے اسی طرح پانچویں صدی کے درمیان تک یہ سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ غوثِ اعظم جن کا نامِ مبارک شیخ عبد القادر الحسنی الجیلانی ہوگا' ظاہر ہوں گے یہ ان کی امانت ہے ان کو پہنچانا اور میرا سلام کہنا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے عالمِ غیب سے معلوم ہوا ہے کہ پانچویں صدی کے وسط میں سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولادِ اطہار میں سے ایک قطب عالم ہوگا جن کا لقب محی الدین اور اسم مبارک سید عبد القادر ہے اور وہ غوثِ اعظم ہوگا اور گیلان میں پیدائش ہوگی! ان کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ اطہار میں سے آئمہ کرام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ اوّلین و آخرین کے ہر ولی اور ولیہ کی گردن پہ میرا قدم ہے' کہنے کا حکم ہوگا۔

(تفریح الخاطر ص ۲۶۔۲۷)

اپنی ولایت کا چھوٹی عمر میں علم ہونا!

حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: ''حَتّٰی عَلِمْتَ اَنَّکَ وَلِیُّ اللّٰہِ تَعَالٰی! '' آپ کو کب سے معلوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اَنَ ابْنَ عَشَرِ سِنِیْنَ فِیْ بَلَدِنَا اَخْرُجُ مِنْ دَارِنَا وَاَذْهَبُ اِلَی الْمُکْتَبِ نَارِی الْمَلَائِکَۃَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ تَمْشِیْ حَوْلِیْ فَاِذَا وَصَلْتُ اِلَی الْمَکْتَبِ سَمِعْتُ الْمَلَائِکَۃَ یَقُوْلُوْنَ اِفْسَحُوْا لِوَلِیِّ اللّٰہِ حَتّٰی یَجْلِسُ!

میں بارہ برس کا تھا کہ اپنے شہر کے مدرسہ میں پڑھنے کیلیے جایا کرتا تھا تو میں اپنے اردگرد فرشتوں کو چلتے دیکھتا تھا اور جب مدرسہ میں بیٹھتا تو میں انہیں یہ کہتے ہوئے سنتا کہ ہٹ جاؤ! اللہ تعالیٰ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو۔

(بہجۃ الاسرار ص ۲۱۔ قلائد الجواہر ص ۹۔ اخبار الاخیار فارسی ص ۲۱۔ سفینۃ الاولیاء ص ۶۳۔ تحفہ قادریہ)

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں صغرسنی کے عالم میں مدرسہ کو جایا کرتا تھا تو روزانہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا اور مجھے مدرسہ لے جاتا، خود بھی میرے پاس بیٹھتا، میں اس کو مطلقاً نہ پہچانتا تھا کہ یہ فرشتہ ہے، ایک روز میں نے اس سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: میں فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں مدرسہ میں آپ کے ساتھ رہا کروں۔ (قلائد الجواہر ص ۱۳۵، ۱۳۶)

آپ کا علمی مقام

میری پیاری اسلامی بہنو! امام ربانی شیخ عبدالوہاب الشعرانی شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ محمد بن یحییٰ حلبی علیہم الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ غوث الاغیاث رضی اللہ عنہ "یَتَکَلَّمُ فِیْ ثَلَاثَۃَ عَشَرَ عِلْمًا" "تیرہ علموں میں تقریر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

(طبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ مصر۔ قلائد الجواہر ص ۳۸)

پیش او جُملہ فصیحانِ عرب عجمی شدند
کہ بسے نازگی و لُطف و فصاحت وارد

علامہ شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے مدرسہ عالیہ میں لوگ آپ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور کلام کے علم پڑھتے تھے، دوپہر سے پہلے اور بعد دونوں وقت تفسیر، حدیث، کلام، فقہ، اصول اور نحو لوگوں کو پڑھاتے تھے اور ظہر کے بعد

قرأتوں کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھاتے تھے۔

(طبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۷۔ قلائد الجواہر ص ۳۸، مطبوعہ مصر)

ایک آیت کی تفسیر

میری قابل قدر بہنو! شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ آپ کے علمی کمالات کے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز کسی قاری نے آپ کی مجلس شریف میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی تو آپ نے اس آیت کی تفسیر میں پہلے ایک معنٰی پھر دوسرے، اس کے بعد تیسرے معنٰی یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق آپ نے اس آیت کے گیارہ معانی بیان فرمائے، بعدازیں دیگر وجوہات بیان فرمائیں جن کی تعداد چالیس تھی اور ہر وجہ کی تائید میں دلائل قاطعہ بیان فرمائے، ہر معنی کے ساتھ سند بیان فرمائی، آپ کے علمی دلائل کی تفصیل سے سب حاضرین متعجب ہوئے۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۱۶۔ ۱۷۔ قلائد الجواہر ص ۳۸)

فتاویٰ مبارکہ

میری اسلامی بہنو! حضور پُرنور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ سیّدی عبدالوہاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ نے ۵۲۸ھ تا ۵۶۱ھ تینتیس سال درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی کے فرائض سرانجام دیئے۔ (اخبار الاخیار ص ۱۵۔ قلائد الجواہر ص ۱۸) علماء عراق اور گردونواح کے علماء اور دنیا کے گوشے گوشے سے آپ کے پاس فتوے آتے، آنحضرت بے سبق مطالعہ وتفکر جواب برصواب ثبت، قزودی وہیچکس را از مذاق علماء وبحار عظما وجمال خلاف تکلم دراں ضعور نبودے، یعنی آپ بغیر مطالعہ تفکر اور غوروخوض کے جواب باصواب دیتے، ماذق علماء اور بہت بڑے فضلاء میں سے کسی کو بھی آپ کے فتوے کے خلاف کلام کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہوئی۔

(اخبار الاخیار فارسی ص ۱۷، مطبوعہ دیوبند۔ تحفہ قادریہ ص ۸۶)

علامہ شعرانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں: علماء عراق کے سامنے آپ کے فتاویٰ پیش ہوتے تو ان کو آپ کی علمی قابلیت پر سخت تعجب ہوتا تھا اور وہ یہ پکار اُٹھتے تھے کہ وہ ذات پاک ہے جس نے ان کو ایسی علمی نعمت سے نوازا ہے۔

(طبقات الکبریٰ عربی ج ا ص ۱۲۷، مطبوعہ مصر)

ایک عجیب مسئلہ

بلادِ عجم میں سے آپ کے پاس ایک سوال آیا کہ ایک شخص نے تین طلاقوں کی قسم اس طور پر کھائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے گا کہ جس وقت وہ عبادت میں مشغول ہوگا تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی عبادت نہ کرتا ہوگا، اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی تو اس صورت میں اسے کون سی عبادت کرنی چاہئے؟ علماء عراقین اس سوال سے حیران اور ششدر رہ گئے اور اس کا جواب نہ دے سکنے کا اعتراف کرنے لگے اور اس مسئلہ کو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں انہوں نے پیش کیا تو انہوں نے فوراً اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور طواف کی جگہ صرف اپنے لئے خالی کرائے اور تنہا سات مرتبہ طواف کر کے اپنی قسم کو پورا کرے، بس اس شافعی جواب سنے علماء عراق کو نہایت ہی تعجب ہوا کیونکہ وہ اس سوال کے جواب سے عاجز ہو گئے تھے۔

(طبقات الکبریٰ ج ا ص ۱۲۷۔ اخبار الاخیار فارسی ص ۱۷۔ قلائد الجواہر ص ۳۸۔ تحفہ قادریہ ص ۸۷)

مجلسِ وعظ میں ہجوم

میری میٹھی اسلامی بہنو! شیخ عبداللہ الجبائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابتداء میں میرے پاس دو یا تین آدمی بیٹھا کرتے تھے، پھر جب شہرت ہوئی تو میرے پاس خلقت کا ہجوم آنے لگا، اس وقت میں بغداد شریف کے محلّہ حلبہ کی عیدگاہ میں بیٹھا کرتا تھا، لوگ رات کو مشعلیں اور لالٹینیں

لے کر آتے، پھر اتنا اجتماع ہونے لگا کہ یہ عیدگاہ بھی لوگوں کیلئے ناکافی ہوگئی، اس وجہ سے باہر بڑی عیدگاہ میں منبر رکھا گیا، لوگ دور دراز سے کثیر التعداد میں گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر آتے، تقریباً ستّر ہزار کا اجتماع ہوتا تھا۔

(بہجۃ الاسرار ص ۹۲۔ قلائد الجواہر ص ۲۱۔۱۳۔ سفینۃ الاولیاء ص ۶۴۔ تحفہ قادریہ ص ۸۳)

حضرت کے صاحبزادہ والا شان سید عبدالوہاب رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ آپ کی مبارک مجلس میں علماء، فقہاء اور مشائخ وغیرہم بکثرت تعداد حاضر ہوتے تھے اور آپ کی مجلس میں فاضل علماء جن کی تعداد چار سو تھی، قلم اور دوات لے کر حاضر ہوتے تھے۔

(قلائد الجواہر ص ۱۸۔ بہجۃ الاسرار ص ۹۵۔ اخبار الاخیار ص ۱۸)

پانچ ہزار یہود اور نصاریٰ کا اسلام قبول کرنا

میری عزیز بہنو! محبوبِ سبحانی، قطب ربانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں: بے شک میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہود اور نصاریٰ نے اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ ڈاکوؤں، قزاقوں، فساق، فجار، مفسد اور بدعتی لوگوں نے توبہ کی۔

(قلائد الجواہر ص ۱۹۔ اخبار الاخیار فارسی ص ۱۹)

ساٹھ ڈاکوؤں کا تائب ہونا

میری محترم اسلامی بہنو! حضور شاہِ جیلان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب علم دین حاصل کرنے کی غرض سے جیلان سے بغداد شریف کو قافلہ کے ہمراہ روانہ ہوا تو جب ہمدان سے آگے پہنچے تو ساٹھ راہزن قافلے پر ٹوٹ پڑے اور سارا قافلہ لوٹ لیا، کسی نے مجھ سے تعرض نہ کیا، ایک ڈاکو میرے پاس آکر پوچھنے لگا: او لڑکے! تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟

غوث اعظم رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہوئے: ہاں!

ڈاکو: کیا ہے؟

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ: چالیس دینار

ڈاکو: کہاں ہیں:

غوث اعظم رضی اللہ عنہ: گودڑی کے نیچے۔

ڈاکو آپ کی راست گوئی کو مذاق تصور کرتا ہوا چلا گیا، بعد ازیں دوسرا ڈاکو آیا، اُس نے بھی آپ سے اسی طرح کے سوالات کئے اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے یہی جواب ارشاد فرمائے اور وہ بھی اُسی طرح مذاق سمجھتے ہوئے چلتا بنا، جب سب ڈاکو اپنے سردار کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سردار کو میرے متعلق بتایا اور مجھے وہاں بُلایا گیا، وہ مال کو تقسیم کرنے میں مصروف تھے، ڈاکوؤں کا سردار مجھ سے مخاطب ہوا۔

ڈاکوؤں کا سردار: تمہارے پاس کیا ہے؟

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ: چالیس دینار۔

ڈاکوؤں کا سردار (ڈاکوؤں کو حکم دیتے ہوئے): اس کی تلاشی لو۔

تلاشی لینے پر آپ کی سچائی کا اظہار ہوا تو اس نے تعجب سے سوال کیا کہ تمہیں کس چیز نے سچ بولنے پر آمادہ کیا:

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ (جواب دیتے ہوئے): والدہ ماجدہ کی نصیحت نے۔

ڈاکوؤں کا سردار: وہ نصیحت کیا ہے؟

غوث اعظم رضی اللہ عنہ: میری والدہ محترمہ نے مجھے ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین فرمائی ہے اور میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔

ڈاکوؤں کا سردار (رو کر کہنے لگا): یہ بچہ اپنی ماں سے کئے ہوئے وعدہ سے منحرف نہیں ہوا اور میں نے ساری عمر اپنے رب تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدہ کے خلاف گزار دی، اُسی وقت وہ ان ساٹھ ڈاکوؤں سمیت آپ کے دستِ حق پرست پر تائب

ہوااور قافلہ کالوٹا ہوامال واپس کر دیا۔

کلام ولی میں یہ تاثیر دیکھی! بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

(قلائد الجواہر ص ۹۔ نفحات الانس ص ۳۵۲۔ نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۳۳۔ سفینۃ الاولیاء ص ۶۳۔ بہجۃ الاسرار ص ۸۷)

چالیس سال عشاء کے وضوسے فجر کی نماز پڑھنا

ابوالفتح ہروی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں چالیس سال تک رہا اور اس مدت میں میں نے آپ کو ہمیشہ عشاء کے وضوسے صبح کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(بہجۃ الاسرار ص ۵۹۔ قلائد الجواہر ص ۷۶۔ اخبار الاخیار ص ۱۷۔ جامع کرامات الاولیاء ج ۲ ص ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ نفحات الانس۔ طبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۸۔ محفل نامہ گیارہویں شریف ص ۳۹)

ایک رات میں قرآنِ پاک ختم فرمانا

حضرت غوثِ الثقلین رضی اللہ عنہ پندرہ سال رات بھر میں ایک قرآن پاک ختم کرتے رہے۔ (اخبار الاخیار فارسی ص ۱۷، شیخ عبدالحق الدہلوی۔ جامع کرامات الاولیاء ج ۲ ص ۲۰۲۔ تحفہ قادریہ ص ۳۰۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۹۸)

شیخ ابوعبداللہ نجار سے مروی ہے کہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بڑی بڑی سختیاں برداشت کیں اگر وہ کسی پہاڑ پر گزرتیں تو وہ پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔

(قلائد الجواہر ص ۱۰۔ طبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۶)

قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ

میری محترم اسلامی بہنو! حافظ ابوالفر عبدالمغیث بن حرب البغدادی علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اس مبارک مجلس میں حاضر تھے، جس میں آپ نے ''قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ ''فرمایا تھا، یہ مجلس محلّہ حلبہ میں جہاں آپ کا مہمان خانہ تھا، منعقد تھی اس مقدس مجلس میں جلیل المرتبت

پچاس مشائخ عظام موجود تھے، عراق کے عموماً تمام مشائخ موجودہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں، ان کے شاگرد شیخ داؤد (جو مکہ میں پنجگانہ نماز ادا فرماتے تھے)، شیخ ابوعبداللہ محمد اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ موجود تھے اور آپ ان سب حضرات کے سامنے وعظ فرما رہے تھے کہ اُسی وقت آپ نے ''قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ''، یعنی میرا یہ قدم ہر ایک ولی اللہ کی گردن پر ہے فرمایا، یہ سن کر حضرت شیخ علی بن الہیتی علیہ الرحمۃ اُٹھے اور منبر شریف کے پاس جا کر آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا، بعد ازیں تمام حاضرین نے آگے بڑھ کر اپنی گردنیں جھکا دیں۔

(بہجۃ الاسرار ص ۱۷۔ قلائد الجواہر ص ۲۳۔ نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۳۵۔ سفینۃ الاولیاء ص ۲۷۔ نفحات الانس فارسی ص ۳۵۴)

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا   اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کوئی کیا جانے کہ ہے کیسا تیرا   اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

آپ کی کرامات

آپ کی بے شمار کرامات ہیں:

کبوتری اور قمری

حضرت ابوالحسن علی الازجی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے اور ان کی عیادت کیلئے حضرت غوث الکونین شہنشاہِ بغداد قدس سرہ العزیز تشریف لے گئے، آپ نے ان کے گھر ایک کبوتری اور قمری کو بیٹھے ہوئے دیکھا، ابوالحسن نے عرض کیا: حضور والا! یہ کبوتری چھ ماہ سے انڈے نہیں دیتی اور یہ قمری نو ماہ سے نہیں بولتی، تو حضرت نے کبوتری کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: اپنے مالک کو فائدہ پہنچاؤ، اور قمری کو فرمایا: اپنے خالق کی تسبیح بیان کرو تو قمری نے اسی دن سے بولنا شروع کر دیا جس کو سن کر اہل بغداد محظوظ ہوتے اور کبوتری عمر بھر انڈے دیتی رہی۔

(بہجۃ الاسرار ص ۷۹۔ قلائد الجواہر ص ۳۴۔ نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۶۵۔ تحفہ قادریہ ص ۶۹)

رزق میں برکت

حضرت کے رکابدار ابوالعباس احمد بن محمد القرشی البغدادی رحمۃ اللہ الباری سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت نے قحط سالی میں مجھے دس بارہ سیر گندم عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اسے ایسے برتن میں بند رکھنا جس کے دو منہ ہوں (پڑولی)، جب ضرورت پڑے تو ایک منہ کھول کر حسب ضرورت نکال لیا کرنا اور تولنا بالکل نہیں، نیز اس برتن میں جھانک کر گیہوں کی مقدار کو نہ دیکھنا، چنانچہ ہم اُس گندم کو پانچ سال تک کھاتے رہے، ایک دفعہ میری بیوی نے اس پڑولی کا منہ کھول کر دیکھا کہ اس میں کتنی برکت ہے تو معلوم ہوا کہ جتنی گندم ڈالی تھی، اُتنی مقدار میں ہی موجود ہے، پھر یہ گندم سات دنوں میں ختم ہو گئے، میں نے اس واقعہ کا آپ کی خدمت میں تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ان کو اسی طرح رہنے دیتے (یعنی ان کی تعداد کو نہ دیکھتے) تو تم ان میں سے مرتے دم تک کھاتے رہتے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۰۔۳۱)

پانی پر حکومت، دریائے دجلہ میں طغیانی

میری پیاری اسلامی بہنو! ایک دفعہ دریائے دجلہ میں زوردار سیلاب آ گیا، دریا کی طغیانی کی شدت کی وجہ سے لوگ ہراساں اور پریشان ہو گئے اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ''یَستَغِیثُونَ بِہٖ'' آپ سے استغاثہ کرنے لگے اور مدد طلب کرنے لگے، حضرت نے اپنا عصاء مبارک پکڑا اور دریا کی طرف چل پڑے اور دریا کے کنارہ پر پہنچ کر آپ نے عصاء مبارک کو دریا کی اصلی حد پر نصب کر دیا اور دریا کو فرمایا کہ بس یہیں تک، آپ کا فرمانا ہی تھا کہ اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا اور آپ کے عصاء مبارک تک آ گیا۔

(بہجۃ الاسرار ص ۷۵، سطر ۲۲ تا ۲۴۔ قلائد الجواہر ص ۲۶)

پانی پر چلنا

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اہل بغداد کی نظر سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کافی عرصہ غائب رہے، ہم لوگوں نے آپ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی جانب جاتے دیکھا تھا، جب اُن کو تلاش کرتے ہوئے دریائے دجلہ پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر چلتے ہوئے ہماری طرف آرہے ہیں، بکثرت تعداد مچھلیاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتی ہیں اور ہم نے مچھلیوں کو آپ کا دست مبارک چومتے دیکھا، اُس وقت نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا، اسی اثناء میں ہمیں ایک سبز رنگ کا سونے اور چاندی سے مرصع مصلہ دکھائی دیا جو تختِ سلیمانی کی طرح ہوا میں دریائے دجلہ کے اوپر معلق تھا، اُس مصلہ کے اوپر دو سطریں تھیں، ایک سطر میں ''اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ '' اور دوسری سطر پر ''سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ '' لکھا ہوا تھا، جب وہ مصلہ بچھ گیا تو بہت سے لوگ آئے اور مصلہ کے برابر کھڑے ہو گئے، ان لوگوں کے چہروں سے بہادری اور شجاعت عیاں تھی، سب لوگ خاموش اور سرنگوں تھے، جیسا کہ ان کی قدرتِ گویائی ہی نہیں، ان کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے، ان حضرات کے آگے ایک پروقار اور عظیم المرتبت شخصیت تھی، تکبیر کہی گئی اور ان سب حضرات کی امامت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی رضی اللہ عنہ نے کرائی۔

(قلائد الجواہر ص ۱۲۔ تفریح الخاطر ص ۲۵۔۲۶، مطبوعہ مصر)

میری اسلامی بہنو! امام الوہابیہ والدیابنہ مولوی اسماعیل دہلوی قتیل لکھتے ہیں کہ ان مراتبِ عالیہ اور مناصبِ رفیعہ کے صاحبان (اولیاء الرحمٰن) عالمِ مثال اور عالمِ شہادت میں تصرف کرنے کے مطلق تاذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگوں کو حق

پہنچتا ہے کہ تمام کلیات اپنی طرف نسبت کریں، مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے، اس کلام کا معنی یہ ہے کہ عرش سے فرش تک ہمارے مولا کی سلطنت ہے۔ (صراطِ مستقیم فارسی ص ۱۰۱، سطر ۲ تا ۵، مطبوعہ دہلی)

حاضر وناظر

ستّر گھروں میں افطاری

میری اسلامی بہنو! ایک دن رمضان شریف میں ستّر آدمیوں نے فرداً فرداً آپ کو اپنے گھر میں برکت کی خاطر روزہ افطار کرنے کی دعوت دی، آپ نے ہر ایک کی دعوت قبول کر لی، ہر دعوت دینے والے کو کسی دوسرے کے بھی مدعو کرنے کا قطعاً علم نہ تھا، آپ نے ایک ہی وقت میں ہر ایک کے گھر ان کے ہمراہ روزہ افطار کیا، نیز آپ نے اپنے آستانہ عالیہ پر بھی اُس روز روزہ افطار فرمایا، صبح ہر مدعو کرنے والے نے آپ کی اپنے گھر تشریف آوری اور افطاری کی سعادت حاصل کرنے کا تذکرہ کیا تو یہ خبر بغداد شریف میں خوب پھیلی، آپ کے خدام میں سے ایک خادم کے دل میں خیال آیا کہ حضرت اپنے آستانہ عالیہ سے باہر بھی تشریف نہیں لے گئے تو یہ لوگ آپ کے بیک وقت تشریف آوری اور کھانا تناول فرمانے کا تذکرہ کیسے کرتے ہیں، تو اُس نے حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ اپنے قول میں سچے ہیں، میں نے ان میں سے ہر ایک کی دعوت قبول کی اور بیک وقت ہر آدمی کے گھر جا کر کھانا کھایا۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(تفریح الخاطر ص ۳۸، سطر ۱۳ تا ۱۹، مطبوعہ مصر)

مُردوں کو زندہ کرنا

مرغی کو زندہ کرنا

میری اسلامی بہنو! شیخ محمد بن قائد الادانی اور شیخ ابو عبد اللہ علیہما الرحمۃ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میں نے دیکھا ہے کہ میرے اس لڑکے کو آپ سے بہت زیادہ محبت اور اُلفت ہے' لہٰذا میں اسے اپنا حق معاف کر کے بوجہ اللہ آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں' آپ نے لڑکے کو قبول فرمایا اور اُس کو سلوک اور مجاہدہ کی منزلیں طے کرانی شروع فرما دیں' چنانچہ ایک روز وہ عورت حاضرِ خدمت ہوئی تو اپنے بچے کو بہت کمزور اور اُس کے رنگ کو بھوک کی وجہ سے زرد پایا جب وہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ آپ مرغی کے سالن کے ساتھ روٹی کھا رہے ہیں اور ایک برتن میں ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے عرض کیا: حضور والا! ''اَنْتَ تَاْکُلُ الدَّجَاجَ وَوَلَدِیْ یَاْکُلُ خُبْزَ الشَّعِیْرِ'' آپ مرغی کھاتے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان مرغی کی ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتا ہے' آپ کا یہ فرمانا تھا کہ مرغی اُٹھ کھڑی ہوئی تو آپ نے اس عورت سے ارشاد فرمایا: جب تمہارا لڑکا اس مقام پر پہنچ جائے گا تو وہ جو چاہے گا سو کھائے گا۔

(بہجۃ الاسرار ص ۶۵' سطر ۲۰ تا ۲۷۔ قلائد الجواہر ص ۳۷۔ سفینۃ الاولیاء ص ۴۷۔ فتاویٰ حدیثیہ للعلامۃ ابن حجر المکی ص ۹۳۔ تحفہ قادریہ)

اس واقعہ کو دیوبندی حضرات کے مشہور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی کتاب التذکیر حصہ سوم ص ۱۱۸۔۱۱۹' اور اضافات الیومیہ ج ۱ ص ۲۲۳' پر درج کیا جس سے اظہر من الشمس ہے کہ آپ بھی حضرتِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے مردہ زندہ

کرنے کے قائل تھے۔

مُردہ زندہ کرنا

میری بہنو! اسرار الطالبین میں ہے کہ ایک دن غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ ایک محلّہ سے گزر رہے تھے کہ ایک مسلمان اور عیسائی آپس میں جھگڑ رہے تھے' آپ نے جھگڑے کی وجہ پوچھی تو مسلمان نے عرض کیا کہ حضور والا! یہ عیسائی کہتا ہے کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل ہیں اور میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے بلکہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں' یہ سن کر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عیسائی سے فرمایا کہ تمہارے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے افضل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ تو عیسائی نے جواب دیا کہ ہمارے نبی مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے' تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں نبی نہیں ہوں بلکہ سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تابع اور غلام ہوں' اگر میں مُردہ زندہ کر دوں تو کیا تم ہمارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لے آؤ گے؟ تو عیسائی نے جواب دیا: ہاں! تو آپ نے فرمایا: مجھے بہت ہی پُرانی قبر دکھاؤ تاکہ تم کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی افضلیت کا یقین ہو جائے تو اس نے آپ کو کہنہ قبر دکھائی' آپ نے اس کو فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردہ زندہ کرتے وقت کیا کلام فرماتے تھے؟ تو اُس نے عرض کیا: ''قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ'' آپ نے فرمایا: یہ صاحب قبر دنیا میں گویا تھا اگر تو چاہے تو یہ قبر سے گاتا ہوا ہی اُٹھے' میں تمہارے لئے یہ بھی کر سکتا ہوں' تو عیسائی نے جواب دیا: ٹھیک ہے' میں بھی یہی چاہتا ہوں پس آپ قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میرے حکم سے اُٹھ! پس قبر شق ہوئی اور مُردہ زندہ ہو کر گاتا ہوا باہر نکل آیا' جب عیسائی نے آپ کی یہ کرامت اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت دیکھی تو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک

پر مشرف با سلام ہوا۔ (تفریح الخاطر ص ۱۶، مطبوعہ مصر)

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیئے ہیں
محمد ﷺ کے معجزوں نے مسیحا بنا دیئے ہیں

دیوبندی حضرات کے مولوی اشرف علی تھانوی اولیاء کرام کے مُردوں کو زندہ کرنے کے ثبوت میں رقمطراز ہیں کہ علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ نے طبقات کبریٰ میں بیان کیا ہے کہ کرامتوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔

مُردوں کو زندہ کرنا: اور دلیل میں ابو عبیدہ بصری کا قصہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ ان کی سواری کو زندہ فرما دیں، حقِ تعالیٰ نے (اس کو اُن کی دعا سے) زندہ فرما دیا تھا اور مفرج و مامینی کے قصہ کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بُھنے ہوئے پرندوں کے بچوں کو فرمایا تھا کہ اُڑ جاؤ! تو وہ اُڑ گئے تھے اور شیخ اول کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے مری ہوئی بلی کو آواز دی تو وہ ان کے پاس آ گئی اور شیخ عبدالقادر کی حکایت لکھی ہے کہ آپ نے گوشت کھا لینے کے بعد مرغ کی ہڈیوں کو فرمایا کہ اُس خدا کی اجازت سے اُٹھ کھڑی ہو جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتے ہیں تو مرغ اُٹھ کھڑا ہوا، اور شیخ ابو یوسف دھمانی کا واقعہ کہ آپ ایک مردہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے اُٹھ جاؤ تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور پھر عرصہ دراز تک زندہ رہا اور شیخ زین الدین فاروقی شافعی مدرس شامیہ کا قصہ بھی لکھا ہے جس کے متعلق علامہ سبکی کہتے ہیں کہ میں نے اس قصے کو اُن کے صاحبزادہ اللہ تعالیٰ کے ولی شیخ فتح الدین یحییٰ سے سنا ہے کہ ان کے گھر میں ایک چھوٹا بچہ چھت سے گر گیا اور مر گیا تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اُسے زندہ کر دیا تھا۔ (جمال الاولیاء ص ۲۲، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی، مطبوعہ تھابعون)

امام الوہابیہ والدیابنہ ابن تیمیہ نے بھی اولیاء کرام کی دعا سے مردہ زندہ ہونے

کے واقعات اپنی کتاب الفرقان بین الاولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان ص ۶۳، میں درج کئے ہیں۔

سات لڑکے

میری اسلامی بہنو! منتخب جواہر القلائد میں ہے کہ ایک دن ایک عورت حضرت سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی ''وَالْتَمَسَتْ مِنْ حَضْرَتِهِ الدُّعَا لِيُعْطِيَهَا اللّٰهُ وَلَدًا '' اور عرض کیا کہ بندہ نواز! دعا فرمائیں کہ اللہ کریم مجھے اولاد عطا فرمائے تو آپ نے مراقبہ فرما کر لوحِ محفوظ کا مشاہدہ فرمایا تو اس عورت کی قسمت میں اولاد نہیں لکھی ہوئی تھی، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دو بیٹوں کی دعا کی تو آپ کو ندا آئی کہ اس کیلئے تو لوحِ محفوظ میں ایک بھی بیٹا نہیں لکھا ہوا، آپ دو بیٹوں کا سوال کرتے ہیں، آپ نے تین بیٹوں کیلئے عرض کیا تو وہی جواب ملا، آپ نے چار بیٹوں کا سوال کیا، پھر وہی جواب ملا، آپ نے پانچ بیٹوں کیلئے سوال کیا تو پھر پہلے جیسے جواب ملا، آپ نے چھ بیٹوں کا سوال کیا تو پھر وہی جواب ملا، آپ نے سات بیٹوں کا سوال کیا تو ندا آئی: اے غوث! اتنا ہی کافی ہے اور یہ بشارت بھی مل گئی کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کو سات لڑکے عطا فرمائے گا۔ (تفریح الخاطر ص ۴۲، مطبوعہ مصر)

فائدہ: شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی کی ولادت با سعادت بھی اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کی دعا سے ہوئی جس کا تذکرہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی نے اس طرح فرمایا ہے کہ شیخ ابن حجر عسقلانی علیہا الرحمۃ کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی، وہ ایک دن شکستہ خاطر اور رنجیدہ دل ہو کر شیخ مناقبری علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو شیخ مناقبری علیہ الرحمۃ نے فرمایا: تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا جو اپنے علم سے دنیا کو مالا مال کر دے گا۔

(بستان المحدثین فارسی ص ، مطبوعہ دہلی)

انتقال

میری اسلامی بہنو! ۵۶۱ء کو آپ بیمار ہو گئے' علالت کے دوران آپ کے صاحبزادہ والا شان حضرت سیدہ شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمۃ نے آپ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا: حضور والا! مجھے کچھ وصیتیں ارشاد فرمائیے جس پر آپ کے انتقال کے بعد عمل کروں تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے برخوردار! اللہ کے تقویٰ کو اپنے پر لازم کرو' اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کرو' توحید کو لازم پکڑو کہ اس پر سب کا اتفاق ہے' نیز فرمایا کہ جب دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست ہو جائے تو اس سے کوئی چیز خالی نہیں رہتی اور اس کے احاطۂ علم سے کوئی چیز باہر نہیں نکلتی' بعد ازیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے آس پاس سے ہٹ جاؤ کیونکہ میں ظاہراً تمہارے ساتھ مگر باطناً تمہارے سوا کے ساتھ یعنی اللہ کریم کے ساتھ' نیز فرمایا: بے شک میرے پاس تمہارے علاوہ کچھ اور حضرات بھی تشریف لائے ہوئے ہیں' ان کیلئے جگہ فراخ کردو اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آؤ' اس جگہ بہت بڑی رحمت ہے' ان پر جگہ کو تنگ نہ کرو' بار بار آپ یہ الفاظ فرماتے تھے: یعنی ملائکہ جماعت اور ارواحِ مقربین کے آنے پر اُن کے سلام کا جواب بار بار دے رہے تھے اور فرما رہے تھے: بسم اللہ! آؤ تم وداع نہیں کیے گئے' آپ ایک دن اور ایک رات برابر یہی فرماتے رہے اور فرمایا: افسوس ہے تم پر! مجھے کسی چیز کی پروا نہیں ہے نہ فرشتہ کی اور نہ ہی ملک الموت کی' اے ملک الموت! ہمیں اس نے عطا فرمایا ہے جس نے ہمیں دوست رکھا ہے اور ہمارے کام بنائے وہ اللہ تعالیٰ ہے' پھر آپ نے ایک بلند آواز سے نعرہ لگایا' یہ اُس دن کی بات ہے جس شام کو آپ نے وصال فرمایا تھا کہ آپ کے صاحبزادگان ذیشان سیدنا عبدالرزاق اور سیدنا موسیٰ علیہما الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ آپ بار بار ہاتھ مبارک اُٹھاتے تھے اور ان کو دراز فرماتے اور زبان مبارک سے فرماتے: ''وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' توبہ کرو

اور صف میں داخل ہو جاؤ، میں ابھی تمہاری طرف آتا ہوں، نیز آپ فرماتے تھے: نرمی کرو، بعد ازیں آپ کے پاس حق آیا اور موت کے آثار شروع ہو گئے اور زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہو گئے: میں مدد چاہتا ہوں کلمہ طیبہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' کے ساتھ جو پاک اور برتر ہے اور ایسا زندہ ہے جسے موت کا خوف نہیں، پاک ہے وہ جو قدرت کے ساتھ غالب ہے اور بندوں کو موت کے ساتھ مجبور کیا ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' پھر آپ نے اللہ اللہ اللہ کہا، پھر آپ کی آواز مبارک مخفی ہو گئی اور آپ کی زبان مبارک آپ کے تالو سے مل گئی، پھر آپ کی روح مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ''رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاَعَادَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَخَتَمُ تَنَا بِخَیْرِ وَجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ غَیْرَ فَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ آمِیْنَ آمِیْنَ آمِیْنَ ''۔

اولادِ اطہار

آپ کی اولاد کثرتِ تعداد میں تھی جن میں سے زیادہ مشہور آپ کے مندرجہ ذیل صاحبزادگان تھے:

سیدنا شیخ عبدالوہاب، سیدنا شیخ عیسیٰ، سیدنا شیخ عبدالعزیز، سیدنا شیخ عبدالجبار، سیدنا عبدالرزاق، سیدنا شیخ محمد، سیدنا شیخ عبداللہ، سیدنا شیخ یحییٰ، سیدنا شیخ موسیٰ، سیدنا شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

تصانیف مبارکہ

آپ کی تصانیف مبارکہ جو کہ آپ کی یادگار ہیں، کے مطالعہ سے عجیب سرور، لذتِ اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے نیز عجیب قسم کے دقائق، حقائق اور مصارف کا انکشاف ہوتا ہے، ہر مسلمان کو آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، الفتح الربانی والفیض الرحمانی یواقیت الحکم، جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر،

دیوان غوث الاعظم۔

گیارہویں شریف

حضرت سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں شریف کی مبارک تقریب صرف پاکستان میں مروج نہیں بلکہ اس کا اہتمام عرصہ دراز سے بزرگانِ دین علیہم الرحمۃ کرتے آئے ہیں جس کی شہادت ہندوستان میں سب سے پہلے علمِ حدیث کی اشاعت کرنے والے محدث شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ دیتے ہیں، بے شک ہمارے ملک (ہندوستان) میں آج کل (عرس پاک غوثِ اعظم یعنی گیارہویں شریف کی) گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ساری اولاد و مشائخ میں متعارف ہے، اسی طرح ہمارے شیخ ابوالمحانی سید شیخ موسیٰ الحسینی نے نقل کر کے لکھا ہے، شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ کے اُستاد اور پیر امام عبدالوہاب مفتی مکی علیہ الرحمۃ بھی اسی تاریخ کو گیارہویں شریف کا ختم دلایا کرتے تھے اور ان کے مشائخ بھی۔

(ماثبت من السنۃ ص ۱۲۴)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جو کہ کل ہندو پاک کے علماء کے حدیث کے استاد ہیں گیارہویں شریف بسرکاری طور پر منائے جانے کا ثبوت پیش فرماتے ہیں کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابرین جمع ہوتے، نمازِ عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے اور حضرت غوثِ اعظم کی مدح میں قصائد اور منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے اردگرد مریدین اور حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکرِ جہر کرتے، اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، اُس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی، تقسیم کی جاتی اور نمازِ عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے۔

(ملفوظاتِ عزیزی، ص ۶۲، فارسی)

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول آپ کے سامنے ہے‘ ہماری اسلامی بہنیں اپنے کام کاج سے فرصت نکال کر‘ شرعی پردہ کر کے پیارے پیارے مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں کی اشاعت کر رہی ہیں۔ آپ بھی اس کارِ خیر میں ہمارا ساتھ دیجئے۔ اپنے گھر میں درسِ فیضانِ سنت روزانہ کا معمول بنا لیجئے۔ اپنے علاقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کیجئے۔ غیر مسلموں کا طریقہ چھوڑیئے۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رشتہ جوڑیئے۔ ان شاء اللہ اس کی برکت سے بارگاہِ رب العزت میں اعلیٰ مقام اور بلندیٔ درجات کا اہتمام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کی فریب کاریوں سے محفوظ فرمائے۔ نیک اعمال سے محبت اور بُرے اعمال سے نفرت عطا فرمائے۔

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

* * *

ایصالِ ثواب اور گیارھویں کی شرعی حیثیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

پیاری پیاری اسلامی بہنو!

نگاہیں نیچی کیے توجہ کے ساتھ درس و بیان سننے کی عادت بنائیے۔ ہو سکے تو دو زانو بیٹھ جائیے کہ لاپرواہی کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے، لباس یا بالوں کو سہلاتے ہوئے یا ادھورا بیان چھوڑ کر چلے جانے سے اِس کی برکتیں زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔

فضیلت دورد پاک

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ معظم ہے: تین قسم کے لوگ میری زیارت سے محروم رہیں گے:

(۱) والدین کا نافرمان (۲) میری سنت کا تارِک (۳) جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (فیضانِ سنت، ص ۲۰۸، بحوالہ القول البدیع)

خدا کا ذِکر کرے ذِکرِ مصطفیٰ ﷺ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْبِ: صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کونین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد نہایت ہی قابل قدر سامعین حضرات! آج کی تقریب چراغ بزم ولایت حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں انعقاد پذیر ہے، خالق کائنات جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوبوں کے ذکر کا صدقہ حق بات پہنچانے اور حق بات قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

پیاری اسلامی بہنو! گیارھویں شریف کی تقریبات کے سلسلہ میں متعدد مقامات پر مختلف موضوعات پر گفتگو ہو چکی ہے، آج کی گفتگو گیارھویں شریف اور ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت کے موضوع پر ہے، اہل سنت و جماعت جو اس کائنات پر مسلمانوں میں غالب اکثریت کے حامل ہیں، جمہور مسلمانانِ عالم کی حیثیت رکھتے ہیں، دنیا میں جہاں کہیں بھی اہل سنت آباد ہیں، ان کے معمولات میں سے ایصالِ ثواب کی تقاریب ان کا شعار شمار ہوتی ہیں، ان تقاریب کے مختلف علاقوں میں مختلف نام ہیں لیکن حیثیت اور حقیقت کے لحاظ سے ساری تقریبات تمام محافل ایک ہی حقیقت پر مبنی ہیں، اسے حلقۂ ذکر کہا جائے، محفل ذکر کہا جائے، ختم گیارھویں شریف کہا جائے، ختم قل شریف کہا جائے، ختم چہلم شریف کہا جائے، یہ مختلف نام اور عنوان اس ایک ہی بات کے ہیں، ہمارے نزدیک وہ ارواح جو ہم سے جدا ہو چکی ہیں اور حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں، ہمارے نیک کاموں کا ثواب، قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب، صدقہ وخیرات کا ثواب، پھلوں کے صدقہ نافلہ کا ثواب، نفلی عبادات کا ثواب، ہم اللہ

تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم، سید نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ان نیک ارواح کو بطور تحفہ پہنچاتے ہیں اور وہ ثواب ان ارواح کو پہنچ جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے نیک کام کا ہماری نیت اور خلوص کے مطابق کم یا زیادہ ثواب فوراً عطا فرما دیتا ہے اور جب ہم اس ثواب کو بطور تحفہ اپنے عزیز واقارب کو پہنچاتے ہیں تو وہ ثواب ان کو پہنچتا ہے۔

پیاری اسلامی بہنو! گیارھویں شریف اور ایصالِ ثواب کی دوسری تقاریب میں چند باتیں نہایت ضروری ہیں، ان کے جواز کے دلائل کا سمجھنا بہت ضروری ہے، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کیا ایک مسلمان کے عمل سے دوسرے مسلمان کو فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ جس کے فائدے کیلئے کوئی مسلمان کوئی عمل کر رہا ہے، وہ اس دنیا سے جا چکا ہے، وفات پا چکا ہے، عالمِ برزخ میں تشریف لے جا چکا ہے، اس دوسرے مسلمان کے عمل سے، اس کی تلاوت قرآن مجید سے، اس کی نفلی عبادات سے، اس کی صدقہ وخیرات سے اس کا فائدہ اس کا ثواب جس کو یہ پہنچانا چاہتا ہے کیا پہنچا سکتا ہے؟ کیا یہ کسی زندہ مسلمان کا فوت شدہ مسلمان کو فائدہ پہنچانا، قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت ہے کیونکہ ایصالِ ثواب، گیارھویں شریف اور جتنی بھی ایصالِ ثواب کی دیگر تقاریب ہیں، ان سب کا دار اس بات پر ہے کہ ایک مسلمان کا عمل دوسرے مسلمان کو فائدہ دے سکتا ہے، ایسی محافل میں اکثر وبیشتر قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، ذکر اذکار کیا جاتا ہے، کلمہ شریف پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، طعام (کھانے) پر ختم پڑھا جاتا ہے، یعنی قرآن مجید کی زیادہ فضائل وثواب والی سورتیں اور آیات تلاوت کی جاتی ہیں، بزرگوں کے نام پر نیاز پکائی جاتی ہیں، پھر یہ مسئلہ بھی زیر بحث آئے گا کہ یہ جو بزرگوں کے نام پر مختلف جانور منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً یہ بکرا غوث پاک کی گیارھویں کا بکرا ہے، یہ بکرا حضرت داتا گنج بخش کے عرس کا ہے یہ جو اللہ کے ولیوں کے نام سے جانور

منسوب کئے جاتے ہیں' ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

اس کے بعد تیسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ کوئی دن مقرر کر کے جگہ وقت معین کر کے ایصالِ ثواب کی محفل منعقد کرنا جیسے گیارہویں شریف کی محفل فلاں دن فلاں جگہ ہو گی' یہ دن کا تعین کر کے اس محفل کا انعقاد کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

یہ تین باتیں اس موضوع میں زیادہ اہم ہیں اور میں مختصر وقت میں ان تینوں کی آپ کے سامنے وضاحت کرنے کی کوشش کروں گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن و سنت کے واضح دلائل آپ کے سامنے رکھوں گی' پہلی بات یہ ہے کہ کیا ایک مسلمان کا عمل دوسرے مسلمان کو فائدہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر فائدہ دے سکتا ہے تو ایصالِ ثواب کرنا صحیح ہے۔

پیاری اسلامی بہنو! قرآن مجید' برہان رشید کی متعدد آیات اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ ایک مسلمان کا عمل دوسرے مسلمان کو فائدہ دے سکتا ہے' وہ دوسرا مسلمان جو اس دنیا سے جا چکا ہے' اس کے وصال کے بعد اس کے وفات پا جانے کے بعد بھی کسی دوسرے مسلمان کے عمل سے اس کو فائدہ پہنچ سکتا ہے' اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید برہان رشید میں بعد آنے والے مسلمانوں کا یہ عمل بیان کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ۔ (پارہ ۲۸' سورۃ الحشر' آیت:۱۰)

اور ان (فوت شدہ مسلمانوں) کے بعد (میں آنے والے) وہ (مؤمن مسلمان) عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے (فوت شدہ مسلمان) بھائیوں کو بھی بخش دے۔

ایک ہمارے اسلاف ہیں اور ایک اخلاف' یعنی کچھ کا زمانہ ہم سے پہلے کا ہے

اور کچھ ہمارے بعد آئیں گے' بعد میں آنے والے مسلمانوں میں سے اچھے لوگ کون ہیں؟ ان بعد میں آنے والے اچھے مسلمانوں کے بارے میں اُن کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان کا شعار یہ ہوگا:

''یَقُوْلُوْنَ'' وہ یہ کہتے ہیں:

''رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا'' اے اللہ! ہمیں بھی بخش دے!

وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ۔ (سورہ حشر' آیت: ١٠)

اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو حالت ایمان میں اس دنیا سے جا چکے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اچھے مؤمنوں کا یہ شعار بتایا ہے' ان کی یہ علامت بتائی ہے کہ وہ بعد میں آئیں گے' پہلوں کو بھولیں گے نہیں' جتنے بھی مؤمنین جا چکے ہیں' اولیاء جا چکے ہیں' صدیقین جا چکے ہیں' مجتہدین جا چکے ہیں' وہ ان سب کو بھولنے والے نہیں وہ نہ صرف اپنے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں گے بلکہ اپنے سابقین کیلئے بخشش و مغفرت کی دعائیں مانگیں گے' قرآن مجید برہان رشید کی اس آیت سے ایک قانون ثابت ہو رہا ہے' دیکھیں یہاں دعا مانگنے کا وصف کن لوگوں کا بیان ہوا ہے؟ ان کا جو بعد میں آ رہے ہیں' یہ فعل ان بعد میں آنے والوں کا ہے لیکن دیکھیں فائدہ کن کن کو ہو رہا ہے' فائدہ ان کو خود بھی ہے اور انہیں بھی ہے جو دنیا سے جا چکے ہیں' اگر ان بعد میں آنے والے مسلمانوں کے فعل کا فائدہ پہلے والے فوت شدہ مسلمانوں کو نہ ہوتا تو خالق کائنات ہرگز ان کی تعریف نہ فرماتا' اللہ تعالیٰ کسی لغو کام کی تعریف کیسے کر سکتا ہے جس کام کا کوئی فائدہ نہ ہو' جس کام پر کوئی اثر مرتب نہ ہو' جس کام کا کوئی ثواب نہ ہو' خالق کائنات ان لوگوں کیلئے ایک مستقل آیت نازل فرما دے' یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو قرآن مجید برہان رشید میں اپنا موضوع بنایا ہے' ان کی

تعریف کی ہے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یقیناً اس عمل سے انہیں فائدہ پہنچا ہے اور پہلے والوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے، دعا مانگنا ان کا کام ہے لیکن اس کا فائدہ وفات پا جانے والوں کو پہنچ رہا ہے۔

''رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا'' یا اللہ! ہمیں بخش دے!

''وَلِاِخۡوَانِنَا'' ہمارے بھائیوں کو بھی بخش دے!

کون سے بھائی؟ ''الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ'' جو حالتِ ایمانی میں ہم سے سبقت کر چکے ہیں، زندہ لوگوں کی بات نہیں، ان لوگوں کی بات نہیں جو اب دنیا میں موجود ہیں بلکہ ان کی بات ہے جو فوت ہو چکے ہیں، دنیا سے جا چکے ہیں، یہ وصال پانے والے پہلی صدی، دوسری صدی، تیسری صدی، چوتھی صدی یا بعد والی کسی بھی صدی میں وصال پا چکے ہوں، ان تمام صدیوں میں وصال پانے والے اہل ایمان اولیاء اللہ اور صدیقین سب کا ذکر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ بعد میں آنے والے ہر دور میں بعد میں آنے والے اچھے مسلمان وہ ہوں گے جو پہلے فوت شدہ مسلمانوں کو بھولیں گے نہیں، بلکہ ان کا ذکر کرتے رہیں گے، ان کو ایصالِ ثواب کرتے رہیں گے، جب لوگوں کی ترجیحات بدل گئیں جب لوگوں نے اپنی فکر کو اندھا کر لیا اور دعا سے منہ موڑ لیا، دعا پر شرک اور بدعت کا فتویٰ لگا دیا، اب وہ لوگ جو ان محافل کا انعقاد کرتے ہیں وہ لوگ کتنے عظیم لوگ ہیں کہ ایسی آندھیوں میں بھی حق کا پرچم بلند کیے ہوئے ہیں اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ تیرے قرآن مجید کی اس آیت کے مصداق لوگ قیامت تک موجود رہیں گے جو اپنے لئے بھی دعا کریں گے اور پہلے مسلمانوں کیلئے بھی دعا کرتے رہیں گے کہ یا اللہ! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے، ہمارے ان اولیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کو بھی بخش دے جو حالت ایمان میں اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں، ہم کسی بے ایمان کیلئے دعا کرنے کو

تیار نہیں، دعا ایمان والوں کیلئے ہوتی ہے، اسی لئے ایمان والے ہی اپنے سابقین کے لیے دعا کرتے ہیں، یا اللہ! ہمیں (ایمان والے) بھی بخش دے اور ہم سے پہلوں کو بھی بخش دے، یہ قرآن مجید برہان رشید سے ایک دلیل ہوئی۔

دوسری دلیل!

پیاری اسلامی بہنو! اب دوسری دلیل سنیں! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حقوق اللہ، حقوق العباد کا کئی مقامات پہ ذکر فرمایا ہے، وہ ایک مقام دیکھیں جہاں ان حقوق کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۲۳) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو!

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے بڑے حقوق کی دو قسمیں بیان کیں!

ایک وہ حقوق جو والدین زندہ ہوں تو اولاد پر فرض ہیں اور دوسرے وہ حقوق جو والدین وفات پا جائیں لیکن پھر بھی اولاد پر برقرار رہتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۲۳، اگر تیرے سامنے ماں باپ میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے 'ہوں' بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے ادب واحترام سے بولو اور ان کیلئے عاجزی واطاعت کا بازو محبت ونرم دلی سے بچھا دو!

کتنے اثر آفرین الفاظ ہیں، جامعیت کے ساتھ زندہ والدین کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، فرمایا: وہ تیرے والدین، دونوں یا ان میں سے ایک، اگر بوڑھے ہو

جائیں بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور تو نوجوان ہے' اب تم پر فرض ہے کہ ان کی خدمت کر' خدمت کرتا رہ' خدمت کرتے کرتے اُکتا کر اُف تک نہ کہنا' ان سے گفتگو کرنا چاہو تو ان کو بلند آواز سے نہ بلانا' ان سے سخت لہجہ میں نہ بولنا' ان کو جھڑکی نہ دینا' ان سے اچھے طریقے سے نرم اور محبت بھرے لہجہ میں گفتگو کرنا' ان کے قدم دباؤ' ان کیلئے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچاؤ! اگر بیمار پڑیں تو علاج و معالجہ اور تیمارداری میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھو' یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وہ فرائض ہیں جن کا تعلق والدین کی زندگی کے ساتھ ہے' پھر دوسرے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں کہ وہ وقت آتا ہے کہ جب تو والد یا والدہ یا دونوں میں سے کسی کے بھی قدم دبا کر ثواب حاصل نہیں کر سکتا' ان کو اچھا کھانا کھلا کر ثواب حاصل نہیں کر سکتا' ان کو اچھے کپڑے پہنا کر ثواب حاصل نہیں کر سکتا' ان کی ضروریات کو پورا کر کے ثواب حاصل نہیں کر سکتا' اس لئے کہ اب وہ اس دنیا سے جا چکے ہیں وہ قبر میں جا چکے ہیں' اب تجھ پر کیا حق باقی ہے؟ اسلام ایک ایسا کامل دین یہ کہ جس میں وفات پا جانے والے والدین کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنے کا ایک قابل طریقہ موجود ہے' کون سا؟ فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۔

(پارہ ۱۵' سورہ بنی اسرائیل' آیت ۲۴)

اور عرض کرو: اے میرے پروردگار! ان دونوں (میرے والدین) پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے (بچپن میں بڑے پیار اور محبت سے پالا) تھا۔

اے مسلمان والدین کی اچھی بیٹی! تو اپنی زبان سے مجھ سے مانگ!

یا اللہ! میرے والدین پر یوں رحم فرما جس طرح چھوٹی عمر میں وہ مجھ پر شفقت فرماتے تھے' یہ دعا کرنے کا طریقہ کون سکھا رہا ہے؟

اللہ تبارک و تعالیٰ! اگر اس دعا سے اللہ کی طرف سے ان فوت شدہ اور زندہ والدین کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تو خالق کائنات ہرگز اپنے والدین کیلئے یوں بخشش کی دعا کرنے کیلئے نہ فرماتا۔

''قُلْ'' تو کہیے:

تو مجھ سے مانگ تو سہی!

اللہ خود ہی مانگنے کا طریقہ بھی بتلا رہا ہے۔

''رَبِّ ارْحَمْهُمَا'' یا اللہ! میرے والد اور والدہ دونوں پر اپنی رحمت فرما!

کیسی رحمت فرما؟

''كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا'' جس طرح کہ میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور انہوں نے بڑی شفقت سے مجھے پروان چڑھایا۔

میری والدہ خود بھوک برداشت کر لیتی تھی لیکن میری بھوک اس سے برداشت نہیں ہوتی تھی، وہ خود پیاسی رہ کے مجھے پانی پلاتی تھی، وہ میرے گیلے بستر پر خود سو جاتی تھی اور مجھے خشک بستر پر سلاتی تھی، وہ اپنے کپڑوں کی پرواہ کئے بغیر مجھے اچھے کپڑے پہناتی تھی، میں بیمار پڑتا تو میرے علاج معالج میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتی تھی، میری تعلیم و تربیت کیلئے دن رات کوشاں رہتی تھی، کچھ دیر کیلئے لیٹ ہو جاتی تو پریشان ہو جاتی تھی، وکھیل کود سے تھک جاتی تو مجھے دباتی تھی۔

اور میرا والد صبح سے شام تک محنت کرتا اور میرے لئے اچھی سے اچھی سہولتیں مہیا کرتا، وہ خود تو ہر طرح کی مشقتیں تکلیفیں برداشت کرتا لیکن میری ذرا سی تکلیف اس سے برداشت نہ ہوتی۔

یا اللہ میرے والدین نے اپنی ساری زندگی مجھ پر اپنی شفقت کا سائبان تانے رکھا، آج جب وہ وفات پا چکے ہیں تو میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! میرے

والدین پر اتنی رحمتیں نازل فرما جس طرح کہ میرے بچپن میں وہ مجھ پر کرتے تھے' یہ عمل والدین کے ان حقوق سے ہے جو والدین کی وفات کے بعد بھی برقرار رہتا ہے جب وہ زندہ ہوں تب بھی ان کیلئے دعائیں مانگو اور جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کو بھول جاؤ کہ اب یہ اپنی قبر میں چلے گئے ہیں' میرا ان سے رابطہ ختم ہو گیا ہے' نہیں! اسلام ایک جامع دین ہے کہ وہ قبروں میں چلے جانے والوں کے ساتھ بھی تعلق برقرار رکھتا ہے' ان کے حقوق بھی برقرار رکھتا ہے' اچھی بیٹی والدین کی نیک اور فرمانبردار بیٹی وہ ہے جو والدین کو دفن کرنے کے بعد بھی نہیں بھولتی بلکہ وہ ہر وقت ان کیلئے دعائیں کرتی رہتی ہے' اس آیت سے بھی یہ قانون ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے' دعا بیٹا مانگ رہا ہے' دعا مانگنا بیٹے کا عمل ہے اور اس دعا کا فائدہ اس کے والدین کو ہو رہا ہے' اگر بیٹے کے مانگنے پر والدین کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو خالق کائنات کیوں فرماتا کہ مجھ سے دعا مانگو' اس نے خود ہی دعا مانگنے کو کہا ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ تو اس کی جو بغیر دعوت کے مانگے اس کی جھولیاں بھر دیتا ہے۔

اور یہاں تو وہ خود ہی مانگنے کیلئے فرما رہا ہے' لہٰذا اب جب مانگا جائے گا تو اللہ تعالیٰ مانگنے والے کے والدین کو بخش دے گا' ان کی خطائیں معاف فرما دے گا۔

قرآن مجید برہانِ رشید کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی زندہ آدمی کے عمل سے ان کو فائدہ پہنچ سکتا ہے جو دنیا سے جا چکے ہیں' یہاں صرف دو آیات پیش کرنے پر اکتفا کرتی ہوں' اب حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث شریف سے ثبوت

سید عالم' نورِ مجسم' شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ .

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰/۳۹۷)

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جنت میں عبد صالح (نیک بندے) کے درجہ کو بلند فرماتا ہے جس وقت وہ اپنا بلند مقام دیکھتا ہے۔

فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اِنّٰى لِىْ هٰذِهٖ۔

تو وہ عرض کرتا ہے: یارب العالمین! میرا درجہ بلند کیسے ہوگیا؟ یا اللہ! مجھے اتنا بلند مقام کیسے مل گیا؟

میرے اعمال میں سے تو مجھے اپنا کوئی عمل ایسا نظر نہیں آتا جس کی وجہ سے میرا درجہ اتنا بلند یا گیا' جانتے ہیں کہ جنت کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں کتنا فرق ہے؟ ایک درجے سے دوسرے درجے تک کتنی مسافت ہے؟ یہ ایک دو فٹ کی بلندی کی بات نہیں ہے' وہ فرق پانچ سو سال کی مسافت کا ہے' ایک انسان پانچ سو سال تک چلتا رہے جتنا سفر طے کرتا ہے' اتنا دو درجوں کے درمیان فاصلہ ہے' جب بندے کو اتنی بلندی جنت میں ملے گی تو وہ بندہ اللہ سے پوچھے گا کہ یا اللہ! یہ میرا مقام اتنا بلند کیسے ہوگیا ہے' مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میرے کون سے عمل کی وجہ سے مجھے یہ مقام دیا گیا ہے۔ پیاری اسلامی بہنو!

سید عالم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب دیا جائے گا:

بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ۔ (مشکوٰۃ' باب الاستغفار التوبۃ' تیسری فصل)

اے میرے بندے! تیری بیٹی نے تیرے لئے دعائے مغفرت کی ہے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ۔ (النہایۃ فی الفتن والملاحم ص ۴۰۷)

اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

اے میرے بندے! تو ایک بیٹا چھوڑ کر آیا تھا جو تیرے لئے استغفار کرتا رہا' یہ

اس بیٹے کے متعلق ہے جو سنی بیٹا ہوگا' خدا اس کے بیٹوں کو سنی رکھے۔ (آمین!)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اے میرے بندے! تیرے بیٹے نے تیرے لئے استغفار کی ہے' وہ تیرے لئے دعائیں مانگتا رہا' وہ جب بھی نماز پڑھتا تیرے لئے دعائیں مانگتا' اس طرح روزانہ تیرے لئے ایصالِ ثواب کرتا' وہ تیرے ایصالِ ثواب کیلئے محافل کا انعقاد کرتا' جس میں شامل تمام لوگ تیرے لئے ایصالِ ثواب کرتے۔

یہ اس کا تیرے لیے استغفار کرنا' تیرے ایصالِ ثواب کیلئے محافل کا اہتمام کرنا' یہ عمل تیری بیٹی کا ہے' لیکن اس کا فائدہ تجھے یہ ہوا کہ جنت میں تیرے درجے کو بلند کر دیا گیا ہے' اس سے بھی یہ قانون ثابت ہوا کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے' جو دنیا میں ہے اسے تو ویسے بھی فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے لیکن ہمارا موضوع اس فائدہ کے متعلق ہے جو اس دنیا دار انسان اس دوسرے انسان کو پہنچائے جو اس دنیا سے چلا گیا ہے اور جس کا آج کے خارجی لوگ انکار کرتے ہیں۔

ہمارے وہ عزیز واقارب جن کو ہم قریبی قبرستان میں داخل قبر کر آئے ہیں دفن کر آئے ہیں' ہمارے وہ عزیز واقارب بظاہر قریبی قبرستان میں دفن ہیں لیکن اب وہ عالم برزخ میں چلے گئے ہیں' ان کے اور ہمارے درمیان کروڑوں میل کی مسافت ہے' اتنی مسافت ہے کہ جس کے متعلق صرف سوچا ہی جا سکتا ہے لیکن پھر بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

آپ نے مذکورہ بالا حدیث ملاحظہ فرمائی کہ کتنا فائدہ ہے؟ بچے نے استغفار کی ہے اور اللہ نے جنت میں اس کے باپ کو بلند مقام عطا فرما دیا ہے' یہ نہیں کہ سارا فائدہ والد کو ہو گیا اور بچے کو کچھ نہیں ملے گا جس کی دعا سے اوروں کو فائدہ ہو رہا ہے اس کا اپنا فائدہ ہونا تو یقینی ہے۔

پیاری اسلامی بہنو!

سید عالم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بیٹے کو دعا مانگنے پر اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ اگر اس سے اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی رہ گئی ہو گی، اگر وہ زندگی میں عاق ٹھہرا تھا، والدین کا نافرمان ٹھہرا تھا، وہ اگر ہمیشہ دعا مانگتا رہے گا تو اس کا اثر یہ ہو گا کہ میدانِ محشر میں جب ان لوگوں کی لسٹ تیار ہو گی جو والدین کی عزت کرتے تھے اور فرمانبردار تھے، یہ شخص جس نے ہمیشہ دعا مانگی ہے، قیامت کے دن فرمانبرداروں میں شمار کیا جائے گا۔

مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب کے باب البر والصلہ کی تیسری فصل میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بے شک بندے کے والدین فوت ہو جاتے ہیں یا اُن میں سے ایک اور وہ اُن کا نافرمان لیکن ہمیشہ اُن دونوں کیلئے دعا اور استغفار کرتا رہے تو آخرکار اسے نیک لوگوں میں لکھ لیتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث نمبر ۲

یہ حدیث بخاری شریف باب العمرہ کے باب ''بَابُ الْحَجِّ وَالنُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْاَةِ'' میں ہے:

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی:

اِنَّ اُمِّيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى وَاَنْتَ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا۔

میری والدہ ماجدہ نے حج کرنے کی نیت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں یہاں تک کہ فوت ہو گئیں، کیا میں اُن کی طرف سے حج کروں؟

سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کا انداز یہ تھا کہ جب کوئی سوال کرتا تو اکثر سوال کرنے والے سے سوال کر کے اسی سے مسئلے کا جواب دلوا دیتے تھے، اس

میں دوہرا فائدہ ہوتا تھا' ایک تو اس کا جواب آ جاتا تھا' دوسرا اُمت کو یہ طریقہ بتا دیا کہ قیاس سے مسائل ثابت ہو سکتے ہیں' قیاس سے مسائل حل کرنا ہمارا مذہب ہے جبکہ غیر مقلد تو قیاس کو مانتے ہی نہیں ہیں۔

سرکار نے خود اپنے صحابہ اور صحابیہ سے قیاس کروایا ہے' فرمایا کہ جب ایک بات تمہیں معلوم ہے تو اس سے دوسری کو سوچ لو' اگر علت ایک ہے تو دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوگا' آپ نے فرمایا: یہ تو بتا:

لَوْ كَانَ عَلٰى اُمِّكِ دَيْنٌ اَكُنْتِ قَاضِيَتَهٗ ۔

اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں!

کیا تیرے قرض ادا کرنے سے تیری والدہ کا قرض ادا ہوتا یا نہ ہوتا؟ جب آپ نے یہ سوال کیا تو وہ صحابیہ کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ضرور ادا ہو جائے گا' آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسئلہ تو تم نے خود ہی حل کر دیا ہے ''اِقْضُوا اللّٰهِ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ '' اللہ کا قرض بھی ادا کرو یہ قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ یہاں سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقوق مالیہ پر عبادت کو قیاس کروایا ہے' فرمایا کہ جس طرح تیرے قرض ادا کرنے سے تیری والدہ کا قرض ادا ہو جائے گا' ایسے ہی جب تو حج کرے گی تو اس کی نیت سے حج کرنے سے نذر اس کی پوری ہو جائے گی' لہٰذا یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ ان کی والدہ تو دنیا چھوڑ کر جا چکی تھی' اب ان کی طرف سے حج تو اس کی بیٹی کرے گی' صفا مروہ کی سعی' طواف' وقوفِ عرفہ تو بیٹی کرے گی لیکن نذر والدہ کی پوری ہو جائے گی۔

حدیث نمبر ۳

پیاری اسلامی بہنو! ایصالِ ثواب کی محافل میں قرآن پڑھا جاتا ہے' یہ قرآن

پڑھنا تو اشرف المخلوقات کا عمل ہے، انسان قرآن پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت! میں اس کا ثواب حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچاتا ہوں، میں اس کا ثواب حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچاتا ہوں، یہ تو پھر اشرف المخلوقات ہے اور اپنی زبان سے افضل کلام پڑھ رہا ہے، دوسری طرف یہ دیکھیں کہ اسلام نے تو یہاں تک اس ایصالِ ثواب کے مسئلہ کو واضح کیا کہ درختوں کی تسبیح سے بھی عذاب دور ہو جاتا ہے، قبر کے مکینوں کو ان کی تسبیح سے بھی سکون ملتا ہے تو پھر قرآن مجید کی تلاوت کرنے، تسبیحات پڑھنے، آیت کریمہ پڑھنے، کلمہ شریف پڑھنے سے جو ثواب حاصل ہوتا ہے، وہ فوت شدگان کیلئے تسکین اور عذاب سے نجات کا باعث کیوں نہ ہوگا؟

صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے: حضرت مجاہد، طاؤس سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّہُمَا لَیُعَذَّبَانِ ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں پر سے گزرے جن پر عذاب ہو رہا ہے، چشمِ نبوت کی بصیرت اور بصارت دیکھیں کہ قبروں کے قریب سے گزرتے گزرتے دیکھ لیا کہ ان قبروں کے مکینوں کو عذاب ہو رہا ہے، ہم کسی قبر کے قریب سے گزریں تو ہمیں کچھ پتا نہیں چلتا کہ قبر میں کیا ہو رہا ہے؟ اور کیا نہیں ہو رہا؟ مگر جن کی نگاہ کے سامنے کائنات ہتھیلی طرح ہے، انہوں نے گزرتے دیکھ لیا کہ قبر کے مدفونین کو عذاب ہو رہا ہے، کتنا علم ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تھا، معاذ اللہ! ہمارے محبوب تو وہ ہیں جن کی نگاہِ نبوت نے گزرتے گزرتے منوں مٹی کے نیچے سے دیکھ لیا کہ ان قبروں میں مدفونین کو عذاب ہو رہا ہے، پھر ایک ہی غیب کی خبر نہیں دی، اس کے ساتھ یہ بتایا کہ

وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ ۔

میرے صحابہ! ان دونوں کو کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا' یوں بتایا کہ میرے سامنے ان کی پوری زندگی موجود ہے' میں ان کی زندگی کا ہر عمل جانتا ہوں' ان کو عذاب کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا بلکہ دو صغیرہ گناہ ہیں' جن کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے' کس طرح؟ فرمایا:

اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ ۔

ان میں سے ایک تو پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچا کرتا تھا' پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے اس کو عذاب ہو رہا ہے' لٰہذا پیشاب سے چھینٹوں سے بچو اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا' دوسرے کے متعلق فرمایا کہ وہ چغل خور تھا' چغلی کرتا تھا' یہ وہ دو صغیرہ گناہ ہیں' جن کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے' نگاہِ نبوت کا فیضان دیکھئے کہ گزرتے گزرتے ان قبروں میں عذاب ہوتا دیکھ لیا' صرف قبروں کا ہی حال نہیں بلکہ ان کی ساری زندگی کا حال بھی بیان کر دیا کہ ان کے نامہ اعمال میں کوئی کبیرہ گناہ نہیں ہے' دو صغیرہ گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

پھر کیا ہوا؟ صحابہ کرام کی جماعت ساتھ ہے' پھر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی تر ٹہنی لی' اس ٹہنی کے پتے ہرے بھرے تھے' اس کو بیچ میں سے چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے' پھر سرکار نے دونوں قبروں پر نصف نصف ٹہنی گاڑ دی' چشم فلک گواہ ہے' صحابہ کی آنکھیں گواہ ہیں جس وقت سرکار نے اپنے ہاتھ سے ٹہنی کو توڑا اور قبر پر لگایا تو صحابہ کرام نے سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا؟

آپ نے ایسا کیوں کیا؟

آپ یہ بھی بیان فرما دیں کہ یہ فعل کیوں فرمایا ہے؟

یہ عام آدمی کا فعل نہیں ہے، یہ تو اللہ کے رسول کا فعل ہے، امام الانبیاء کا فعل ہے جب آپ ایسے کر رہے ہیں تو یہ تو سنت بن گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! بیان فرما دیجئے کہ یہ ٹہنی لگانے کا فائدہ کیا ہے؟ تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۲)

میرے صحابہ! اُمید ہے کہ جب تک یہ شاخیں سرسبز رہیں گے، ان کا عذاب ہلکا رہے گا، جب تک اس ٹہنی کے پتے ہرے بھرے رہیں گے مردے عذاب سے محفوظ رہیں گے، میں یہ کسی داستان یا دیوان کا حوالہ نہیں دے رہی بلکہ یہ صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فعل نے قیامت تک کیلئے اس بات کو ثابت کر دیا کہ مسلمان کی زبان تو زبان رہی، پتوں کی تسبیح سے بھی عذاب ختم ہو جاتا ہے، قبر میں مردے کو تسکین ہوتی ہے، وہ تسبیح کو سنتا ہے تو اس کی تسکین ہوتی ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے: (ج ۱ ص ۱۷۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهٗ ۔

بے شک بندہ کو جب قبر میں رکھ کر اس کے ساتھی واپس ہوتے ہیں۔

اِنَّهٗ يَسْمَعُ فَرْغُ نِعَالِهِمْ ۔

وہ ان کے قدموں کی آہٹ بھی سنتا ہے۔

پھر دیکھیں مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے کہ پتوں کی تسبیح سے قبر کا مکین خوش ہوتا ہے اور اس کا عذاب پتوں کے تسبیح کرنے تک دور رہے گا، اب پتوں کی تسبیح تو پتوں کی تسبیح رہی، دوسری طرف اشرف المخلوقات کا فرد ہو، ایک عظیم انسان ہو، اللہ کا قرآن پڑھ رہا ہو، یہ ذکر کلامِ الٰہی کا ذکر ہے، پتوں کی تسبیح سے ہزار درجہ بہتر ہے، مسئلہ

روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ اگر پتوں کی تسبیح سے قبر کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو جب ایک مسلمان اپنے والدین کی قبر پر بیٹھا قرآن پاک پڑھتا ہے تو اللہ کے فضل سے بطریق اولیٰ عذابِ قبر دور ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴

حضرت مجاہد، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَا الْمَیِّت فِی الْقَبْرِ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ۔

(مشکوٰۃ، باب الاستغفار والتوبۃ، تیسری فصل)

میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہوتی ہے، اللہ کے انبیاء، صدیق، شہداء، اولیاء کرام کی تو بڑی اعلیٰ شان ہے، یہ تو قبر کے اندر ہم جیسے عام آدمی کی حالت ہو گی ایسی حالت ہو گی کہ جس طرح کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور کسی دستگیر کا منتظر ہو، وہ شخص پانی میں ڈوب رہا ہے اور ہاتھ بلند کر رہا ہے کہ کوئی میرا ہاتھ پکڑے، جو حالت اس ڈوبنے والے شخص کی ہوتی ہے قبر کے مکین کی حالت بھی اسی شخص جیسی ہی ہوتی ہے، وہ ڈوبنے والا شخص کتنا بے چین ہو گا، کتنی اس کو تڑپ ہو گی کہ کاش! کوئی میرا ہاتھ پکڑے، سرکار فرماتے ہیں کہ قبر کے اندر مردے کی یہ حالت ہوتی ہے اور وہ انتظار کرتا ہے۔

"یَنْتَظِرُ" وہ انتظار کرتا ہے۔

"یَنْظُرُ دَعْوَۃً" اس کو دعا کا انتظار ہے۔

کون سی دعا کا انتظار ہے؟ فرمایا: "تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق" وہ باپ، ماں، بھائی یا دوست کی طرف سے دعا پہنچنے کا منتظر ہے، وہ مردہ اپنے سنی ورثاء سے کتنا خوش ہو گا جب یہ اس کیلئے دعا مانگیں گے، جب یہ ختم پڑھ کر ایصالِ

ثواب کریں گے، پیچھے سے ورثاء ایصالِ ثواب کے مخالف ہوں گے تو نہ وہ دعا مانگیں گے نہ ایصالِ ثواب کی محافل کا اہتمام کریں گے، تو وہ کتنا غصہ میں ہوگا کہ میں ڈوبتا جا رہا ہوں اور میرے ورثاء دعا کیلئے ہاتھ نہیں اُٹھاتے، ہاتھ نیچے کئے بیٹھے ہیں، کہتے ہیں: اس کا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ ہر انسان کو صرف اپنے عمل کا فائدہ پہنچتا ہے، دوسرے کے کسی نیک عمل کا فائدہ اس کے مرنے کے بعد اس کو نہیں پہنچتا، وہ قبر میں دعا کا انتظار کر رہا ہے، اپنے عزیز و اقارب، دوست احباب کی طرف سے ایصالِ ثواب کے تحائف کا منتظر ہے، لیکن یہاں اس کے ورثاء اس کے منکر ہیں، وہ ہاتھ ہی نہیں اُٹھاتے، منہ ہی نہیں کھولتے، ان پر شرک و بدعت کے پہرے لگ گئے ہیں، اس قبر کے مکین کو انتظار ہے کہ کب میرا باپ دعا مانگتا ہے، کب میری ماں دعا مانگتی ہے، کب میرا بھائی دعا مانگتا ہے، اور کب میرا دوست دعا مانگتا ہے، ان چار کا ذکر سرکار نے فرمایا اور عموم بیان فرما دیا ہے کہ جتنا کسی کے ساتھ اس مردے کا قریبی تعلق ہے، اتنا ہی اس کی دعا کا اس کو زیادہ انتظار ہوتا ہے۔

پیاری بہنو! مرنے والا سنی العقیدہ ہے اور پچھلے عزیز و اقارب، دوست احباب بھی اللہ کے فضل سے صحیح العقیدہ سنی ہیں تو فوراً فاتحہ شریف شروع ہو جائے گی، فوراً قل شریف ہے، فوراً صدقہ و خیرات ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب دعا پہنچتی ہے تو کیا ہوتا ہے، پھر جب میت کو یہ دعا پہنچتی ہے تو یہ اس کو ساری دنیا اور پوری دنیا کے سارے ساز و سامان سے بھی پیاری ہوتی ہے، یہ اس زبان کے الفاظ ہیں جس سے کبھی جھوٹ نہیں نکلا، جب تک اُدھر سے تار نہیں ملتی اس وقت تک محبوب کی زبان نہیں ہلتی، اس زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں:

كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ۔

اگر اس دنیا کی زندگی میں پوری کائنات کی حکومت اس بندے کو دے دی جاتی

تب بھی وہ اتنا خوش نہ ہوتا جتنا آج اس کیلئے مانگی گئی دعا سے خوش ہو گیا ہے۔

كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ۔

پوری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ ایک طرف اور اس کے باپ، ماں، بھائی یا دوست کی طرف سے مانگی گئی دعا دوسری طرف، اتنا فائدہ ہے بعد والوں کی دعاؤں کا، یہ ایصالِ ثواب ہے، یہ وہی ختم شریف ہے، سرکار فرماتے ہیں کی دنیا کی حکومت بھی اگر ملتی پھر بھی اتنا خوش نہ ہوتا جتنا آج ایصالِ ثواب پر خوش ہو گیا ہے، پھر فرمایا: اور بے شک اللہ عزوجل زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو پہاڑوں کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے اور زندوں کا مردوں کیلئے تحفہ ان کیلئے دعاءِ مغفرت ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶۔ شعب الایمان للبیہقی ۷/۱۶)

قرآن مجید برہان رشید میں ہے:

قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔ (المؤمن، آیت ۶۰)

تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ لَّمْ يَسْاَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ ۔

(مشکوٰۃ، کتاب الدعوات، ص ۱۹۵۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۷۵۔ ابن ماجہ ص ۲۷۱)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے، ہم سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود فرمایا کہ مجھ سے مانگو، ہم مانگیں گے ہم جتنا زیادہ مانگیں گے وہ اتنا زیادہ عطا فرمائے گا، فرمایا: تم نے تھوڑا مانگا ہے، میں اپنے فضل سے "اَمْثَالُ الْجِبَالِ" پہاڑوں کے برابر ثواب دے رہا ہوں، الغرض! خالق کائنات کی طرف سے پہاڑوں جتنی رحمتیں ان قبروں میں داخل ہو جاتی ہیں۔

نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں: اے مجھے ماننے والو! یہ موت تمہارے تحائف پہنچانے کا ذریعہ ختم نہیں کر سکتی، دنیا میں تم اپنے دوستوں، عزیز و

اقارب کو تحائف دیتے تھے، اب موت آ گئی تو یوں نہ سمجھو کہ اب تم تحفہ نہیں دے سکتے، فرمایا: اسلام میں اس کا بندوبست موجود ہے، یہ سرکار کے الفاظ ہیں:

ان هدية الاصباء الى الاموات الاستغفار لهم۔

زندوں کا مردوں کیلئے تحفہ ان کے لئے دعا مغفرت ہے۔

اگر آج تم اپنے فوت شدہ والدین کو تحفہ پہنچانا چاہتے ہو،

آج تم اپنے فوت شدہ بھائی کو تحفہ پہنچانا چاہتے ہو،

آج تم اپنے غوث کی طرف تحفہ بھیجنا چاہتے ہو،

فرمایا: اسلام میں اس کا بندوبست ہے۔

''**الاستغفار لهم**'' تم ان کیلئے استغفار کرتے رہو، تم ان کیلئے بلندی درجات کی دعا کرتے رہو، تمہارا یہ ان کیلئے دعا مانگنا ان کیلئے سب سے بڑا تحفہ قرار پائے گا، لہٰذا یہ ساری احادیث اس بات کو ثابت کر رہی ہیں کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے اور مردہ ایسا خوش ہوتا ہے کہ اگر پوری دنیا کی حکومت بھی مل جاتی پھر بھی اتنا خوش نہ ہوتا جتنا آج دعا کا تحفہ جو آج اسے پہاڑوں کی مثل ملا ہے، اس سے خوش ہو گیا ہے۔

موضوع کا دوسرا حصہ

پیاری اسلامی بہنو! اب موضوعِ زیرِ بحث کے دوسرے حصے کو دلائل کی روشنی میں پرکھتے ہیں، یہ جو کچھ چیزوں کو بزرگوں کی طرف موسوم کر دیا جاتا ہے کہ یہ بکرا غوثِ پاک کا بکرا ہے، یہ جانور فلاں بزرگ کا جانور ہے، اس طرح جو کسی بزرگ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں کچھ لوگ غلط بحث کرتے ہیں اور اس مسئلے کو غلط رنگ دیتے ہیں، کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لینے سے اس کی شرعی حیثیت میں کچھ فرق نہیں آتا، آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ جانور غوثِ پاک کا

ہے تو اس سے اس کے اندر برکت آئے گی، نحوست نہیں آئے گی۔ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ چھری چلاتے وقت اللہ جل جلالہ کے نام کے سوا کسی اور کا نام نہ لیا جائے، صرف اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر جانور ذبح کیا جائے، چھری چلاتے وقت اگر اس نام کے ساتھ کسی اور کا نام یا صرف علیحدہ بھی لیا جائے گا تو وہ جانور حرام ہو جائے گا، ہم کسی جانور کو ذبح کرتے ہیں تو کسی ولی کی عبادت کیلئے جانور ذبح نہیں کرتے، عبادت اللہ تعالیٰ کی ہے اور ثواب اس کا کسی ولی کو پہنچانا مقصود ہوتا ہے، جس کو ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ جس کو ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے، اگر ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد اس کا نام اس پر آتا ہے تو اس سے وہ حرام نہیں ہوتا، ولی کو ثواب کی ضرورت ہے۔

محترم اسلامی بہنو!

اللہ کو ثواب کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ تو ثواب دیتا ہے، لیتا نہیں۔ لہٰذا فرق ہی بڑا ہے، ولی وہ ہے جس کو ثواب کی ضرورت ہے اور خدا وہ ہے جس کو ثواب کی کوئی ضرورت نہیں ہے، شرک تو تب ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی معاذ اللہ ثواب کی ضرورت ہوتی اور ہم وہ ثواب کسی ولی کی طرف بھیج دیتے، یعنی جو کام خدا کیلئے تھا وہ غیر خدا کیلئے کر دیتے، ان ظالموں نے ظلم کیا کہ خدا کو بھی محتاجِ ثواب بنا دیا، جب اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے تو اس کی بندگی کا اقرار کیا ہے، جو کچھ بھی ذبح کیا جا رہا ہے اس خدائے واحد کی عبادت کیلئے کیا جا رہا ہے، عبادت اس کے سوا کسی اور کی نہیں اور اس ذبح کیے جانے والے جانور کے ثواب کی نیت اپنے کسی بزرگ، ولی اور غوث کی ہے، اس فرق کو سمجھیں اگر کوئی بسم اللہ وغوث اعظم کہہ کر ذبح کرتا ہے، اگر کوئی بسم اللہ واسم محمد کہہ کر ذبح کرتا ہے تو وہ شریعت کی خلاف ورزی ہوگی اور اس کا کوئی قائل نہیں ہے کیونکہ یہ اس حکمِ خداوندی کی خلاف ورزی ہے کہ مسلمانو! تم پر وہ جانور حرام ہیں

جن کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، ذبح کرتے وقت صرف اللہ کا نام لیا جائے گا، اس سے پہلے اور اس کے بعد اگر غیر کا نام ہزار بار بھی لیا جائے تو اس سے اس جانور میں کوئی فرق نہیں آئے گا، اس کی ایک مثال دیکھیں آپ قربانی کیلئے جانور خریدتے ہیں اور ایک دو ماہ پہلے خرید لیتے ہیں، اب جو بھی آپ سے پوچھتا ہے کہ یہ کس لئے خریدا ہے؟ تو آپ جواب دیتے ہیں کہ یہ میں نے اپنی قربانی کیلئے اور یہ میں نے اپنے والدین کی قربانی کیلئے جانور خریدا ہے اور یہ جانور میں نے اپنے فلاں بھائی کی قربانی کیلئے خریدا ہے، اب یہ جانوروں پر غیر اللہ کا نام بولا جا رہا ہے، ہم ہی نہیں منکر بھی بولتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ قربانی کا جانور میرے لئے ہے، یہ میرے والد کیلئے ہے، میں ان سے پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ حرام کیوں نہ ہوا؟ اگر محض غیر اللہ کا نام آنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے تو پھر قربانی کا گوشت بھی نہ کھایا کرو، یا پھر کہا کرو کہ قربانی اللہ کی ہے، ہماری نہیں ہے۔

پیاری اسلامی بہنو! یہ ان لوگوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو اس مسئلہ کو جان بوجھ کر بگاڑ کر پیش کرتے ہیں، وہ مانیں کہ اس طرح ہماری طرف سے کوئی قربانی نہیں ہوتی کیونکہ یہ ہماری طرف منسوب ہو گئی ہے، یہ بکرا، گائے، اونٹ اپنی طرف منسوب کرنے سے حرام نہیں ہوتے، حالانکہ ان پر غیر خدا کا نام بار بار آیا ہے، جب تمہارا نام بار بار لینے سے قربانی کا جانور حرام نہیں ہوتا تو غوثِ پاک کا نام تو تمہارے نام سے کہیں زیادہ برکت والا ہے، قربانی کا گوشت برکت والا ہوتا ہے، جائز ہوتا ہے، زیادہ رکھو کم رکھو جائز ہے، اسی سے گیارہویں شریف کے جانور کا مسئلہ ثابت ہو رہا ہے، منکرین اس مسئلہ کو مانیں گے کہ اس طرح گیارہویں شریف کے جانور صحیح ہیں حرام نہیں، اگر وہ اس قاعدہ کو تسلیم نہیں کرتے تو وہ اپنی قربانیاں دینا بھی بند کر دیں، کیونکہ اگر تم قربانی کے بارے میں کہو گے کہ خدا کی قربانی ہے، خدا تعالیٰ کو ثواب پہنچانے کیلئے ہے تو یہ معاذ اللہ

کفر ہو جائے گا کہ خدا کو ثواب پہنچانا چاہتے ہو ثواب تو ہم خدا سے لینا چاہتے ہیں' اُلٹا ہم نے اس کو ثواب عطا فرمانے کی حیثیت رکھ لی ہے کہ اللہ کی قربانی ہے' کیا اپنی طرف سے ثواب اللہ کو دینا چاہتے ہو؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

دوسری طرف یہ ہے کہ قربانی یہ ہے کہ قربانی پر تمہارا اپنا نام بولا جائے کہ یہ میری قربانی ہے اور یہ سنت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ اور سنت محبوب علیہ السلام کی ہے' سنت میں اللہ کے سوا نام آئے گا اور پھر ثواب میں بھی غیر خدا کا نام آئے گا' صرف بندگی اور عبادتِ محض خدا تعالیٰ کیلئے ہے' لہٰذا ''**وما اھل به لغير الله**'' کا مفہوم یہ نہیں کہ غیر خدا کا نام کسی چیز پر آنے سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے' یہ حرام تب ہو گی جب ذبح کے وقت غیر کا نام اللہ کے نام کی جگہ پر آئے گا' یا اللہ کے نام کے ساتھ غیر خدا کا نام بھی مل کر آئے گا تو وہ جانور حرام ہو جائے گا' جس طرح کہ مشرکین مکہ اپنے جانور ذبح کرتے وقت کہتے: ''**بسم اللّٰه بسم المنات**'' یعنی جانوروں کو ذبح کرتے وقت چھری چلاتے وقت بتوں کا نام لے کر ذبح کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جانور جس کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہے یہ حرام ہے' غیر اللہ یعنی بتوں وغیرہ کی عبادت کیلئے جو بھی جانور ذبح کیا جائے گا وہ بھی حرام ہو گا' مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مشرکین مکہ جب اپنے معبودانِ باطلہ کیلئے جانور ذبح کرتے تھے تو اس وقت بلند آواز میں ان معبودانِ باطلہ کا نام لیتے تھے' یہی ان کی عبادت تھی اگر مطلقاً غیر کا نام آنے سے کوئی چیز حرام ہو جاتی ہے تو بہت سی حلال چیزیں حرام ہو جائیں گی۔

آپ اپنی گائے کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میری گائے ہے'
آپ اپنے مکان کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میرا مکان ہے'
آپ اپنی بیوی کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میری بیوی ہے'

آپ اپنے بچوں کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میرے بچے ہیں،
آپ اپنی گاڑی کیلئے کہتے ہیں کہ یہ میری گاڑی ہے،

اگر روزوں پر غیر اللہ کا نام آ جائے جیسے داؤدی روزے رمضان کے روزے تو کیا یہ حرام ٹھہریں گے؟ اگر مساجد پر غیر اللہ کا نام آ جائے جیسے مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، مسجد عمر، مسجد عثمان تو کیا یہ حرام جگہیں ٹھہریں گی؟ کتب حدیث پر جو غیر اللہ کا نام آتا ہے جیسے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ تو کیا اس سے کتب حدیث حرام ٹھہریں گی؟

المختصر ہمارا مؤقف جمہور مسلمین، جمہور علماء اہل سنت، جمہور مفسرین کے مطابق ہے، اللہ کے فضل وکرم سے ہمارا عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے ''وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ'' کی تفسیر پر اُمت کا اتفاق ہے، اگر جمہور کی رائے نہیں مانی جائے گی تو ساری کی ساری چیزیں معاذ اللہ حرام ہو جائیں گی، اللہ کے فضل سے ہمارا عقیدہ جمہور اہلسنت اور جمہور مسلمانوں کا عقیدہ ہے، ہم میں سے کوئی کتنا ہی جاہل کیوں نہ ہو، وہ چھری چلاتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر جانور ذبح کرتا ہے، مسلمان اگر بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے مشرکین کے جانور بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے تو وہ حلال ہیں تو وہ جانور کس طرح حرام قرار دیئے جا سکتے ہیں جو کسی ولی اللہ کو ثواب پہنچانے کیلئے اللہ کا نام لے کر ذبح کئے جاتے ہیں، ذبح کرنے سے پہلے محض نام آنے سے وہ جانور حرام نہیں ہو جاتا، اختصار ملحوظ خاطر ہے ورنہ بیسیوں مفسرین اور جلیل القدر علماءِ اہل سنت عبارات اپنے مؤقف کی حمایت میں پیش کرتی ہوں، اب احادیث سے اس مسئلہ کی وضاحت کرتی ہوں:

حدیث نمبر ۱

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہو گئیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم! ''ان ام سعد ماتت '' (میری والدہ محترمہ) اُم سعد کا انتقال ہو گیا ہے'' فای الصدقة افضل '' ان کیلئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ میں صدقہ کروں تو فائدہ میری والدہ محترمہ کو پہنچے' یہاں بھی وہی قانون ثابت ہے کہ صدقہ کرنا تو حضرت سعد کا فعل ہے لیکن اس سے فائدہ ان کی والدہ محترمہ کو بھی ہو جائے گا' سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الماء'' پانی' پانی کا صدقہ بڑا اچھا ہے۔

فخضر بئرا وقال هذه لام سعد ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ اُم سعد کیلئے ہے' کنواں کھدوا کر کیا کہا: ''هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ'' یہ کنواں اُم سعد کا کنواں ہے۔ غور فرمائیں! اگر غیر کی طرف نیاز منسوب کرنے سے وہ حرام ہو جاتی ہے جیسے ان کے مطابق غیر کا نام لینے سے گیارھویں کی کھیر حرام ہو جاتی ہے' گیارھویں کا لنگر حرام ہو جاتا ہے تو یہ غیر کا نام اس کنویں پر بھی لیا گیا ہے اور نسائی شریف میں ہے: (ج ۲ ص ۱۳۲)

فتلك سقاية سعد بالمدينة ۔

تو ابھی تک مدینہ منورہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی کی سبیل ہے' اُم سعد فوت ہو چکی ہے اور ان ایصالِ ثواب کیلئے پورے کنوئیں پر اُن کا نام لیا گیا' یعنی غیر اللہ کا نام لیا گیا'

یہ وہ کنواں ہے جس سے سرکار کے صحابہ پانی پیتے رہے'
یہ وہ کنواں ہے جس سے سرکار کے صحابہ نے اپنے کھیتوں کو سیراب کیا'

یہ صرف پانی کے پینے ہی کی دلیل نہیں ہے' اس کنوئیں کے پانی سے باغات بھی اُگے' پھل بھی اُگے' کھجوریں بھی اُگیں' یہ وہ لنگر ہے جو اُم سعد کا لنگر ہے' صحابہ کرام نے اپنی زبان سے کھانے پینے والی چیزوں پر غیر اللہ کے نام بولے اور انہیں حرام نہیں

سمجھا، اگر غیر اللہ کی طرف منسوب ہونے سے کھانے پینے کی چیزیں حرام ہو جائیں تو یہ صحابہ کرام پر بہت بڑا الزام ہوگا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا کہ "یہ کنواں اُم سعد کا ہے" یہ کنواں اُن کے ایصالِ ثواب کیلئے ہے، اگر یہ شرک و بدعت ہوتا تو سرکار منع فرما دیتے کہ میرے صحابہ! اس طرح شرک ہو گیا ہے، یہ پانی پینا حرام ہو گیا ہے، ہرگز اس سے پانی نہ پینا کیونکہ اس پر غیر کا نام بول دیا گیا ہے، خدا کی قسم! کوئی ضعیف روایت بھی تمہیں نہ ملے گی کہ جس سے ثابت ہو کہ سرکار نے صحابہ کو منع فرمایا ہو، سارے صحابہ اس کنوئیں سے پانی پیتے رہے، اس طرح انہوں نے ان سارے لنگروں کو جن کا کسی کے ایصالِ ثواب کیلئے اہتمام کیا جاتا ہے ان کو جائز قرار دیا، یہ عام روزمرہ زندگی میں کسی چیز پر غیر کا نام نہیں آیا ہے بلکہ خاص طور پر ایصالِ ثواب کیلئے نام لیا جاتا ہے، خاص اس حیثیت میں نام لیا گیا ہے، اس کے باوجود سارے صحابہ اس پانی کو برکت والا سمجھتے رہے، اسے پیتے رہے اور کسی نے ایسا مفہوم نہ نکالا جس طرح آج چند کورفکروں نے نکالا ہے، سب اس بات کو مانتے رہے کہ اگرچہ اُم سعد آ گیا ہے، مگر ان کا نام تو ثواب پہنچانے کیلئے آیا ہے، ایسے ہی حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی گیارھویں شریف کیلئے کہا جاتا ہے کہ یہ گیارھویں کا لنگر ہے، اس سے مراد بھی یہی ہوتی ہے کہ اس میں ایصالِ ثواب ان کی روح کو پہنچانا مقصود ہے۔

حدیث نمبر٢

پیاری اسلامی بہنو! پھر دیکھئے بخاری و مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث شریف ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو چکا تھا، سرکار اِکثر ان کا ذکر فرماتے اور "وربما ذبح الشاۃ"، کبھی کبھی سرکار اپنے ہاتھ سے بکری ذبح فرمائے۔

(مشکوٰۃ ص ۵٧٣، کتاب الفتن باب مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

پھر سرکار اپنے ہاتھ سے اس کا گوشت بناتے اور گوشت بنا کے اس کا ٹکڑا کاٹ کر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی کسی سہیلی کو بھیج دیتے، سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سرکار بکری ذبح کرتے ہیں اور گوشت تقسیم کر رہے ہیں، ان کی سہیلیوں کو گوشت بھیج دیتے ہیں، مجھے بتائیں جب یہ گوشت تقسیم ہو رہا تھا اور کسی نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ تو جواب یہی دیا جاتا تھا: یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کیلئے ذبح کیا گیا ہے، اس کا اور کوئی نام نہیں، یہ بکری یہ گوشت کسی کے نکاح یا ولیمہ کیلئے ذبح نہیں کی گئی، یہ بکری کسی دوست یا مہمان کی ضیافت کیلئے ذبح نہیں کی گئی، سرکار نے خود بکری ذبح فرمائی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے تعلق کی نسبت سے ان کی سہیلیوں کو گوشت بھیجا، یہ سارے کا سارا عمل ثابت کر رہا ہے کہ دنیا سے جو چلے گئے ہیں ان کے ثواب کیلئے یہ کام ہو سکتا ہے۔ محترم اسلامی بہنو! دلائل بہت زیادہ ہیں لیکن وقت محدود ہے، اس لیے اس موضوع کے اگلے حصے کی طرف بڑھتی ہوں، یعنی کسی اچھے کام کیلئے کوئی دن متعین کرنا۔

موضوع کا تیسرا حصہ

کسی بھی اچھے کام کیلئے دن متعین کرنے میں کوئی قباحت نہیں، نکاح مسنون ہے، اس کیلئے دن مقرر کیا جاتا ہے، مدارس، سکولوں، کالجوں، دفتروں کے اوقات مقرر کئے جاتے ہیں، تقریبات، محافل، اجلاس کیلئے دن اور اوقات مقرر کئے جاتے ہیں، مختلف قومی یادگاری تقریبات متعین دنوں میں سرکاری سرپرستی میں منائی جاتی ہیں، حاجیوں کی پروازیں متعین دنوں میں آتی اور جاتی ہیں، المختصر زندگی کے ہر شعبہ میں اس طرح کی پابندیاں سہولت کیلئے رائج ہیں۔

ختم قرآن اچھی بات ہے، اس کیلئے دن متعین کیا جاتا ہے

ختم بخاری شریف اچھی بات ہے، اس کیلئے دن متعین کیا جاتا ہے

گیارھویں شریف پر اعتراضات کرنے والے لوگ اپنے مدارس میں ختم بخاری شریف کرواتے ہیں، باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے،

مہینہ ڈیڑھ پہلے ہی دن متعین ہو جاتا ہے کہ فلاں دن ختم بخاری شریف ہوگا، یہ ختم بخاری شریف ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے، عبادت سمجھ کے کیا جاتا ہے، ہم ان سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا صحابہ کرام نے ختم بخاری شریف کیا تھا؟ ہر ہر جزی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام سے قرونِ اولیٰ سے ثابت نہیں ہو سکتی، یہ کوئی قانون نہیں ہے کہ ہر ہر چیز ثابت کرو۔

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ختم بخاری شریف کیا تھا؟

کیا خلفائے راشدین نے ختم بخاری شریف کیا تھا؟

کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ختم بخاری شریف کیا تھا؟

تم ختم بخاری شریف ثواب سمجھ کر کرتے ہو، ہم سے تقاضا کرنے والو جواب دو، کیا یہ کام سرکار نے کیا تھا؟ کیا صحابہ کرام نے یہ کام کیا تھا؟ جب بخاری شریف ہی نہیں تھی تو ختم بخاری شریف کہاں سے آ جاتا، ہم تو ختم قرآن مجید کرتے ہیں اور ہمارا قرآن مجید تو اس وقت بھی موجود تھا، ہم بخاری شریف کے مخالف نہیں ہم تو ختم قرآن مجید بھی کرتے ہیں اور ختم بخاری شریف بھی کرتے ہیں، ہم غوثِ پاک کا بھی ختم شریف پڑھتے ہیں اور حضور داتا صاحب کا بھی ختم شریف پڑھتے ہیں اور ہر اہل ایمان کا ختم شریف پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں، جب ہم اولیاء کرام اور عام مؤمنین کے ایصالِ ثواب کیلئے ختم شریف کا اہتمام کرتے ہیں تو اسی وقت تمہارے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے شروع ہو جاتے ہیں، تم کہتے ہو کہ ہم وہ کام کرتے ہیں جو خدا نے کیا ہے یا مصطفٰے نے کیا ہے، بتاؤ سرکار نے کہاں ختم بخاری شریف کیا ہے یا حکم دیا ہے؟ یہ ختم بخاری شریف تو قرونِ اولیٰ میں بھی موجود نہ تھا، لٰہذا اگر تم اس انداز میں آؤ گے تو ہم

تمہاری طرف بیسیوں ایسی باتیں ثابت کریں گے جو عبادت کے طور پر تم میں رائج ہیں، تم پوری طرح ان پر عمل کرتے ہو، اپنے ہاں رائج کیے ہوئے ہو، لہٰذا سیدھے سیدھے چلو اور قرآن و حدیث سے اخذ شدہ قواعد و ضوابط کے مطابق ہمارے ساتھ چلو، اللہ کے فضل سے ہمارا مسلک قرآن و سنت سے واضح، روشن ستاروں کی طرح ثابت ہے۔ عرس، میلاد، گیارھویں شریف، ہماری ہر تقریب اسی ضابطے سے ثابت ہو گی جو گنبد خضریٰ کے مکین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا، بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، درج ذیل حدیث میں دن متعین کرنا ثابت ہے، آپ فرماتے ہیں: ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوا کرتے تھے کیونکہ ایک بڑھیا مائی ہمارے لیے چقندر کی جڑیں لیتیں جس کو ہم اپنی کیاریوں میں لگاتے ہیں۔

ان جڑوں کو ایک ہنڈیا میں ڈالتی اور اس میں چند جو کے دانے بھی ڈال دیتی، اس میں چربی یا چکنائی نہ ہوتی تھی، جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو مائی صاحبہ کے پاس ہم جاتے تو وہ ہمارے سامنے مذکورہ پکوان رکھ دیتی، اس لئے جمعہ کے دن کی بڑی خوشی ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری شریف، ج ۱ ص ۳۱۶)

ان مائی صاحبہ نے لنگر تیار کرنے کیلئے جمعہ کا دن خاص کر رکھا تھا نہ وہ دن جمعرات ہوتا تھا اور نہ بدھ ہوتا ہے، وہ لنگر جمعہ کو ہی ملتا تھا، سرکار کے صحابہ سے بھی اچھے کام کیلئے دن متعین کرنے کی جو مثالیں موجود ہیں، یہاں تک کہ دروس کیلئے صحابہ نے دن متعین کر رکھے تھے، صحیح بخاری شریف میں ہے:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بِذِكرِ النَّاسِ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہر جمعرات کے روز لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے، ضابطہ یہ بنا کہ ہر نیک کام کیلئے دن متعین کیا جا سکتا ہے، لہٰذا

گیارہویں شریف کیلئے بھی دن متعین کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

پیاری اسلامی بہنو! یاد رکھیں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم گیارہویں شریف کو گیارہویں تاریخ کے ساتھ مختص نہیں سمجھتے کہ اگر گیارہویں دن ہو گی تو گیارہویں ہو گی، ایصالِ ثواب ہو گا، اگر گیارہویں دن نہیں ہے تو گیارہویں نہیں ہو گی، ہرگز نہیں بلکہ ہمارے نزدیک ایسی کوئی تخصیص نہیں ہے جب بھی ہو جائے، گیارہویں دن ہو جائے اسی کے ایک ان پہلے ہو جائے، ایک دن بعد ہو جائے، کسی بھی دن کسی بھی وقت ہو جائے، ہم اس کو جائز سمجھتے ہیں اور اسے کارِ ثواب سمجھتے ہیں، کس حد تک مطلقاً تعین کی بات ہے تو بیسیوں ایسے شرعی اُمور ہیں کہ جن کے نادر تعین کو وقت مقرر کرنے پوری اُمت نے ہمیشہ جائز سمجھا ہے، آخری بات ختم کے متعلق بیان کرتے ہوئے اپنی تقریر کو ختم کرتی ہوں، دلائل تو بہت سے ہیں لیکن ایک حدیث شریف کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتی ہوں، ہم ختم کیوں دلاتے ہیں؟ گیارہویں شریف کا ختم ہے، ایصالِ ثواب کی کوئی بھی محفل ہو، ختم شریف پڑھا جاتا ہے، اصل میں ختم شریف کے پیچھے بھی ایک فلسفہ ہے، اسی فلسفہ کی وجہ سے ہمارے اسلاف نے ختم شریف پڑھا ہے اور ہم بھی پڑھتے ہیں۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف، کتاب الذکر والدعاء کے ''بَابُ فَضْلِ الْاِجْتِمَاعِ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَعَلَی الذِّکْرِ'' کی حدیث شریف ہے:

نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے، آپ نے فرمایا:

وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰہ۔

جب کچھ مسلمان بندے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکھٹے جاتے ہیں، کہا کرتے ہیں: ''یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ'' اللہ کے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ''وَیَتَدَارَسُوْنَ بَیْنَھُمْ'' مجلس واعظ ہوتی ہے، وعظ و نصیحت کیا جاتا ہے، یہ گیارہویں

شریف کو پورا نقشہ ہے تو کیا ہوتا ہے؟ سرکار ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پروگرام کیلئے چار اہتمام فرمادیئے ہیں:

(۱) سب سے پہلے فرمایا:

اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ ۔

اللہ کی سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے۔

سکون کی بارش ان لوگوں کے دلوں کو سیراب کرتی ہے۔

(۲) وَغَشِيَتهم الرحمة ۔

اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

چاروں طرف سے رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، رحمت ان پر کور چڑھا دیتی ہے، ”وحفتهم الملائكة“ اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، فرشتوں کا ہر کام بندگی ہے، آج بھی جہاں قرآن پڑھا جاتا ہے، آج بھی جہاں ذکر کی محفل منعقد ہوتی ہے، فرشتے اس مکان کو گھیر لیتے ہیں ”وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ“ اور جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اللہ تعالیٰ ان فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر بندے کا ذکر اپنی بارگاہ میں فرشتوں کے سامنے کرتا ہے کہ اے فرشتو! دیکھو! لوگ کتنی مصروفیات والے ہیں، لوگوں کی ترجیحات بدل گئی ہیں، لوگوں کے ذہن کے فکر کے زاویے بدل گئے ہیں، مگر دیکھو میرے بندے آج بھی ذکر سے منسلک ہیں، قرآن سے منسلک ہیں، قرآن پڑھ رہے ہیں، قرآن سن رہے ہیں، درس وتدریس، وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری ہے۔ اس حدیث شریف کے بہت سے نکات ہیں، ان کا وقت نہیں ہے میں صرف یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ ہم جو ختم شریف پڑھتے ہیں تو اس لئے پڑھتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی تلاوت ہوگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کا نزول ہوگا، سکون کی بارش برسے گی، فرشتے وہاں حاضر ہو جائیں گے اور جو

فرشتے مکان کو گھیرتے ہیں وہ دعا میں تو ضرور شریک ہو جائیں گے' جب یہ ہاتھ اُٹھائے اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہوں گے تو رحمتوں کی برسات میں دعا جلد قبول ہو جائے گی۔

لہٰذا اجتماعی طور پر بیٹھ کر یوں محفل گیارھویں شریف منعقد کرنے' ختم شریف پڑھنے' ایصالِ ثواب کرنے' قل دسویں چالیسویں کے ختم کی تقاریب کے اندر یہ فلسفہ کارفرما ہے۔

الحمدللہ! دعوتِ اسلامی کے مُشکبار مدنی ماحول میں پردہ کرنے اور فیشن کی نحوست سے بچنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ خوش نصیب اسلامی بہنیں گھر گھر نیکی کی دعوت کے ذریعے کلمۂ حق بلند کر رہی ہیں۔ آپ بھی اپنے حلقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے سنتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے۔ ان شاء اللہ! اس کی برکت سے آپ کو بھی غفلت بھری زندگی سے بیداری کا ذہن ملے گا۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْبِ: صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

پیاری پیاری اسلامی بہنو!

الحمدللہ! دعوتِ اسلامی کے مُشکبار مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں۔ کیونکہ سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ہی ہماری بھلائی ہے۔

رسولِ اکرم' نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری سنت سے محبت کی' اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف' ص ۳۰)

پس جو اسلامی بہنیں فیشن کی نحوست چھوڑ کر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ جوڑ لیں گی' تو ان شاء اللہ! بارگاہِ رب العزت میں سرخرو ہو جائیں گی' بنتِ

رسول سیّدہ زہرا بتول رضی اللہ عنہا کے نقشِ قدم پر چلیں گی تو دونوں جہان میں عزت پائیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو غفلت بھری زندگی سے بیدار فرمائے، اور دعوتِ اسلامی کے ساتھ مل کر گلی گلی گھر گھر نیکیاں پھیلانے اور بُرائیاں مٹانے کی سعادت عطا فرمائے۔

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

* * *

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

﴿فضیلت دورد پاک﴾

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز سرکارِ نامدار، رسولوں کے سردار، شفیعِ روزِ شمار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانۂ پُر انوار سے باہر تشریف لائے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! آج چہرۂ انور پر خوشی کے آثار معلوم ہو رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی ابھی جبریلِ امین میرے پاس آئے تھے اور کہہ رہے تھے: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جس نے آپ پر ایک بار درود پڑھا اللہ (عزوجل) اُس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھے گا، اُس کے دس گناہ مٹائے گا اور اُس کے دس درجات بلند فرمائے گا۔

(القول ابدیع ص ۱۱۸، مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)

کر اہتمام بھی ایمان کی روشنی کے لئے
دُرود شرط ہے ذکرِ محمدی ﷺ کے لئے
میرے تو آپ ﷺ ہی سب کچھ ہیں رحمتِ عالم ﷺ
مَیں جی رہی ہوں زمانے میں آپ ﷺ ہی کے لئے

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيبِ: صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ

میری پیاری اسلامی بہنو! ایک باکمال استاد کہ جو بہت سی خوبیوں کا جامع ہوتا ہے، اپنے جس شاگرد میں جس خوبی کی ممتاز صلاحیت پاتا ہے، اسی خوبی میں اس کو باکمال بناتا ہے جس میں فقیہ بننے کی زیادہ صلاحیت پاتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے، جس میں مقرر بننے کی صلاحیت واقع ہوتی ہے اسے کامیاب مقرر بناتا ہے اور جس میں مصنف بننے کی صلاحیت غالب ہوتی ہے اسے باکمال مصنف ہی بناتا ہے، تو ہمارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جس صحابی میں جس خوبی کی ممتاز صلاحیت پائی اسی وصف خاص میں اسے کامل بنایا، لہٰذا اپنے پیارے صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں صدیق بننے کی صلاحیت کو واضح طور پر محسوس فرمایا تو اسی وصف میں ان کو ممتاز و کامل بنایا اور صدیق ہونا ایسا وصف ہے جو بہت سی خوبیوں کا جامع ہے اور اس وصف خاص کے سبب سے زیادہ مستحق صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی تھی، اسی لئے وہ اس سے سرفراز فرمائے گئے۔

اصدق الصادقیں سیّد المتقیں! چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام!

آپ کی خلافت

میری پیاری اسلامی بہنو! آقائے عالمیان نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کا نائب اور خلیفہ کس کو مقرر کیا جائے؟ حدیث شریف کی مشہور کتاب بیہقی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

خلافت کے معاملہ کو حل کرنے کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر جمع ہوئے، جن میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دوسرے بہت سے اجلہ صحابہ موجود تھے۔

سب سے پہلے ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں سے اس طرح خطاب کیا کہ اے مہاجرین! آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ حضرات میں سے کسی شخص کو کہیں کا عامل مقرر فرماتے تھے تو انصار میں سے بھی ایک شخص کو اس کے ساتھ کر دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ خلافت کے معاملہ میں بھی ایک شخص مہاجرین میں سے ہو اور ایک انصار میں سے ہو، پھر ایک دوسرے انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی اسی قسم کی تقریر فرمائی! ان لوگوں کی تقریروں کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے! انہوں نے فرمایا: حضرات! کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین میں سے تھے، لہٰذا ان کا نائب اور خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوگا اور جس طرح ہم لوگ پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاون و مددگار رہے، اب اسی طرح خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار رہیں گے، یہ فرمانے کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اب یہ تمہارے والی ہیں اور پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ سے بیعت کی، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اور پھر تمام انصار و مہاجرین نے آپ سے بیعت کی!

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور ایک نگاہ ڈالی تو اس مجمع میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، فرمایا کہ ان کو بلایا جائے، جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کے صاحبزادے اور حضور انور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص صحابیوں میں سے ہیں، مجھے اُمید ہے کہ آپ مسلمانوں میں اختلاف نہیں پیدا ہونے دیں گے، یہ سن کر انہوں نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! آپ کوئی فکر نہ کریں، یہ کہنے کے بعد کھڑے ہوئے اور آپ سے بیعت کرلی!

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجمع پر ایک نظر ڈالی تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ تھے، فرمایا کہ علی بھی نہیں ہیں، ان کو بھی بلایا جائے! جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوطالب کے صاحبزادے! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور ان کے داماد ہیں، مجھے امید ہے کہ آپ اسلام کو کمزور ہونے سے بچانے میں ہماری مدد کریں گے، انہوں نے بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! آپ کچھ فکر نہ کریں، یہ کہہ کر انہوں نے بھی بیعت کرلی! اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو آگے بڑھایا تو پھر کون شخص آپ کو پیچھے کرسکتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں اس واقعہ کی جانب اشارہ ہے جو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی علالت کے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھایا اور آپ ہی کو تمام صحابہ کا امام بنایا!

یہاں تک کہ ابن زمعہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھیں، مگر اتفاق سے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاسکیں لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لا لا لا یابی اللہ والمسلمون الا ابا بکر یصلی بالناس ابوبکر''، یعنی نہیں نہیں نہیں! اللہ اور مسلمان ابوبکر ہی سے راضی ہیں، وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۴۳)

بہر حال اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو متفقہ طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا گیا اور کسی نے اختلاف نہیں کیا اور اللہ کے محبوب دانائے خفایا وعیوب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان حرف بحرف صحیح ہوا کہ میرے بعد خلافت کے بارے میں خدائے تعالیٰ اور مؤمنین، ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اللہ کے پیارے محبوب ہیں تو ندی کا بہتا ہوا دھارا رک سکتا ہے، درخت اپنی جگہ سے کھسک سکتا ہے، بلکہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان نہیں ٹل سکتا، ایک بار سب لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں!

آپ کی خلافت پر آیاتِ قرآنی!

میری پیاری اسلامی بہنو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کا استدلال علمائے کرام کی ایک جماعت نے اس آیت کریمہ سے کیا ہے: اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اللہ ان کا پیارا ہے، وہ لوگ جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (پ۶ ع۱۲) مفسرین کرام اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قوم سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد جب کچھ عرب اسلام سے برگشتہ ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہی نے مرتدوں سے جہاد کیا اور پھر ان کو مسلمان بنایا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد جب عرب کے کچھ لوگ مرتد ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انس سے قتال فرمایا تو اس وقت ہم زمانہ لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور پ ۲۶ ع ۱۰ میں ہے: ان گنواروں سے فرماؤ جو کہ پیچھے رہ گئے کہ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں!

میری محترم اسلامی بہنو! حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس قوم سے بنی حنیفہ یمامہ کے رہنے والے جو مسیلمہ کذاب کی قوم کے لوگ ہیں وہ مراد ہیں، جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے جنگ فرمائی ا اور ایسا ہی طبرانی میں زہری سے مروی ہے، اسی لئے حضرت ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر محبت پر واضح دلیل ہے، اس لئے کہ آپ ہی نے مرتدوں سے قتال کی طرف دعوت دی ہے!

اور حضرت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعباس بن شریح کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے، اس لئے تمام علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد جن لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا، یعنی اس کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے اور جو لوگ مرتد ہو گئے تھے، صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان سے قتال کی دعوت دی اور ان سے جنگ کی، لہٰذا یہ آیت کریمہ آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے اور آپ کی اطاعت کو لوگوں پر فرض کرتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ کے آخر میں واضح الفاظ کے ساتھ فرما دیا ہے کہ جو کوئی اس کو نہیں مانگے وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہو گا۔

آپ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام ورضی اللہ عنہ

میری اسلامی بہنو! علمائے اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے

کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیائے کرام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبیا ۔

یعنی سوائے نبی کے اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا ہو اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں نبی کے بعد ان سے افضل کوئی پیدا نہیں ہوا اور ایک دوسری حدیث میں آقائے عالمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا:

ابو بکر الصدیق خیر الناس الا ان یکون نبیا ۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں، علاوہ اس کے کہ وہ نبی نہیں، ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الناس یعنی لوگوں میں سب سے افضل ہیں، اگر شخص نے اس کے خلاف کیا تو وہ مفتری اور کذاب ہے، اس کو وہ سزا دی جائے گی جو افتراء پردازوں کیلئے شریعت نے سزا مقرر کی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "**قد هذه الامة بعد نبيها ابوبكر و عمر**" یعنی اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۱) اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں کون سب سے افضل ہے؟" **قال**

ابوبکر ’’فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، میں نے عرض کیا کہ پھر ان کے بعد؟ ’’**قال عمر** ’’فرمایا کہ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں: ’’**خشیت ان یقول عثمان** ’’یعنی میں ڈرا کہ اب اس کے بعد آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے تو میں نے کہا کہ اس کے بعد آپ سب سے افضل ہیں؟ ’’**قال ما انا الا رجلا من المسلمین** ’’حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں، یعنی ازراہِ انکساری فرمایا کہ میں ایک معمولی مسلمان ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۵) اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہم لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، یعنی وہی سب سے افضل و بہتر قرار دیئے جاتے تھے، پھر حضرت عمر کو اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہما پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ہم صحابہ کرام کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۵)

اور حضرت ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پھر عشرۂ مبشرہ کے باقی حضرات سب سے افضل ہیں، ان کے بعد باقی اصحاب بدر، پھر باقی تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۰) ایک بار سب لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آیاتِ قرآنی

محترم اسلامی بہنو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں

قرآن مجید کی بہت سی آیاتِ کریمہ آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، خدائے عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔

یہ آیت مبارکہ چوبیسویں پارہ کے پہلے رکوع کی ہے، جس کی تلاوت کا شرف ہم آج کی شروع تقریر میں پہلے کر چکے ہیں، اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سچائی لایا، یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی، یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہی لوگ متقی ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی مروی ہے، یعنی ''وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ'' سے مراد رسول اللہ ہیں اور ''صَدَّقَ'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے حضور کی تصدیق کی، ایسا ہی تفسیر مدارک میں بھی ہے اور اسی کو حضرت رازی علیہ الرحمہ والرضوان نے ترجیح دی ہے اور تفسیر روح البیان نے بھی۔ لہٰذا ان مفسرین کرام کے بیان سے ثابت ہوا کہ خدائے عزوجل نے اس آیت مبارکہ میں بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی متقی فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ وہ اس امت کے سب سے پہلے متقی ہیں اور قیامت تک پیدا ہونے والے سارے متقیوں کے سردار اور سید المتقین ہیں، اسی لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

اصدق الصداقین سید المتقین
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

اور پ ۱۰ ع ۱۱ ہے کہ تمام مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی، اب اس آیت کریمہ کا مطلب ملاحظہ فرمائیں، خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ

اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ ۔

یعنی اے مسلمانو! اگر تم لوگ میرے رسول کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں تھے ''اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا '' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے ''فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا '' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اپنا سکینہ اتارا، یعنی ان کے دل کو اطمینان عطا فرمایا اور ایسی فوجوں سے اس کی مدد کی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور وہ ملائکہ تھے جنہوں کے کفار کے رخ پھیر دیئے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کو دیکھ ہی نہ سکے۔

''وَجَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی '' اور کافروں کی بات نیچے کر دی، یعنی ان کی دعوت کفر و شرک کو پست کر دیا'' وَکَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ '' اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

محترم اسلامی بہنو! اس آیت کریمہ سے جو آقائے عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا '' یعنی غم مت کرو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اسی موقع مبارک پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا غم نہیں تھا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غم تھا، آپ فرماتے تھے: ''ان اقتل فانا رجل واحد وان قتلت هلکت الامة '' یعنی اگر میں قتل کر دیا گیا تو صرف ایک فرد ہلاک ہوگا اور اے اللہ کے رسول! اگر آپ قتل کر دیئے گئے تو پوری امت ہلاک ہو جائے گی۔ بہر حال یہ

آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں بالکل واضح ہے اور آپ کے صحابہ ہونے پر نص قطعی ہے کہ اللہ عزوجل نے ''اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ'' فرمایا' اسی لئے حضرت حسین بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''من قال ان ابا بکر لم یکن صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو کافر لا نکارہ نص القرآن ''یعنی جو شخص کہے کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی نہیں تھے تو وہ نص قرآنی کے انکار کرنے کے سبب کافر ہے۔

اور تیسویں پارہ' سورۃ واللیل کی آیت کریمہ ہے: ''وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ''یعنی اور جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا وہ شخص جو کہ سب سے بڑا پرہیزگار ہے جو کہ اپنا مال دیتا ہے خدائے تعالیٰ کے نزدیک ستھرا ہونے کیلئے نہ کہ رِیاسمعہ یا ان کے علاوہ کسی دوسرے مقصد کیلئے خرچ کرتا ہے۔

یہ آیت مبارکہ بھی حضرت ابوبکرؓ صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے' حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو گا' جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہے' کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ ان پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا کوئی احسان ہے' اس آیت کریمہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''اَتْقٰی'' یعنی سب سے بڑا پرہیزگار فرمایا گیا ہے اور پ ۲۶ ع ۱۴ کی آیت مبارکہ ہے: ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ''یعنی بے شک اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ

مکرم اور عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے۔ تو ان دونوں آیاتِ کریمہ کے ملانے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خدائے عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم اور عزت والے ہیں۔

صدیق اکبر اور احادیث کریمہ

میری پیاری اسلامی بہنو! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کی عظمت کے اظہار میں بہت سی احادیث وارد ہیں، ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**ما نفعني مال احد قط ما نفعني مال ابی بکر** ''یعنی کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا فائدہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۵)

اور یہ حدیث شریف بھی ترمذی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**انت صاحبی فی الغار و صاحبی علی الحوض** ''یعنی غارِ ثور میں تم میرے ساتھ رہے اور حوضِ کوثر پر بھی تم میرے ساتھ رہو گے، اور ترمذی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور انور نے فرمایا: ''**انت عتیق اللّٰہ منا لنار** '' یعنی تجھے اللہ نے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی روز سے میرے والد محترم کا نام عتیق ہو گیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶) اور ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''**اما انك یا ابو بکر اول من یدخل الجنة من امتی** ''یعنی اے ابو بکر! سن لو کہ میری امت میں سب سے پہلے تم جنت میں داخل ہو گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کسی شخص کی نیکیاں اتنی بھی ہیں جتنی کہ آسمان پر ستارے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! عمر کی نیکیاں اتنی ہی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے پوچھا: اور ابوبکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ حضور انور نے فرمایا: عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں، رضی اللہ عنہما۔

(مشکوۃ شریف ص ۵۶۰)

اور حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے اور عمر بن خطاب کے درمیان کچھ باتیں ہوگئیں، پھر میں نے نادم ہو کر ان سے معذرت طلب کی لیکن انہوں نے معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیا، یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے! تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آگئے، ان کو دیکھتے ہی حضور انور کا چہرۂ اقدس بدل گیا، حضور انور کو رنجیدہ دیکھ کر حضرت عمر دو زانو بیٹھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان سے زیادہ قصوروار ہوں، تو حضرت انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت وواسانی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکونی صاحبی“ یعنی جب اللہ نے مجھے تمہاری جانب مبعوث فرمایا تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا مگر ابوبکر نے میری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری غمخواری، مدد کی تو کیا آج تم لوگ میرے ایسے دوست کو چھوڑ دو گے اور اس جملہ کو حضور انور نے دو بار

فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۷)

اور حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت عقیل بن ابی طالب نے کچھ سخت کلامی کی مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حصور کی قرابت داری کا خیال رکھتے ہوئے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں کہا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پورا واقعہ بیان کیا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پورا ماجرا سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! سن لو میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو' تمہاری حیثیت کیا؟ اور ان کی حیثیت کیا ہے؟ تمہیں کچھ معلوم ہے خدا کی قسم تم لوگوں کے دروازوں پر اندھیرا ہے مگر ابوبکر کے دروازہ پر نور کی بارش ہو رہی ہے' خدائے عزوجل کی قسم! تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے میری تصدیق کی ہے' تم لوگوں نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا' ابوبکر نے میرے لئے اپنا مال خرچ کیا اور تم لوگوں نے میری مدد نہیں کی مگر ابوبکر نے میری غمخواری کی اور میری اتباع کی۔

(تاریخ الخلفاء ص ۳۷)

اور مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶ میں ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دن رات میں جو عمل اور بہترین کام کئے ہیں' کاش کہ میری پوری زندگی کا عمل ان کی ایک دن رات کے عمل کے برابر ہوتا' ان کی ایک ایک رات کا عمل تو یہ ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی رات غار ثور پر پہنچے (جو تقریباً اڑھائی کلومیٹر بلند ہے) تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: ''واللّٰہ لا تدخلہ حتی ادخل قبلك ''یعنی خدا کی قسم! آپ غار میں داخل نہیں

ہوں گے جب تک کہ آپ کے پہلے میں نہ داخل ہو جاؤں' تا کہ اگر کوئی موذی چیز سانپ وغیرہ ہو تو اس سے تکلیف مجھ کو پہنچے اور آپ محفوظ رہیں' پھر آپ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو خوب صاف کیا اور جب غار میں ان کو کچھ سوراخ نظر آئے تو انہوں نے اپنی لنگی میں سے کپڑا اپھاڑ کر بھر دیا اور دو سوراخوں پر اپنی ایڑیاں لگا دیں' اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اب آپ اندر تشریف لائے' حضور غار ثور کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے' ابھی حضور آرام فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے کاٹ لیا مگر آپ نے حرکت نہیں کی اور اسی طرح بیٹھے رہے' اس لئے کہ کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے' لیکن سانپ کے زہر کی انتہائی تکلیف کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو حضور اقدس کے چہرے پر گر گئے' حضور کی آنکھ کھل گئی اور آپ سے دریافت فرمایا: ابوبکر کیا ہوا؟

’’قال لدغت فداك ابی وامی ‘‘عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخم پر اپنا لعابِ دہن لگا دیا تو فوراً ان کی تکلیف جاتی رہی' مگر عرصہ دراز کے بعد سانپ کا وہی زہر پھر لوٹ آیا جو آپ کے وصال کا سبب بنا' یعنی اسی زہر کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک دن کا بہترین عمل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے' یعنی اس کی فرضیت کے منکر ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہا گر اونٹ کی رسّی جو لوگوں پر واجب ہو

گی اس کے دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے ان سے عرض کیا: ''**فلبغة رسول اللّٰه تالف الناس وارفق بهم** ''یعنی لوگوں کے ساتھ الفت سے پیش آئیں اور نرمی سے کام لیجئے' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایام جاہلیت میں تو بڑے سخت اور غضب ناک تھے' کیا اسلام میں داخل ہو کر ذلیل وخوار اور پست ہو گئے؟ ''**انه قد انقطع الوفى وتم الدين اينقصى وانا حى** ''یعنی وحی کا آنا بند ہو گیا ہے اور دین اسلام کامل ہو چکا ہے تو کیا میری زندگی میں وہ کمزور و ناقص ہو جائے گا' مطلب یہ ہے کہ میں دین اسلام کو اپنی زندگی میں کمزور و ناقص ہرگز نہیں ہونے دوں گا اور جو لوگ کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر رہے ہیں' میں ان سے ضرور جہاد کروں گا (ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحابِ کبار پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں)۔ یہ چند حدیثیں ہم نے آپ کے سامنے افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں پیش کی ہیں' ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں اسی قسم کے مضمون کی حضرت صدیق اکبر کی تعریف وتوصیف میں وارد ہوئی ہیں' جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سارے صحابہ میں سب سے زیادہ مقرب سب سے زیادہ پیارے اور سب سے زیادہ فضیلت وعظمت والے حضرت صدیق اکبر ہی ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے سب سے پہلے شخص وہی ہیں۔ **رضی اللّٰه عنه و ارضاه عنا وعن سائر المسلمين ۔**

آپ کا نام ونسب

میری محترم اسلامی بہنو! آپ کا نام عبداللہ ہے اور ابوبکر سے جو آپ مشہور ہیں یہ آپ کی کنیت ہے اور صدیق وعتیق آپ کا لقب ہے' آپ کے والد کا نام عثمان اور

کنیت ابوقحافہ ہے اور آپ کی والدہ محترمہ کا نام سلمیٰ ہے جن کی کنیت اُم الخیر ہے‘ آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں مرہ بن کعب پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے‘ آپ واقعہ فیل کے تقریباً اڑھائی برس بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔

عہد طفل میں بت شکنی

زمانہ جاہلیت میں بھی آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی ہے‘ آپ ہمیشہ اس کے خلاف رہے یہاں تک کہ آپ کی عمر شریف جب چند برس کی ہوئی تو اس زمانہ میں آپ نے بت شکنی فرمائی‘ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے رسالہ مبارکہ تنزیہ المکانۃ الحیدریہ‘ ص ۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (کہ وہ بھی صحابی ہوئے) زمانہ جاہلیت میں انہیں بت خانہ لے گئے اور بتوں کو دکھا کر ان سے کہا: ”ھذہ الھتك اسم العلی فاسجد لھا“ یعنی یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں‘ انہیں سجدہ کرو‘ وہ تو یہ کہہ کر باہر چلے گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قضائے مبرم کی طرح بت کے سامنے تشریف لائے اور برائے اظہارِ عجزِ صنم وجہلِ صنم پرست ارشاد فرمایا: ”انی جائع فاطعمنی“ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دو‘ وہ کچھ نہ بولا‘ فرمایا: ”انی عار فاکسنی“ یعنی میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا‘ وہ کچھ نہ بولا‘ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میں تجھ پر پتھر مارتا ہوں ”فان کنت الھا فامنع نفسك“ اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا‘ وہ اب بھی نرا بت بنا رہا‘ آخر آپ نے بقدرت صدیق اس پتھر مارا تو وہ خدائے گمرہاں منہ کے بل گر پڑا‘ اسی وقت آپ کے والد ماجد واپس آ رہے تھے‘ یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا کہ اے میرے بچے! تم نے یہ کیا کیا؟ فرمایا: وہی کیا جو آپ نے دیکھا‘ آپ کے والد انہیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت

ام الخیر رضی اللہ عنہا کے پاس (وہ بھی صحابیہ ہوئیں) لے آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: اس بچے سے کچھ نہ کہو کہ جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا، میں نے سنا کہ ہاتف کہہ رہا ہے:

”یا امة اللہ علی التحقیق البشری لولدا العتیق اسمه فی السماء الصدیق لمحمد صاحب ورفیق“

یعنی اے اللہ کی سچی باندی! تجھے خوشخبری ہو اس آزاد بچے کی جس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یار ورفیق ہے۔

(رواہ القاضی ابوالحسن احمد بن محمد الزبیدی بسندہ فی معالی الفرش الی عوالی العرش)

آپ عہد جاہلیت میں

زمانہ جاہلیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی برادری میں سب سے زیادہ مالدار تھے، مروت واحسان کا مجسمہ تھے، قوم میں بہت معزز سمجھے جاتے تھے، گم شدہ کی تلاش آپ کا شیوہ رہا اور مہمانوں کی آپ خوب میزبانی فرماتے تھے، آپ کا شمار روسائے قریش میں ہوتا تھا، وہ لوگ آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور آپ سے بے انتہا محبت کرتے تھے، آپ قریش کے ان گیارہ لوگوں میں سے ہیں جن کو ایامِ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں عزت و بزرگی حال رہی کہ آپ عہد جاہلیت میں ”خوں بہا“ اور جرمانے کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے، جو اس زمانہ کا بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا، آپ نے عہد جاہلیت میں کبھی شراب نہیں پی، ایک بار صحابہ کرام کے مجمع میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں شراب پی ہے؟ آپ نے فرمایا: خدا کی پناہ! میں نے کبھی شراب نہیں پی، لوگوں نے کہا: کیوں؟ فرمایا: ”**کنت امسون عرضی وامقظفرونی**“ یعنی میں اپنی عزت وآبرو کو بچاتا تھا اور حرمت کی حفاظت کرتا تھا، اس لئے کہ جو شخص شراب پیتا

ہے اس کی عزت و ناموس اور مروت جاتی رہتی ہے، جب اس بات کی خبر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے دو بار فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا، ابوبکر نے سچ کہا، رضی اللہ عنہ۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کا حلیہ مبارک

میری پیاری اسلامی بہنو! ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ آپ ہم سے حضرت ابوبکر صدیق کا سراپا اور حلیہ بیان فرمائیں، تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کا رنگ سفید تھا، بدن اکہرا تھا، دونوں رخسار اندر کو دبے ہوئے تھے، پیٹ اتنا بڑا تھا کہ آپ کی لنگی اکثر نیچے کھسک جایا کرتی تھی، پیشانی پر ہمیشہ پسینہ رہتا تھا، چہرہ پر زیادہ گوشت نہیں تھا، ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے، پیشانی بلند تھی، انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں، یعنی گھائیاں رہتی تھیں، حنا اور کتم کا خضاب لگاتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے بال سیاہ سفید ملے ہوئے کھچڑی نہیں تھے، آپ ان کھچڑی بالوں پر حنا یعنی مہندی اور کتم کا خضاب لگاتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۲)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو بیان کیا گیا کہ آپ کتم کا خضاب لگاتے تھے، اس سے آپ کے متعلق سیاہ خضاب کا گمان کرنا یا اس سے نیل اور منا ملے ہوئے کہ مطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلطی ہے، تفصیل کیلئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے رسالہ مبارکہ مک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب کا مطالعہ کریں۔

آپ کا قبولِ اسلام

میری محترم اسلامی بہنو! بہت سے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم فرماتے

ہیں کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ثبوت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار پڑھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں ہیں اور ان میں سب سے پہلے آپ کے اسلام لانے کا ذکر ہے اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: ''اول من اسلم من الرمال ابوبکر '' یعنی سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے، اور ابن سعد نے صحابی رسول حضرت ابواروی دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''اول من اسلم ابوبکر الصدیق '' یعنی سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں، یہاں تک کہ میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق پہلے مسلمان ہوئے یا حضرت علی؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''واللہ لقد امن ابوبکر بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہٖ وسلم رکن بعیری الراھب '' یعنی قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ حضرت ابوبکر صدیق بحیریٰ راہب ہی کے زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا چکے تھے جبکہ حضرت علی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۳) اور محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبدالرحمٰن تمیمی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب میں نے کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی تو اس کو تردد ہوا، علاوہ ابوبکر کے کہ جب میں نے ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے بغیر تردد کے اسلام قبول کیا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے سابق الاسلام ہونے اک سبب یہ ہے کہ آپ نبوت و رسالت کی نشانیاں قبل از اسلام ہی معلوم کر چکے تھے، اس لئے

جب ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

اور بعض محدثین یوں فرماتے ہیں کہ اعلان نبوت کے قبل ہی سے حضرت ابوبکر صدیق، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے اور آپ کے اخلاق کی عمدگی، عادات کی پاکیزگی اور آپ کی سچائی و دیانت داری پر یقین کامل رکھتے تھے، تو جب سرکارِ اقدس نے ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے فوراً قبول کر لیا، اس لئے کہ جو شخص زندگی کے عام حالات میں جھوٹ نہیں بولتا اور نہ غلط بات کہتا ہے تو بھلا وہ خدائے ذوالجلال کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے کہ اس نے مجھے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے، اسی بنیاد پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً بلا تامل مسلمان ہو گئے، ان تمام شواہد سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں، اسی لئے بعض حضرات نے یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ آپ کے سب سے پہلے مسلمان ہونے پر اجماع ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تو ان تمام اقوال میں ہمارے امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق، عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آپ کا کمال ایمان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان سارے صحابہ میں سب سے زیادہ کامل تھا جس کا ثبوت بہت سے واقعات سے ملتا ہے، حدیبیہ میں جن شرطوں پر صلح ہوئی، ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ کے مسلمانوں یا کافروں میں سے اگر کوئی شخص

مدینہ چلا جائے تو وہ واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا، ابھی صلح نامہ پر طرفین کے دستخط نہیں ہوئے تھے کہ ابوجندل رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہو چکے تھے، مکہ معظّمہ سے گرتے پڑتے اور اپنی ایڑیاں گھسیٹے ہوئے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کے درمیان ہو گئے، سہیل بن عمرو جو ابوجندل رضی اللہ عنہ کا باپ تھا اور کفار مکہ کی طرف سے صلح کی گفتگو کرنے کیلئے حدیبیہ آیا ہوا تھا جب اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو کہا کہ ابوجندل کو آپ میری طرف واپس کر دیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو صلح نامہ پر فریقین کے دستخط ہی نہیں ہوئے ہیں، لٰہذا یہ معاہدہ تمہارے اور ہمارے دستخط ہوئے جانے کے بعد ہی نافذ ہوگا، اس نے کہا: تو جائیے ہم آپ سے صلح نہیں کریں گے، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سہیل! ابوجندل کو میرے پاس رہنے کی تم اپنی طرف سے اجازت دے دو، اس نے کہا: میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا، جب حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب میں پھر مکہ لوٹا دیا جاؤں گا تو انہوں نے صحابہ کرام سے فریاد کی اور کہا: اے مسلمانو! دیکھو میں کافروں کی طرف لوٹایا جارہا ہوں حالانکہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور آپ لوگوں کے پاس آ گیا ہوں اور حضرت ابوجندل کے بدن پر کافروں کی مار کے جو نشانات تھے، آپ مسلمانوں کو وہ نشان دکھا دکھا کر رونے لگے تو مسلمانوں کو بڑا جوش پیدا ہو گیا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محبوب دانائے قضایا وغیرب جناب احمد مجتبیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ گئے اور عرض کیا: کیا آپ اللہ کے رسول سچے نہیں ہیں؟ کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا: کیوں نہیں! یعنی بے شک ہم حق پر اور کفار باطل پر ہیں، اس جواب پر حضرت عمر نے کہا: تو پھر ہم دین کے معاملہ میں دب کر کیوں صلح کریں؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! بے شک میں اللہ کا

رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی کبھی نہیں کر سکتا اور میرا مددگار وہی ہے، پھر حضرت عمر نے کہا: کیا آپ یہ نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ شریف کا طواف کریں گے؟ حضور نے فرمایا: ٹھیک ہے مگر ہم نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے، حضرت عمر نے کہا کہ ہاں یہ سچ ہے کہ آپ نے اسی سال کیلئے نہیں فرمایا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی اس قسم کی گفتگو کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''الزم عذرہ''، یعنی ان کی تھامے رہو اور ان کے دامن سے لگے رہو، بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ان کا معاون و مددگار ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ میری محترم اسلامی بہنو! حدیبیہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح صلح فرمائی، اس سے مسلمانوں کی ناگواری اور رنج کا یہ عالم رہا کہ تکمیل معاہدہ کے بعد تین بار حضور انور نے فرمایا کہ اٹھو! قربانی کرو اور سر منڈا کر احرام کھول دو مگر کوئی اُٹھنے کو تیار نہ تھا، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوش میں آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایسی گفتگو کہ جس پر وہ زندگی بھر افسوس کرتے رہے اور معافی کیلئے بہت سی نیکیاں کرتے رہے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بالکل مطمئن تھے کہ حضور اللہ کے رسول ہیں، وہ جو کچھ کر رہے ہیں سب حق ہے، ہر حال میں اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی رسالت و نبوت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان سارے صحابہ میں سب سے زیادہ کامل و اکمل تھے، جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جوش کو بھی ٹھنڈا کر دیا اور شب معراج کی صبح بہت سے مشرکین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کو کچھ خبر ہے؟ آپ کے دوست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ انہیں رات کو بیت المقدس اور آسمان وغیرہ کی سیر

کرائی گئی ہے' آپ نے کہا: کیا واقعی وہ ایسا فرما رہے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا: ہاں! وہ ایسا ہی کہہ رہے ہیں' تو آپ نے فرمایا: ''انی لا صدقة بابعد من ذلك ''یعنی اگر وہ اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس اور حیرت انگیز خبر دیں گے تو بے شک میں اس کی بھی تصدیق کروں گا اور غزوۂ بدر میں آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن کفار مکہ کے ساتھ تھے' اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ جنگ بدر میں کئی بار میری زد میں آئے لیکن میں نے آپ سے صرفِ نظر کی اور آپ کو قتل نہیں کیا' اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لو اھدفت لی لم انصرف عنك ''یعنی اے عبدالرحمٰن! کان کھول کر سن لو کہ اگر تم میری زد میں آ جاتے تو میں صرف نظر نہ کرتا بلکہ تم کو قتل کر کے موت کے گھاٹ اتار دیتا' ان واقعات سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان سب سے زیادہ سارے صحابہ میں سب سے زیادہ اکمل تھا بلکہ درجہ کمال کی انتہا کو پہنچا تھا' یہاں تک کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ پوری زمین کے مسلمانوں کا ایمان اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان اگر وزن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا' رضی اللہ عنہ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۰)

ایک بار ہم سب مل کر سرکارِ مدینہ اور ان اصحاب پر بلند آواز سے درود و سلام کی ڈالیاں پیش کریں۔

آپ کی شجاعت

میری محترم اسلامی بہنو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سارے صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر بھی تھے' علامہ بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو ہمیشہ اپنے جوڑ سے لڑتا ہوں'

پھر کیسے میں سب سے زیادہ ہوا، تم لوگ یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: حضرت ہم کو نہیں معلوم ہے، آپ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، سنو! جنگ بدر میں ہم لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ایک عریش یعنی جھونپڑا بنایا تھا تاکہ گرد وغبار اور سورج کی دھوپ سے حضور محفوظ رہیں، تو ہم لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی حملہ کردے ''فواللہ ماونا منا احد لا ابو بکر'' یعنی تو خدا کی قسم! اس کام کیلئے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے کوئی نہیں بڑھا، آپ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے، پھر کسی دشمن کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہیں ہو سکی اور اگر کسی نے جرأت بھی کی تو آپ اس پر ٹوٹ پڑے، اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۵)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار کا واقعہ ہے کہ کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ تم ہی ہو جو کہتے ہو کہ خدا ایک ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو قسم خدا کی اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی حضور کے قریب نہیں گیا، آپ آگے بڑھے اور کافروں کو مارا اور انہیں دھکے دے دے کر ہٹایا اور فرمایا: تم پر افسوس ہے کہ تم لوگ ایسی ذات کو تکلیف پہنچا رہے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ اپنے ایمان کو چھپاتے تھے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ایمان کو علی الاعلان ظاہر فرماتے تھے، اس لئے آپ سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۵)

اور علامہ ہیثم اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ ''**لما کان یوم احد انصرف الناس کلھم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فکنت اول من فاء**'' یعنی اُحد کے دن سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تنہا چھوڑ کر ادھر ادھر ہو گئے تو سب سے پہلے میں نے حضور کے پاس پہنچ کر ان کی حفاظت کی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۵)

ان شواہد سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سارے صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر بھی تھے! رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا!

آپ کی سخاوت

میری اسلامی بہنو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے راستے میں خرچ کرنے اور سخاوت کرنے کے بارے میں بھی سارے صحابہ پہ فوقیت رکھتے تھے۔ حدیث شریف کی دو مشہور کتابیں ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک روز ہم لوگوں کو اللہ کی راہ میں صدقہ اور خیرات کرنے کا حکم دیا اور حسن اتفاق سے اس موقع پر میرے پاس کافی مال تھا! میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ جانے کا کسی دن میرے لئے ممکن ہوگا تو وہ آج کا دن ہوگا' میں کافی مال خرچ کر کے آج ان سے سبقت لے جاؤں گا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تو میں آدھا مال لے کر خدمت میں حاضر ہوا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''**ابقیت لاھلک**'' یعنی اپنے گھر والوں کیلئے تم نے کتنا چھوڑا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آدھا مال ان کیلئے چھوڑ دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ ان کے پاس تھا' سب لے آئے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے پوچھا: ''**ابقیت لاھلک**''

یعنی اے ابوبکر! اپنے اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ ’’**قال ابقیت لهم الله ورسوله** ‘‘یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ان کیلئے میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں‘ مطلب یہ ہے کہ میرے اور میرے اہل وعیال کیلئے اللہ ورسول کافی ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’**قلت لا اسبقه الی شیء ابدا** ‘‘یعنی میں نے اپنے دل میں کہا کہ کسی چیز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہ میں کبھی سبقت نہیں لے جاسکوں گا! (مشکوۃ شریف ص ۵۵۶)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس روز میرے والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہوئے‘ اس روز آپ کے پاس چالیس ہزار دینار موجود تھے اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس ہزار درہم تھے‘ آپ نے یہ سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر خرچ کر دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور جب آپ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آئے تو اس مال میں سے آپ کے پاس صرف پانچ ہزار باقی رہ گئے تھے‘ مکہ معظّمہ میں آپ نے ۳۵ ہزار درہم مسلمان غلاموں کے آزاد کرانے اور اسلام کی مدد میں خرچ کر ڈالے تھے! حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے راہِ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کئے‘ دس ہزار رات میں‘ دس ہزار دن میں‘ دس ہزار چھپا کر اور دس ہزار علانیہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل

فرمائی:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔

(پ ۳ ع ۶)

جو لوگ اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں، دن میں، چھپا کر اور علانیہ تو ان کیلئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ ان کو کچھ خوف اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں۔

ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے بھی میرے ساتھ احسان کیا تھا، میں نے ہر ایک کا احسان اتار دیا علاوہ ابوبکر کے احسان کے، انہوں نے میرے ساتھ ایسا احسان کیا ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن ان کو خدائے تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا،

وما نفعني مال احد قط ما نفعني مال ابي بكر ۔

اور ہرگز کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا ہے جتنا فائدہ کہ ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۵)

ایک بار ہم سب مل کر سرکار مدینہ اور ان کے اصحاب پر بلند آواز سے درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت چاہتے تھے اور ان سے بے انتہا محبت فرماتے تھے، شروع زمانہ اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ حتی الامکان اپنے اسلام کو چھپائے رکھتا تھا اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چھپانے کی تلقین فرماتے تھے تا کہ کافروں سے اذیت نہ پہنچے جب

مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اب اسلام کی تبلیغ کھلم کھلا اور علی الاعلان کی جائے‘ پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمایا لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا تو آپ نے قبول فرمالیا اور سب لوگوں کو ساتھ لے کر مسجد حرام میں تشریف لے گئے‘ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ شروع فرمایا اور یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا‘ حضور کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسی روز اسلام لائے‘ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے‘ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت وشرافت مکہ معظمہ میں مسلم تھی‘ اس کے باوجود آپ کو اس قدر مارا کہ پورا چہرہ اور کان وناک سب لہولہان ہو گئے اور خون سے بھر گئے اور ہر طرح سے آپ کو بہت مارا یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے‘ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ آپ کو وہاں سے اٹھا کر لائے اور کسی کو بھی یہ امید نہیں تھی کہ مشرکین کی اس مار کے بعد آپ زندہ بچ سکیں گے‘ آپ کے قبیلہ کے لوگ مسجد کعبہ میں آئے اور اعلان کیا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حادثہ میں انتقال کر گئے تو ہم ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیں گے کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مارنے میں بہت زیادہ حصہ لیا تھا‘ شام تک آپ بے ہوش رہے اور جب ہوش میں آئے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے آپ کو بہت ملامت کی کہ انہی کے ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اور دن بھر بے ہوش رہنے کے بعد بات کی تو سب سے پہلے انہی کا نام لیا‘ اور سب سے پہلے ان کا نام کیوں نہ لیں کہ ان کے خون کے ایک ایک قطرے میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت موجزن تھی‘ کچھ لوگ بددلی کے

سبب اور بعض لوگ اس خیال سے اٹھ کر چلے گئے کہ جب بولنے لگے ہیں تو اب آپ کی جان بچ جائے گی' جاتے ہوئے لوگ آپ کی والدہ محترمہ حضرت ام الخیر رضی اللہ عنہا کہ بعد میں وہ بھی مسلمان ہوئیں' ان سے کہہ گئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کھانے پینے کیلئے کسی چیز کا انتظام کر دیں' وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے کیلئے بہت کہا مگر عاشق صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہی ایک صدا تھی کہ محمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے اور ان پہ کیا گزری؟ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ ان کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت اُم جمیل رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر دریافت کرو کہ حضور کا کیا حال ہے؟ وہ اپنے صاحبزادہ کی اس بے تابانہ درخواست کو پوری کرنے کیلئے دوڑتی ہوئی حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال دریافت کیا' وہ بھی اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں' انہوں نے ٹال دیا' کوئی واضح جواب نہیں دیا اور کہا کہ اگر تم کہو تو میں چل کر تمہارے بیٹے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھوں کہ ان کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں چلو! حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا ان کے گھر گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکیں' بے تحاشا رونے لگیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا نے آپ کی والدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں' آپ نے فرمایا کہ ان سے نہ ڈرو' تو ام جمیل نے کہا کہ حضور بخیر و عافیت ہیں' آپ نے دریافت فرمایا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف رکھتے ہیں' فرمایا: قسم ہے خدائے ذوالجلال کی کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا جب تک کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

زیارت نہیں کرلوں گا۔ آپ کی والدہ محترمہ تو بہت زیادہ بے قرار تھیں کہ آپ کچھ کھا پی لیں مگر آپ نے قسم کھالی کہ جب تک حضور انور کی زیارت نہیں کرلوں گا کچھ نہیں کھاؤں گا تو آپ کی والدہ نے لوگوں کی آمدورفت کا بند ہو جانے کا انتظار کیا تاکہ ایسا نہ ہو کوئی آپ کو دیکھ کر پھر اذیت پہنچا دے، جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا اور لوگوں کی آمدورفت بند ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ محترمہ لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور سے لپٹ گئے اور حضور بھی اپنے عاشق صادق سے لپٹ کر روئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر سب رونے لگے۔ (تاریخ الخلفاء وغیرہ)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ آقائے عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غایت درجہ محبت تھی اور کیوں نہ ہو۔

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان و مال اولاد سے پیارا
محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

(صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اور حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جیش اسامہ کی تنفید کی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے عہد مبارک کے آخر میں شام کی طرف روانہ فرمایا تھا، ابھی یہ لشکر تھوڑی ہی دور پہنچا تھا اور مدینہ طیبہ کے قریب مقام ذی خشب ہی میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس عالم سے پردہ فرمایا، یہ خبر سن کر اطرافِ مدینہ کے عرب اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو

گئے، صحابہ کرام نے مجتمع ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر زور دیا کہ آپ اس لشکر کو واپس بلالیں، اس وقت اس لشکر کا روانہ کرنا کسی طرح مصلحت نہیں۔ مدینہ کے گرد عرب کے طوائف کثیرہ مرتد ہو گئے اور لشکر شام کو بھیج دیا جائے؟ اسلام کیلئے یہ نازک ترین وقت حصور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے کفار کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور ان کی مردہ ہمتوں میں جان پڑ گئی تھی، منافقین سمجھتے تھے کہ ان کھیل کھیلنے کا وقت آ گیا، ضعیف الایمان دین سے پھر گئے، مسلمان ایک ایسے صدمہ میں شکستہ دل اور بے تاب وتواں ہو رہے ہے جس کی مثل دنیا کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا، ان کے دل گھائل ہیں اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں، کھانا پینا بُرا معلوم ہوتا ہے، زندگی ایک ناگوار مصیبت نظر آتی ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کو نظم قائم کرنا، دین کا سنبھالنا، مسلمانوں کی حفاظت کرنا، ارتداد کے سیلاب کو روکنا کس قدر دشوار تھا، باوجود اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا اور مرضی مبارک کے خلاف جرأت کرنا صدیق سراپا صدق کا رابطہ نیازمندی گوارا نہ کرتا تھا اور اس کو وہ ہر مشکل سے سخت تر سمجھتے تھے، اس پر صحابہ کا اصرار کہ لشکر واپس بلالیا جائے اور خود حضرت اسامہ کا لوٹ کر آنا اور حضرت صدیق سے عرض کرنا کہ قبائل عرب آمادہ جنگ اور درپے تخریب اسلام ہیں، اور کارآزما بہادر میرے لشکر میں ہیں، انہیں اس وقت روم بھیجنا اور ملک کو ایسے دلآور مردانِ جنگ سے خالی کر دینا کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے اور مشکلات تھیں۔ میری اسلامی بہنو! صحابہ کرام نے اعتراف کیا ہے کہ اس وقت اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ دوسرا ہوتا تو ہرگز مستقل نہ رہتا اور مصائب و افکار کا یہ ہجوم اور اپنی جماعت کی پریشان حالت مبہوت کر ڈالتی، مگر اللہ اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پائے ثبات کو ذرہ بھر لغزش نہ ہوئی اور ان کے استقلال

میں ایک شمہ فرق نہ آیا، آپ نے فرمایا کہ اگر پرندے میری بوٹیاں نوچ کھائیں تو مجھے یہ گوارا ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی مبارک میں اپنی رائے کو دخل دینا اور حضور کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا گوارا نہیں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا، چنانچہ ایسی حالت میں آپ نے لشکر کو روانہ فرما دیا، اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیرت انگیز شجاعت ولیاقت اور کمال دلیری و جواں مردی کے علاوہ ان کے توکل صادق کا بھی پتا چلتا ہے اور دشمن بھی انصافاً یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت و جانشینی کی اعلیٰ قابلیت و اہلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی، اب یہ لشکر روانہ ہوا اور جو قبائل مرتد ہونے کیلئے تیار تھے اور یہ سمجھ چکے تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام کا شیرازہ ضرور درہم برہم ہو جائے گا اور اس کی سطوت وشوکت باقی نہ رہے گی، انہوں نے دیکھا کہ لشکر اسلام رومیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ ہو گیا، اسی وقت ان کے خیالی منصوبے غلط ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں اسلام کیلئے ایسا زبردست نظم فرما دیا ہے، جس سے مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم نہیں ہو سکتا اور وہ ایسے غم واندوہ کے وقت میں بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے سامنے اقوامِ عالم کو سرنگوں کرنے کیلئے ایک مشہور اور زبردست قوم پر فوج کشی کرتے ہیں، لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ اسلام مٹ جائے گا اور اس میں قوت باقی نہ رہے گی بلکہ ابھی صبر کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ یہ لشکر کس شان سے واپس ہوتا ہے، فضل الٰہی سے یہ لشکر ظفر پیکر فتح یاب ہوا، رومیوں کو ہزیمت وشکست ہوئی، جب یہ فاتحہ لشکر واپس آیا، اس وقت وہ تمام قبائل جو مرتد ہونے کا ارادہ کر چکے تھے، اس ناپاک قصد سے باز آئے اور اسلام پر سچائی کے ساتھ قائم ہو گئے، بڑے بڑے جلیل القدر صائب الرائے صحابہ جو اس لشکر کی روانگی کے وقت نہایت شدت سے

اختلاف فرما رہے تھے، اپنی فکر کی خطا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے مبارک کے صائب اور ان کے علم کی وسعت کے معترف ہوئے۔ (سوانح کربلا) اور بیہقی و ابن عساکر میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے ہوتے تو روئے زمین پر خدائے تعالیٰ کی عبادت باقی نہ رہ جاتی، اسی طرح قسم کے ساتھ آپ نے تین بار فرمایا، لوگوں نے آپ سے عرض کیا: اے ابوہریرہ! آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ کو امیر لشکر مقرر کر کے شام کی طرف روانہ فرمایا تھا اور وہ ابھی ذی خشب مقام پر تھے کہ حضور انور کا وصال ہو گیا، اس خبر کو سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے، صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات پر زور دیا کہ اسامہ کے لشکر کو واپس بلالیں، آپ نے فرمایا: ''والذی لا الہ الا ھو لو جرت الکلاب یا رجل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ ما رددت جیشا وجهاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کے پاؤں کتے پکڑ کر گھسیٹیں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلا سکتا، جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا اور نہ میں اس پرچم کو سرنگوں کروں گا جس کو میرے حضور نے لہرایا تھا۔

پس حضرت اسامہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، وہ روانہ ہوئے تو مرتد قبیلے دہشت زدہ ہو گئے، یہاں تک کہ وہ سلطنت روم کی حد میں پہنچ گئے، طرفین میں جنگ ہوئی، مسلمانوں کا لشکر فتح یاب ہو کر واپس ہوا تو اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۱)

محبوبِ عالمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ کو جو بے انتہا اور غایت درجہ محبت تھی، اسی محبت کا یہ اثر ہے کہ ایسے نازک وقت میں صحابہ کرام کے زور ڈالنے کے باوجود حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلانا اور پیارے مصطفیٰ لہراتے ہوئے جھنڈا کو سرنگوں کرنا آپ کو گوارا نہ کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے اور اسلام کا پھر سے بول بولا ہو گیا، اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضور سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت نے اسلام کو زندہ جاوید بنا دیا۔ (ایک بار بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)

مانعین زکوٰۃ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے پر بعض لوگ تو اسلام کے احکام سے منکر ہو کر مرتد ہو گئے تھے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے یعنی اس کی فرضیت کے منکر ہو گئے اور زکوٰۃ کی فرضیت چونکہ نص قطعی سے ثابت ہے تو اس کے منکر ہو کر وہ بھی مرتد ہو گئے، اسی لئے شارحین حدیث وفقہائے کرام مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام نے ان سے کہا کہ اس وقت منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنا مناسب نہیں، آپ نے فرمایا: خدائے ذوالجلال کی قسم! اگر وہ لوگ ایک رسّی یا بکری کا ایک بچہ بھی حضور کے زمانے میں زکوٰۃ دیا کرتے تھے اور اب اس کے دینے سے انکار کریں تو میں ان سے جنگ کروں گا۔

(تاریخ خلفاء ص ۵۱)

پھر آپ مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر اعراب کی طرف نکل پڑے اور جب وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو آپ امیر لشکر بنا کر واپس آ گئے، انہوں نے اعراب کو جگہ جگہ گھیرا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر جگہ فتح عطا فرمائی، اب صحابہ کرام خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی رائے کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا

اور کہا کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ حق ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر اس وقت مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی نہ کی جاتی اور انہیں چھوٹ دے دی جاتی تو پھر کچھ لوگ نماز کے بھی منکر ہو جاتے اور بعض لوگ روزہ سے بھی انکار کر دیتے اور کچھ لوگ بعض دوسری ضروری چیزوں کا انکار کر دیتے تو اسلام اپنی شان و شوکت کے ساتھ باقی نہ رہتا بلکہ کھیل بن جاتا اور اس کا نظام درہم برہم ہو جاتا' مانعین زکوٰۃ اور ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جہاد کے نتیجہ میں حضرت صدر الا فاضل رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: یہاں سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیے کہ ہر حالت میں حق کی حمایت اور ناحق کی مخالفت ضروری ہے اور جو قوم ناحق کی خالفت میں سستی کرے گی وہ جلد تباہ ہو جائے گی' آج کل بعض سادہ لوح باطل فرقوں کے ردّ کرنے کو بھی منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس وقت آپس کی جنگ موقوف کرو' انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے طریق عمل سے سبق لینا چاہیے کہ آپ نے ایسے نازک وقت میں بھی باطل کی سرکشی میں توقف نہ فرمایا' جو فرقے اسلام کو نقصان پہنچانے کیلئے پیدا ہوئے ہیں' ان سے غفلت برتنا یقیناً اسلام کی نقصان رسانی ہے۔

(سوانح کربلا)

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف کلمہ اور نماز مسلمان ہونے کیلئے کافی نہیں بلکہ اسلام کی ساری باتوں کو ماننا ضروری ہے' لہٰذا اگر کوئی شخص اسلام کے سارے احکام پر ایمان رکھتا ہو لیکن ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک بات کا انکار کرتا ہو تو وہ کافر و مرتد ہے جیسے کہ مانعین زکوٰۃ ایک بات کا انکار کر کے کافر و مرتد ہوئے۔ نعوذ باللہ من ذلک! اور مسیلمہ کے ساتھی مانعین زکوٰۃ کے مرتد ہونے سے بھی ثابت ہوا کہ ''عرب میں کافر و مرتد ہوں گے'' یہ کہنا غلط ہے۔

غلط الزام

رافضی لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باغِ فدک کو غصب کر لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیائے کرام کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے وہ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں سب صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''لا نورث ما ترکناہ صدقة'' یعنی ہم گروہِ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۵۰) اور مسلم شریف، جلد دوم، ص ۹۱ پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد ازواجِ مطہرات نے چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حضور کے مال سے اپنا حصہ تقسیم کروائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''الیسا قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ لا نورث ما ترکناہ صدقة'' یعنی کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ہم کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ اور بخاری، جلد دوم، ص ۵۷۵، مسلم جلد دوم، ص ۹۰ میں حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجمع صحابہ جن میں حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم موجود تھے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سب کو قسم دے کر فرمایا: کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے، تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں! حضور نے ایسا فرمایا ہے، ان احادیث کریمہ کے صحیح ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا اور حضور انور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا ترکہ خیبر اور فدک وغیرہ ان کے قبضہ میں ہوا اور پھر ان کے بعد حسنین کریمین وغیرہ کے اختیار میں دیا' مگر ان میں سے کسی نے ازواجِ مطہرات حضرت عباس اور ان کی اولاد کو باغِ فدک وغیرہ سے حصہ نہ دیا' لہٰذا ماننا پڑے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی' اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہیں دیا نہ کہ بغض وعداوت کے سبب جیسا کہ رافضیوں کا الزام ہے' اور آیت کریمہ ''وَوَرِثَ سُلَیْمَانَ دَاوٗدَ'' یا اس کے علاوہ قرآن مجید وحدیث شریف میں جہاں بھی کہیں انبیائے کرام کی وراثت کا ذکر ہے' اس سے علمِ شریعت ونبوت ہی مراد ہے نہ کہ درہم ودینار۔

علالت ووفات

میری اسلامی بہنو! واقدی اور حاکم میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی علالت کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ نے ۷ جمادی الاخریٰ پیر کے روز غسل فرمایا' اس روز سردی بہت زیادہ تھی جو اثر کر گئی' آپ کو بخار آ گیا اور پندرہ دن تک آپ علیل رہے' اس درمیان میں آپ کو نماز کیلئے بھی گھر سے باہر تشریف نہیں لا سکے' آخر کار اس بخار کے سبب ۶۳ سال کی عمر میں ۲ سال ۲ ماہ سے کچھ زائد اُمورِ خلافت انجام دینے کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو آپ کی وفات ہوئی اور آقائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پہلو میں مدفن ہوئے۔ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''

آپ کی کرامتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کئی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں' جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا کہ ایک بار میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اصحابِ صفہ میں سے تین آدمیوں کو اپنے گھر لائے اور ان کو کھانا کھلانے کا حکم فرمایا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے یہاں تک کہ آپ نے رات کا کھانا حضور ہی کے یہاں کھالیا اور بہت زیادہ رات گزر جانے کے بعد اپنے مکان پر تشریف لائے' ان کی بیوی نے کہا کہ مہمانوں کے پاس آنے سے آپ کو کس چیز نے روک رکھا؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے ابھی تک مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا' انہوں نے عرض کیا کہ میں نے کھانا پیش کیا تھا مگر مہمانوں نے آپ کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا' یہ سن کر آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو بہت برا بھلا کہا کہ اس نے مجھ کو مطلع کیوں نہیں کیا' پھر کھانا منگا کر مہمانوں کے ساتھ کھانے کیلئے بیٹھ گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ ''**ایم اللہ ما کنا ناخذ من اللقمة الا ربا من اسفلها ابشر منها**'' یعنی خدا کی قسم! ہم جو بھی لقمہ اٹھاتے اس کے نیچے کھانا اسی سے زیادہ ہو جاتا یہاں تک کہ ہم سب شکم سیر ہو گئے اور جتنا کھانا پہلے تو اس سے بھی زیادہ بچ رہا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے متعجب ہو کر اپنی بیوی سے فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ برتن میں کھانا پہلے سے کچھ زیادہ نظر آتا ہے؟ آپ کی بیوی نے قسم کھا کر کہا کہ بلاشبہ یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے' پھر وہ کھانا اٹھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے' صبح تک کھانا بارگاہِ رسالت میں رہا' مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی مدت ختم ہو گی تھی تو اس روز صبح کے وقت ایک لشکر تیار کیا گیا جس میں بہت کافی آدمی تھی' پوری فوج نے اس کھانے کو شکم سیر ہو کر کھایا' پھر بھی اس برتن میں کھانا کم نہیں ہوا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۶)

مہمانوں کے کھانے کے بعد پہلے سے بھی کھانے کا تین گنا زیادہ ہو جانا اور صبح کے وقت پوری فوج کا اس کھانے کو شکم سیر ہو کر کھانا، پھر بھی برتن میں کھانے کا کم نہ ہونا، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامت ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرضِ موت میں مجھے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! میرے پاس جو کچھ مال تھا آج وہ مال وارثوں کا ہو چکا ہے، میری اولاد میں تمہارے دو بھائی عبدالرحمٰن و محمد ہیں اور تمہاری دو بہنیں ہیں، لہٰذا میرے مال کو تم لوگ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! میری تو ایک ہی بہن بی بی اسماء ہیں، یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری سوتیلی ماں حبیبہ بنت خارجہ جو حاملہ ہے، اس کے پیٹ میں لڑکی ہے وہی تمہاری دوسری بہن ہے، چنانچہ آپ کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے فرمان کے مطابق حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ سے لڑکی اُم کلثوم ہی پیدا ہوئیں۔ (موطأ امام محمد، باب النحلی، ص ۳۴۸)

اس حدیث شریف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوتی ہیں، پہلی کرامت یہ کہ وفات سے پہلے آپ کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں گا، اسی لئے آپ نے وصیت کے وقت یہ فرمایا کہ آج میرا مال میرے وارثوں کا مال ہو چکا ہے اور دوسری کرامت یہ ثابت ہوتی ہے کہ حاملہ کے پیٹ میں لڑکی ہے، آپ یقین کے ساتھ جانتے تھے، اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حبیبہ بنت خارجہ جو حاملہ ہے، اس کے پیٹ میں لڑکی ہے، وہی تمہاری بہن ہے اور ان دونوں باتوں کا علم یقیناً غیب کا علم ہے، جو بے شک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو عظیم الشان کرامتیں ہیں۔

آپ کی خصوصیات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں، جن میں سے چند خصوصیات کو ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ابن عساکر، حضرت امام شعبی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خدائے عزوجل نے ایسی چار خصلتوں سے مختص فرمایا، جن سے کسی کو سرفراز نہیں فرمایا، اوّل آپ کا نام صدیق رکھا اور کسی دوسرے کا نام صدیق نہیں، دوسرے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غارِ ثور میں رہے، تیسرے آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت میں رفیق سفر رہے، چوتھے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ صحابہ کرام کو نماز پڑھائیں اور دوسرے لوگ آپ کے مقتدی بنیں، ایک بہت بڑی خصوصیت آپ کی یہ بھی ہے کہ آپ صحابی، آپ کے والد ابو قحافہ صحابی، آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن صحابی اور ان کے صاحبزادے ابو عتیق محمد صحابی یعنی آپ کی چار نسل صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

سایہ مصطفیٰ مایہ اصطفا
عز و ناز خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

دعا ہے کہ خدائے عزوجل ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی غلامی عطا فرمائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

الحمد للہ! تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، آپ سے بھی اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کی مدنی التجاء ہے، عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدنی قافلے بھی سنتوں کی تربیت کیلئے قریہ قریہ، شہر شہر، ملک بملک سفر

کرتے رہتے ہیں، آپ بھی اپنے گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر پر آمادہ کیجئے اور انہیں تیار کر کے مدنی مرکز بھیج دیجئے۔ آپ کے شفقت فرمانے سے اگر آپ کا کوئی عزیز مدنی قافلے کا مسافر بن گیا تو اُس کے ساتھ ساتھ آپ کا سینہ بھی مدینہ بن جائے گا۔

خوش نصیب اسلامی بہنیں فکرِ مدینہ کرتے ہوئے مدنی انعامات پر عمل کرتی ہیں، آپ بھی ۶۳ مدنی انعامات کا کارڈ حاصل کیجئے اور روزانہ اُسے پُر کرنے کا معمول بنایئے اور ہر مدنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنی حلقہ ذمہ دار اسلامی بہن کو جمع کروا دیجئے۔ ان شاء اللہ عزوجل! اُس کی برکت سے پابندِ سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

ہر اسلامی بہن اپنا یہ مدنی ذہن بنائے کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل!

اپنی اصلاح کیلئے مدنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کیلئے گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر کروانا ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ اسلام کی سربلندی کیلئے نیکی کی دعوتِ عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے! اللہ تعالیٰ دعوتِ اسلامی کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقی عطا فرمائے!

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

* * *

رجب المرجب کے فضائل و برکات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
لَصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

فضیلت دورد پاک

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا اُستاذ جو بہت بڑا عالم تھا، اُسے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ اُس نے سر پر مجوسیوں والی ٹوپی پہنی ہوئی ہے۔ اِس کا سبب پوچھا تو اُس نے جواب دیا: جب کبھی امام الانبیاء سیّدنا محمد مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء کا نام مبارک آتا، میں درود شریف نہ پڑھتا تھا، اِس گناہ کی نحوست کے سبب مجھ سے معرفت اور ایمان سلب کرلیا گیا۔

(بُرے خاتمے کے اسباب، ص ۱، بحوالہ سبع سنابل)

اللہ عزوجل ہمارا ایمان سلامت رکھے اور ہمیں ہر آن مکّی مدنی سلطان، رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کا بیان کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

اے دینِ حق کے راہبر تم پر سلام ہر دم میرے شفیعِ محشر تم پر سلام ہر دم
دُنیا و آخرت میں جب میں رہوں سلامت پیارے پڑھوں نہ کیونکر تم پر سلام ہر دم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْبِ: صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

رجب کے ابتدائی تین روزوں کی فضیلت

رجب المرجب کی قدر دانو! تعلیم و تعلم اور کسبِ حلال میں رکاوٹ نہ ہو، ماں باپ بھی منع نہ کریں تو جلدی جلدی اور بہت جلدی مسلسل تین ماہ کے یا جس سے جتنے بن پڑیں اتنے روزوں کیلئے کمربستہ ہو جائے، سحری اور افطار میں کم کھا کر پیٹ کو قفل مدینہ بھی لگائے، کاش ہر گھر میں اور میرے جملہ مدارس المدینہ اور تمام جامعۃ المدینہ میں روزوں کی بہاریں آ جائیں، بس پہلی رجب شریف سے ہی روزوں کا آغاز فرما دیجئے، رجب کے ابتدائی تین روزوں کے فضائل کی بھی کیا بات ہے! حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے چین دلوں کے چین، رحمتِ دارین، تاجدار حرمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: رجب کے پہلے دن کا روزہ تین سال کا کفارہ ہے اور دوسرے دن کا روزہ دو سالوں کا اور تیسرے دن کا ایک سال کا کفارہ ہے، پھر ہر دن کا روزہ ایک ماہ کا کفارہ ہے!

(الجامع الصغیر، ص ۳۱۱، حدیث: ۵۰۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میں گنہگار گناہوں کے سوا کیا لاتا نیکیاں ہوتی ہیں سرکار نکوکار کے پاس

نفلی روزوں کی بھی کیا خوب بہاریں ہیں، اس ضمن میں دو احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے!

(۱) فرشتے دُعائے مغفرت کرتے ہیں

حضرت سیدنا ام عمارہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سراپا برکت میں کھانا پیش کیا تو ارشاد فرمایا: تم بھی کھاؤ، میں نے عرض کیا: میں روزے سے ہوں، تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک روزہ دار

کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے، فرشتے اس روزے دار کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان ج ۵ ص ۱۸۱، حدیث: ۳۴۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) روزہ دار کی ہڈیاں کب تسبیح کرتی ہیں!

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، نبی اکرم رحمتِ عالم رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت معظم میں حاضر ہوئے، اُس وقت حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ناشتہ کر رہے تھے، فرمایا: اے بلال! ناشتہ کرلو، عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! میں روزہ دار ہوں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: ہم اپنی روزی کھا رہے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں بڑھ رہا ہے، اے بلال! کیا تمہیں خبر ہے کہ جب تک روزے دار کے سامنے کچھ کھایا جائے تب تک اُس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں، اسے فرشتے دعائیں دیتے ہیں۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۲۹۷، حدیث: ۳۵۸۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میری پیاری اسلامی بہنو! مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا کھاتے میں، کوئی آجائے تو اُسے بھی کھانے کیلئے بلانا سنت ہے، مگر دلی ارادہ سے بُلائے، جھوٹی تواضع نہ کرے اور آنے والا بھی جھوٹ بول کر یہ نہ کہے کہ مجھے خواہش نہیں، تاکہ بھوک اور جھوٹ کا اجتماع نہ ہو جائے، بلکہ اگر نہ کھانا چاہے یا کھانا کم دیکھے تو کہہ دے: "بَارَكَ اللّٰهُ" یعنی اللہ عزوجل برکت دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اپنی عبادت نہیں چھپانی چاہئیں، بلکہ ظاہر کر دی جائیں تاکہ حضور پرنور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس پر گواہ بن جائیں، یہ اظہارِ ریاء نہیں (حضرت سیدنا بلال کے روزے کا سن کر جو کچھ فرمایا گیا، اُس کی شرح یہ ہے) یعنی

آج کی روزی ہم تو اپنی یہیں کھائے لیتے ہیں اور حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے عوض جنت میں کھائیں گے وہ عوض (یعنی بدلہ) اس سے بہتر بھی ہوگا اور زیادہ بھی۔ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے، واقعی اُس وقت روزہ دار کی ہر ہڈی و جوڑ بلکہ رگ رگ تسبیح (یعنی اللہ عزوجل کی پاکی) کرتی ہے جس کا روزہ دار کو پتا نہیں ہوتا مگر سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے ہیں، یہ تسبیح اگرچہ بغیر اختیار ہے مگر اس پر ثواب بے شمار، جب سبزہ کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ جاتا ہے تو ان ہڈیوں کی تسبیح سے خود روزہ دار بلکہ اس کے پاس بیٹھنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ (مرأۃ ج ۳ ص ۲۰۲)

مطالعہ کرلیا ہو تب بھی دونوں رسالے کفن کی واپسی مع رجب کی بہاریں اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہینہ کا پڑھ لیجئے، نیز ہر سال شعبان المعظم میں فیضانِ سنت کا باب فیضانِ رمضان بھی ضرور پڑھ لیا کریں، ہو سکے تو عید معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے ۱۲۷، یا ۲۷ رسالے یا حسبِ توفیق فیضانِ رمضان بھی تقسیم فرمایئے اور ڈھیروں ڈھیر ثواب کمایئے۔ تمام اسلامی بھائیوں، بہنوں سے بالعموم جامعات المدینہ اور مدارس المدینہ کے جملہ قاری صاحبان، اساتذہ، ناظمین اور طلبہ کی خدمتوں میں بالخصوص تڑپتی ہوئی مدنی عرض ہے کہ برائے کرم! (میرے جیتے جی اور مرنے کے بعد بھی) زکوٰۃ، فطرہ، قربانی کی کھالیں اور دیگر عطیات جمع کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کیجئے (اسلامی بہنیں دیگر اسلامی بہنوں اور محارم کو ترغیب دلائیں) خدا کی قسم! مجھے اُن اساتذہ اور طلبہ کے بارے میں سن کر بہت خوشی ہوئی ہے، جو اپنے گاؤں یا شہر میں جانے کی خواہش کو قربان کر کے رمضان المبارک جامعات میں گزارتے اور اپنی مجلس کی ہدایات کے مطابق چندے کے بستوں پر ذمہ داریاں سنبھالتے ہیں جو اساتذہ اور طلبہ بغیر کسی عذر کے محض سستی یا غفلت کے باعث عدم دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں ان کی وجہ سے میرا دل روتا ہے۔ (آہ! جیتے جی یہ حال ہے

توسگِ مدینہ کے مرنے کے بعد کیا بنے گا؟)

یا اللہ عزوجل! رمضان المبارک میں چندے اور بقر عید میں کھالوں کیلئے کوشش کر کے جو عاشقانِ رسول میرا دل خوش کرتے ہیں تو ان سے ہمیشہ کیلئے خوش ہو جا اور ان کے صدقے مجھ پاپی و بدکار گنہگاروں کے سردار سے بھی سدا کیلئے راضی ہو جا' یا اللہ عزوجل! جو اسلامی بھائی اور اسلامی بہن (عذر نہ ہونے کی صورت میں) ہر سال تین ماہ کے روزے رکھنے اور ہر برس جمادی الآخر میں رسالہ کفن کی واپسی اور رجب المرجب میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہینہ اور شعبان المعظم میں فیضانِ رمضان (مکمل) پڑھ یا سُن لینے کی سعادت حاصل کریں' مجھے اُس دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرما اور ہمیں بے حساب بخش کر جنت الفردوس میں اپنے مدنی حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں اکٹھا رکھ۔

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

جشنِ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دعوتِ اسلامی کی طرف سے رجب المرجب کی ۲۷ ویں شب جشنِ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں ہونے والے اجتماع ذکر و نعت میں تمام اسلامی بہنیں از ابتداء تا انتہاء شرکت فرمایا کیجئے' نیز ۲۷ رجب شریف کا روزہ رکھ کر ۶۰ ماہ کے روزوں کے ثواب کی مقدار بنئے۔

رجب کی بہاروں کا صدقہ بنا دے
ہمیں عاشقِ مصطفٰے یا الٰہی!

آنکھوں کی حفاظت کیلئے

پانچوں وقت نماز کے بعد سیدھا ہاتھ پیشانی پر رکھ کر "یا نور" گیارہ مرتبہ ایک سانس میں پڑھے اور دونوں ہاتھوں کی تمام انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیجئے۔

ان شاء اللہ عزوجل! نابینائی، خاطر کی کمزوری اور آنکھوں کے جملہ امراض سے تحفظ حاصل ہوگا، اللہ عزوجل کی رحمت سے اندھاپن بھی دور ہوسکتا ہے۔

کفن کی واپسی

بصرہ کی ایک بی بی نے بوقت وفات اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ مجھے اُس کپڑے کا کفن پہنانا جسے، پہن کر میں رجب المرجب میں عبادت کیا کرتی تھی، بعد از انتقال بیٹے نے کسی اور کپڑے میں دفنا دیا، جب قبرستان سے گھر آیا تو یہ دیکھ کر حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ اُس نے جو کفن دیا تھا وہ گھر میں موجود ہے اور مصیبت کہ وہ کپڑے اپنی جگہ سے غائب تھے، اتنے میں غیب سے آواز آئی: اپنا کفن واپس لے لو، ہم نے اُس کو اُسی کفن میں کفنایا ہے (جس کی اُس نے وصیت کی تھی) جو رجب کے روزے رکھتا ہے ہم اُس کو اُسکی قبر میں غمگین نہیں رہنے دیتے۔

(نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ مکتبۃ القدس، کوئٹہ)

رجب کی بہاریں

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مکاشفۃ القلوب میں فرماتے ہیں: رجب دراصل "ترجیب" سے مشتق (یعنی نکلا) ہے، اس کے معنی ہیں: "تعظیم کرنا" اس کو "الاحب" (یعنی سب سے تیز بہاؤ) بھی کہتے ہیں، اس لئے اس ماہ مبارک میں توبہ کرنے والوں پر رحمت کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے اور عبادت کرنے والوں پر قبولیت کے انوار کا فیضان ہوتا ہے، اسے "الاصم" (یعنی سب سے زیادہ بہرا) بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں جنگ وجدل کی آواز بالکل سنائی نہیں دیتی، اسے رجب بھی کہا جاتا ہے کہ جنت کی ایک نہر کا نام رجب ہے، جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے، اس نہر سے وہی پیئے گا جو رجب کے مہینے میں روزے رکھے گا۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت) غنیۃ الطالبین میں

ہے کہ اس ماہ کو ''شہر رجم'' بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں شیطانوں کو رجم یعنی [illegible] سنگسار کیا جاتا ہے تا کہ وہ مسلمانوں کو ایذاء نہ دیں، اس ماہ کو ''اصم '' (یعنی خوب بہرا) بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس ماہ میں کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے کے بارے میں نہیں سنا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کو ہر مہینے میں عذاب دیا اور اس ماہ میں کسی قوم کو عذاب نہ دیا۔

(غنیۃ الطالبین ص ۲۲۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

رجب کے تین حروف

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! ماہ رجب المرجب کی بہاروں کی تو کیا بات ہے! مکاشفۃ القلوب میں ہے: بزرگانِ دین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: رجب میں تین حروف ہیں: ر، ج، ب۔ ر سے مراد رحمت الٰہی عزوجل، ج سے مراد بندے کے جرم، ب سے مراد بر یعنی احسان و بھلائی'' گویا اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے بندے کے جرم کو میری رحمت اور بھلائی کے درمیان کرو۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۱)

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا   پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تجویز   لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

بیج بونے کا مہینہ

حضرت سیدنا علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رجب المرجب بیج بونے کا، شعبان المعظم آبپاشی کا اور رمضان المبارک فصل کاٹنے کا مہینہ ہے، لہٰذا جو رجب المرجب میں عبادت کا بیج نہیں بوتا، شعبان المعظم میں آنسوؤں سے سیراب نہیں کرتا، وہ رمضان المبارک میں فصلِ رحمت کیوں کر کاٹ سکے گا۔ مزید فرماتے ہیں: رجب المرجب جسم کو، شعبان المعظم دل کو اور رمضان المبارک روح کو پاک کرتا ہے۔

(نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۵۵)

جنتی نہر

میری پیاری اسلامی بہنو! حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب عزوجل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ غیب نشان ہے: بے شک جنت میں ایک نہر جس کا نام رجب ہے، اُس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، جو ماہِ رجب میں ایک روزہ رکھے گا، اللہ عزوجل اُسے اِس نہر سے سیراب فرمائے گا۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۶۸، رقم الحدیث: ۳۸۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عظیم الشان جنتی محل

تابعی بزرگ سیدنا ابوقلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رجب کے روزے داروں کیلئے جنت میں ایک عظیم الشان محل ہے۔

(لطائف المعارف ابن رجب حنبلی، ص ۲۲۸، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت)

پانچ بابرکت راتیں

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ عظیم ہے: پانچ راتیں ایسی ہیں جس میں دعا ردّ نہیں کی جاتی: (۱) رجب کی پہلی رات (۲) پندرہ شعبان (۳) جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات (۴) عید الفطر کی رات (۵) عید الاضحیٰ کی رات۔

(الجامع الصغیر ص ۲۴۱، رقم الحدیث: ۳۹۵۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میری اسلامی بہنو! حضرت سیدنا خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں جو ان کی تصدیق کرتے ہوئے بہ نیتِ ثواب ان کو عبادت میں گزارے تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا: (۱) رجب کی پہلی رات کہ اس رات میں عبادت کرے اور اس کے دن میں روزہ رکھے (۲، ۳) عیدین

(یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتیں کہ ان راتوں میں عبادت کرے اور دن میں روزہ نہ رکھے (عیدین کے دن روزہ رکھنا ناجائز ہے) (۴) شعبان کی پندرھویں رات کہ اس رات میں عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے (۵) شبِ عاشورہ (یعنی محرم الحرام کی دسویں شب) کہ اس رات میں عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۲۳۶، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت)

پہلا روزہ تین سال کے گناہوں کا کفارہ

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے چین دلوں کے چین، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: رجب کے پہلے دن کا روزہ تین سال کا کفارہ ہے اور دوسرے دن کا روزہ دو سالوں کا اور تیسرے دن کا ایک سال کا کفارہ ہے، پھر ہر دن کا روزہ ایک ماہ کا کفارہ ہے۔

(الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۵۰۵۱، ص ۳۱۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

رحمتیں لوٹ لو!

حضرت سیدنا عثمان بن مطر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، پروردگار عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: رجب بہت عظمت والا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ اس ماہ میں نیکیاں دگنی کر دیتا ہے جس نے رجب کا ایک روزہ رکھا، گویا اُس نے ایک سال کے روزے رکھے اور جس نے رجب کے سات روزے رکھے تو دوزخ کے ساتوں دروازے اُس پر بند کر دیئے جائیں گے اور اگر کسی نے آٹھ روزے رکھے تو اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جو دس روزے رکھے تو اللہ عزوجل سے جس چیز کو مانگے وہ اسے عطا کرے گا اور جو پندرہ روزے رکھے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے: تمہارے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے، اب اپنے اعمال دوبارہ شروع کرو اور جو اس سے بھی زائد

روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس پر مزید کرم فرمائے گا اور ماہ رجب ہی میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار کروایا تو نوح علیہ السلام نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنے ہم نشینوں کو بھی روز رکھنے کا حکم دیا۔

(طبرانی کبیر ج۶ ص۶۹، رقم الحدیث: ۵۵۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ایک روزے کی فضیلت

میری پیاری اسلامی بہنو! محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی نقل کرتے ہیں کہ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ باقرینہ ہے: ماہ رجب حرمت والے مہینوں میں سے ہے اور چھٹے آسمان کے دروازے پر اس مہینے کے دن لکھے ہوئے ہیں، اگر کوئی شخص رجب میں ایک روزہ رکھے اور اُسے پرہیز گاری سے پورا کرے تو وہ روزہ اور وہ دن (روزہ والا) اس بندے کیلئے اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کریں گے اور عرض کریں گے: یا اللہ عزوجل! اس بندے کو بخش دے اور اگر وہ شخص بغیر پرہیز گاری کے روزہ گزارتا ہے تو پھر وہ روزہ اور دن اُس کی بخشش کی درخواست نہیں کریں گے اور اُس شخص سے کہتے ہیں: اے بندے! تیرے نفس نے تجھے دھوکا دیا۔ (ماثبت بالسنۃ ص۳۴۲) معلوم ہوا کہ روزہ سے مقصود صرف بھوک پیاس نہیں، تمام اعضا کو گناہوں سے بچانا بھی ضروری ہے، اگر روزہ رکھنے کے باوجود بھی گناہوں کا سلسلہ جاری رہا تو پھر سخت محرومی ہے۔

۲۷ویں کا روزہ دس برس کے گناہوں کا کفارہ

امام اہل سنت مجدد دین وملت، پروانہ شمعِ رسالت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں کہ فوائدِ نہاد میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ستائیس رجب کو مجھے نبوت عطا ہوئی جو اس دن کا روزہ رکھے اور افطار کے وقت دعا کرے، دس برس کے گناہوں

کا کفارہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۶۵۸، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

ساٹھ مہینوں کا ثواب

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ اُس کیلئے ساٹھ مہینوں (پانچ سال) کے روزوں کا ثواب لکھے گا اور یہ وہ دن ہے جس میں جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام، محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے پیغمبری لے کر نازل ہوئے۔ (تنزیہ الشریعۃ ج ۲ ص ۱۶۱، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، مصر)

سو سال کے روزے کا ثواب

میری پیاری بہنو! حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے: رجب میں ایک دن اور رات ہے جو اُس دن روزہ رکھے اور رات کو قیام (عبادت) کرے تو گویا اُس نے سو سال کے روزہ رکھے اور یہ رجب کی ستائیس تاریخ ہے، اسی دن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل نے مبعوث فرمایا۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۷۴، رقم الحدیث: ۳۸۱۱)

حاجت روائی کی فضیلت!

حضرت سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو ماہ رجب میں کسی مسلمان کی پریشانی دور کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں ایک ایسا محل عطا فرمائے گا جو حد نظر تک وسیع ہوگا، تم رجب کا اکرام کرو، اللہ تعالیٰ تمہارا ہزار کرامتوں کے ساتھ اکرام فرمائے گا۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۳۴)

دعا قبول ہونے کا نسخہ!

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیوں کے سالارِ بے

کسوں کے مددگار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان مُشکبار ہے: رجب میں ایک رات ہے کہ اس میں نیک عمل کرنے والے کو سو برس کی نیکیوں کا ثواب ہے اور وہ رجب کی ستائیسویں شب ہے جو اس میں بارہ رکعت پڑھے، ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور ایک سورت ہر دو رکعت پر التحیات اور آخر میں سلام پھیرنے کے بعد سو بار ''سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ'' سو بار استغفار اور سو بار درود پاک پڑھے اور اپنی دنیا وآخرت سے جس چیز کی چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی سب دعائیں قبول فرمائے گا، سوائے اس دعا کے جو گناہ کیلئے ہو۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۷۴، رقم الحدیث: ۳۸۱۲)

میری اسلامی بہنو! اللہ عزوجل کے نزدیک چار مہینے خصوصیت کے ساتھ حرمت والے ہیں، چنانچہ سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

> اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۝

(سورہ توبہ، پ ۱۰، آیت: ۳۶)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ عزوجل پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

آیت بالا میں قمری مہینوں کا ذکر ہے جن کا حساب چاند سے ہوتا ہے، احکامِ شرع

کی بنا بھی قمری مہینوں پر ہے مثلاً رمضان المبارک کے روزے، زکوٰۃ، مناسکِ حج شریف وغیرہ، نیز اسلامی تہوار مثلاً عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، عید الفطر، عید الاضحیٰ، شب معراج، شب برأت، گیارہویں شریف، اعراسِ بزرگانِ دین رحمہم اللہ وغیرہ بھی قمری مہینوں کے حساب سے منائے جاتے ہیں، افسوس! آج کل جہاں مسلمان بے شمار سنتوں سے دور جاپڑا ہے، وہاں اسلامی تاریخوں سے بالکل ناآشنا ہوتا جارہا ہے، غالباً ایک لاکھ مسلمانوں کے اجتماع میں اکثر سوال کیا جائے کہ بتاؤ! آج کس ہجری سن کے کون سے مہینے کی کتنی تاریخ ہے؟ تو شاید بمشکل سو مسلمان ایسے ہوں گے جو صحیح جواب دے سکیں گے، آیت گزشتہ کے تحت حضرت سیدنا صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: (چار حرمت والے مہینوں سے مراد) تین متصل (یعنی یکے بعد دیگرے) ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک جدا رجب، عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی ان میں قتال (یعنی جنگ) حرام جانتے تھے، اسلام میں ان مہینوں کی حرمت وعظمت اور زیادہ ہوگئی۔

ایمان افروز حکایت

حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کا واقعہ ہے کہ اک شخص مدت سے کسی عورت پر عاشق تھا، ایک بار اُس نے اپنی معشوقہ پر قابو پالیا، لوگوں کی ہلچل سے اُس نے اندازہ لگایا کہ لوگ چاند دیکھ رہے ہیں، اُس نے اُس عورت سے پوچھا: لوگ کس ماہ کا چاند دیکھ رہے ہیں؟ اُس نے کہا: رجب کا، یہ شخص حالانکہ کافر تھا مگر رجب شریف کا نام سنتے ہی تعظیماً فوراً الگ ہوگیا اور زنا سے باز رہا۔ حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا کہ ہمارے فلاں بندے کی زیارت کو جاؤ! آپ تشریف لے گئے اور اللہ عزوجل کا حکم اور اپنی تشریف آوری کا سبب ارشاد فرمایا، یہ سنتے ہی اُس کا دل نور اسلام سے جگمگا اُٹھا اور اُس نے

فوراً اسلام قبول کرلیا۔ (انیس الواعظین ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبہ عربیہ، کوئٹہ)

میری اسلامی بہنو! دیکھی آپ نے رجب کی بہاریں! رجب المرجب کی تعظیم کر کے ایک کافر کو ایمان کی دولت نصیب ہوگئی تو جو مسلمان ہو کر رجب المرجب کا احترام کرگیا اُس کو نہ جانے کیا کیا انعام ملے گا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ رجب شریف کا خوب احترام کیا کریں، قرآن پاک میں بھی حرمت والے مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے روکا گیا ہے۔

نور العرفان میں: ''فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ'' تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو، کے تحت ہے یعنی خصوصیت سے ان چار مہینوں میں گناہ نہ کرو کہ ان میں گناہ کرنا اپنے اوپر ظلم ہے، یا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

دو سال کا ثواب

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیوں کے سالار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مشکبار ہے: جس نے ماہِ حرام میں تین دن جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھا اس کیلئے دو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۳۸، رقم الحدیث ۵۱۵۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

یہاں ماہِ حرام سے مراد یہی چار ماہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب ہیں، چاروں مہینوں میں سے جس ماہ میں بھی ان تین دنوں کا روزہ رکھ لیں گے تو ان شاء اللہ عزوجل دو سال کی عبادت کا ثواب پائیں گے۔

تیرے کرم سے اے کریم! مجھے کون شے ملی نہیں
جھولی ہی میری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

نورانی پہاڑ

ایک بار حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ایک

جگمگاتے نورانی پہاڑ پر ہوا، آپ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی عزوجل میں عرض کی: یا اللہ عزوجل! اس پہاڑ کو قوتِ گویائی عطا فرما، وہ پہاڑ بول پڑا: یا روح اللہ! علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اپنا حال بیان کرنا؟ پہاڑ بولا: میرے اندر ایک آدمی رہتا ہے، سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں عرض کی: یا اللہ عزوجل! اُس کو مجھ پر ظاہر فرمادے، یکایک پہاڑ شق ہوگیا اور اُس میں سے چاند سا چہرہ چمکاتے ہوئے ایک بزرگ برآمد ہوئے، اُنہوں نے عرض کیا: میں حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی ہوں، میں نے اللہ عزوجل سے یہ دعا کی ہوئی ہے کہ وہ مجھے اپنے پیارے محبوب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ تک زندہ رکھے تاکہ میں اُن کی زیارت بھی کروں اور ان کا اُمتی بننے کا شرف بھی حاصل کروں، الحمد للہ عزوجل! میں اس پہاڑ میں چھ سو سال سے اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول ہوں۔ حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: یا اللہ عزوجل! کیا روئے زمین پر کوئی بندہ اس شخص سے بڑھ کر بھی تیرے یہاں مکرم ہے؟ ارشاد ہوا: اے عیسیٰ علیہ السلام! اُمت محمدی میں سے جو ماہِ رجب کا ایک روزہ رکھ لے وہ میرے نزدیک اس سے بھی زیادہ مکرم ہے۔ (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۵۵)

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اگر آپ رضائے الٰہی پانا چاہتی ہیں تو دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جایئے، اپنے حلقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے سنّتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے۔ ان شاء اللہ اس کی برکت سے آپ کا سینہ مدینہ بن جائے گا۔

الحمد للہ! دعوتِ اسلامی کے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور

سکھائی جاتی ہیں، خوش نصیب اسلامی بہنیں گھر گھر نیکی کی دعوت کی دھومیں مچا رہی ہیں، آپ بھی نیکی کی دعوتِ عام کرنے میں لگ جایئے، سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنایئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی خاتونِ جنّت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نورانی سیرت اپنایئے اور دونوں جہانوں میں عزت پایئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عبادت و ریاضت میں مصروف رکھے اور اخلاص کے ساتھ اعمالِ صالحہ پر کاربند رکھے۔

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

* * *

ماہِ شعبان المعظم کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

پیاری پیاری اسلامی بہنو!

نگاہیں نیچی کئے، توجہ کے ساتھ بیان سماعت فرمائیں۔ ہو سکے تو دوزانو بیٹھ جائیں، پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھیں، خاموشی کے ساتھ الفاظِ بیان پر غور کرتی جائیں، نہ کہ لاپرواہی کے ساتھ بیان سننے سے اس کی برکتیں زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔

فضیلت دورد پاک

حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مالدار شخص تھا، جس کے اعمال اچھے نہ تھے مگر اُسے دُرود شریف پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اُٹھتے بیٹھتے دُرود شریف پڑھتا رہتا۔

جب اُس کی موت کا وقت قریب آیا تو بداعمالیوں کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا اور اس قدر خوفناک ہو گیا کہ جو کوئی بھی دیکھتا، خوفزدہ ہو جاتا۔ اس بے کسی کے

عالم میں اُس نے شہنشاہِ بحر و بر، حبیب ربّ اکبر، شفیعِ روزِ محشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کی: یا حبیب اللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ پر کثرت سے درود و سلام پڑھتا ہوں، آقا! میری خبر لیجئے! مجھ پر کیا بیت رہی ہے؟

ابھی اُس نے یہی عرض کیا تھا کہ اچانک آسمان سے ایک سفید پرندہ

سبز پرچہ

میری پیاری اسلامی بہنو! امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ شعبان المعظم کی پندرہویں شب عبادت میں مصروف تھے، سر اُٹھایا تو ایک سبز پرچہ ملا، جس کا نور آسمان تک پھیلا ہوا تھا، اُس پر لکھا تھا: ”**ھذہ براءۃ من النار من الملك العزیز لعبدہ عمر بن عبد العزیز** “یعنی خدائے مالک و غالب اللہ عزوجل کی طرف سے یہ جہنم کی آگ سے برأت نامہ ہے جو اُس کے بندے عمر بن عبد العزیز کو عطا ہوا ہے۔ سبحان اللہ عزوجل!

(تفسیر روح البیان ج۸ ص۴۰۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس حکایت میں جہاں امیر المؤمنین سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت کا اظہار ہے، وہیں شبِ برأت کی عظمت و شرافت کا ظہور بھی ہے۔ الحمد للہ عزوجل! یہ مبارک شب جہنم کی بھڑکتی آگ سے برأت (یعنی چھٹکارا) پانے کی رات ہے، اسی لئے اس رات کو شبِ برأت کہا جاتا ہے۔

یہ عظیم رات ہی کیا بلکہ سارے کا سارا شعبان ہی برکتوں اور رحمتوں کی کان ہے، اس کی عظمت و شان کے بیان کیلئے تو اتنا ہی کافی ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مہینہ

میری پیاری اسلامی بہنو! رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شعبان کے بارے میں فرمانِ مکرم ہے:

شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

(الجامع الصغیر، رقم الحدیث: ۴۸۸۹، ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شعبان کی تجلیات و برکات

لفظ شعبان میں پانچ حروف ہیں: ش، ع، ب، ا، ن۔ سیدنا غوثِ اعظم محبوبِ سبحانی، قندیل نورانی، شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ الربانی نقل فرماتے ہیں: ش سے مراد شرف یعنی بزرگی، ع سے مراد علو یعنی بلندی، ب سے مراد بِر یعنی بھلائی واحسان، ا سے مراد اُلفت اور ن سے مراد نور ہے تو یہ تمام اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس مہینے میں عطا فرماتا ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں نیکیوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، برکات کا نزول ہوتا ہے، خطائیں ترک کر دی جاتی ہیں اور گناہوں کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے اور خیر البریہ سید الوریٰ جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پاک کی کثرت کی جاتی ہے اور یہ نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنے کا مہینہ ہے۔

(غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جذبہ

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ماہِ شعبان کا چاند نظر آتے ہی صحابہ کرام علیہم الرضوان تلاوتِ قرآن پاک میں مشغول ہو جاتے، اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالتے، تاکہ کمزور و مسکین لوگ ماہِ رمضان کے روزوں کیلئے تیاری کر سکیں، حکام قیدیوں کو طلب کر کے جس پر حد (سزا) قائم کرنا ہوتی، اُس پر حد قائم کرتے، بقیہ کو آزاد کر دیتے، تاجر اپنے قرضے ادا کر دیتے، دوسروں سے اپنے قرضے وصول کر لیتے (یوں ماہ رمضان المبارک کا چاند نظر آنے سے قبل ہی اپنے آپ کو فارغ کر لیتے) اور رمضان شریف کا چاند نظر آتے ہی غسل کر کے اعتکاف میں بیٹھ جاتے۔

(غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۲۴۶)

موجودہ مسلمانوں کا جذبہ

میری پیاری اسلامی بہنو! سبحان اللہ عزوجل! پہلے کہ مسلمانوں کو عبادت کا کس قدر ذوق ہوتا تھا مگر افسوس! آج کل کے مسلمانوں کو زیادہ تر حصولِ مال ہی کا شوق ہے، پہلے کے مدنی سوچ رکھنے والے مسلمان متبرک ایام میں ربُّ الانام عزوجل کی زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اُس کا قرب حاصل کرنے کی کوششیں کرتے تھے اور آج کل کے مسلمان مبارک ایام خصوصاً ماہِ رمضان المبارک میں دنیا کی ذلیل دولت کمانے کی نئی نئی ترکیبیں سوچتے ہیں، اللہ عزوجل اپنے بندوں پر مہربان ہو کر نیکیوں کا اَجر و ثواب خوب بڑھا دیتا ہے لیکن بدنصیب لوگ رمضان المبارک میں اپنی اشیاء کا بھاؤ بڑھا کر اپنے ہی مسلمان بھائیوں میں لوٹ مچا دیتے ہیں۔

اے خاصِ خاصان رُسل وقتِ دعا ہے   اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ اُمت کے نگہبان   بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

میری اسلامی بہنو! ہمارے دلوں کو چین سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ماہِ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنا پسند فرماتے۔

نفلی روزوں کا پسندیدہ مہینہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا: میرے سرتاج صاحبِ معراج اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پسندیدہ مہینہ شعبان المعظم تھا کہ اس میں روزے رکھا کرتے، پھر اسے رمضان المبارک سے ملا دیتے تھے۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۹، رقم الحدیث: ۲۴۳۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں دیکھتا ہوں کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شعبان میں روزے رکھتے ہیں، اِس طرح کسی بھی مہینے میں نہیں رکھتے، فرمایا: رجب اور رمضان کے بیچ میں یہ مہینہ ہے، لوگ اس سے غافل ہیں، اس میں لوگوں کے اعمال اللہ رب العالمین عزوجل کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور مجھے یہ محبوب ہے کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(نسائی رقم الحدیث: ۲۳۵۳، ج ۴ ص ۲۰۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہ رکھا کرتے، بلکہ پورے شعبان ہی کے روزے رکھ لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو کہ اللہ عزوجل اُس وقت بھی اپنا فضل نہیں روکتا جب تک تم اُکتا نہ جاؤ۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۹۸، رقم الحدیث: ۱۹۷۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

پورے شعبان کے روزے رکھنا سنت ہے

میٹھی اسلامی بہنو! پورے شعبان المعظم کے روزے رکھنا سنتِ مبارکہ ہے، جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں گزرا، اس لئے ہو سکے تو ہر سال ورنہ زندگی میں کم از کم ایک بار پورے ماہ شعبان المعظم کے روزے رکھ کر اس سنت پر بھی عمل کر لینا چاہئے۔

مرنے والوں کے نام

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا سب مہینوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک زیادہ پسندیدہ شعبان کے روزے رکھنا ہے؟ تو محبوبِ رب العباد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اس سال مرنے والی ہر جان کو لکھ دیتا ہے اور

مجھے یہ پسند ہے کہ میرا وقت رخصت آئے اور میں روزہ دار ہوں۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۴ ص ۲۷۷، رقم الحدیث: ۴۸۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بھلائیوں والی رات

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ عزوجل (خاص طور پر) چار راتوں میں بھلائیوں کے دروازے کھول دیتا ہے: (۱) بقرعید کی رات (۲) عید الفطر کی رات (۳) شعبان کی پندرہویں رات کہ اس رات میں مرنے والوں کے نام اور لوگوں کا رزق اور (اس سال) حج کرنے والوں کے نام لکھتے جاتے ہیں (۴) عرفہ (نو ذوالحجہ) کی رات اذان (فجر) تک۔ (الدر المنثور ج ۷ ص ۴۰۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

نازک فیصلے

میری پیاری اسلامی بہنو! پندرہ شعبان المعظم کی رات کتنی نازک ہے، نہ جانے قسمت میں کیا لکھ دیا جائے؟ آہ! بعض اوقات بندہ غفلت میں پڑا رہ جاتا ہے اور اُس کے بارے میں کچھ کا کچھ ہو چکا ہوتا ہے، چنانچہ غنیۃ الطالبین میں ہے: بہت سے کفن دُھل کر تیار رکھے ہوتے ہیں مگر کفن پہننے والے بازاروں میں گھوم پھر رہے ہوتے ہیں، بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی قبریں کھدی ہوئی تیاری ہوتی ہیں مگر اُن میں دفن ہونے والے خوشیوں میں مَست ہوتے ہیں، بہت سے لوگ ہنس رہے ہوتے ہیں حالانکہ اُن کی ہلاکت کا وقت قریب آچکا ہوتا ہے، بہت سے مکانات کی تعمیر کا کام مکمل ہونے والا ہوتا ہے مگر مالکِ مکان کی موت کا وقت قریب آچکا ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۲۵۱)

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

گناہگاروں پر کرم

سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سراپا نور، فیضِ گنجور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں مگر کافر اور عداوت والے اور رشتہ کاٹنے والے اور (ٹخنوں سے نیچے) کپڑا دکھانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کے عادی کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۸۳، رقم الحدیث ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت سیدنا امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر ابن زید رضی اللہ عنہما سے جو روایت کی، اُس میں قاتل کا بھی ذکر ہے۔

(مسند امام احمد ج ۲ ص ۵۸۹، رقم الحدیث: ۶۶۵۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

حضرت سیدنا مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں شب میں تمام زمین والوں کو بخش دیتا ہے سوائے کافر اور عداوت والے کے۔

(المتجر الرابح ص ۳۸۶، رقم الحدیث: ۷۶۹، مطبوعہ دار حضر، بیروت)

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا!

امیر المؤمنین حضرت مولیٰ مشکل کشا سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم پندرہویں شعبان المعظم کی رات اکثر باہر تشریف لاتے، ایک بار اسی طرح شبِ برأت میں باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا: ایک مرتبہ اللہ کے نبی حضرت سیدنا داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے پندرہویں شعبان کی رات آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور فرمایا: یہ وہ وقت ہے کہ اس وقت میں جس شخص نے جو

بھی دعا اللہ عزوجل سے مانگی، اُس کی مغفرت فرما دی بشرطیکہ دعا کرنے والا عشار (ظلماً ٹیکس لینے والا)، جادوگر، کاہن، نجومی (ظالم)، پولیس والا، حاکم کے سامنے چغلی کھانے والا، باجا بجانے والا نہ ہو، پھر یہ دعا کی:

اللّٰھم رب داوٗد اغفر لی من دعاك فی ھذه الملئكة اوستغفرك فیھا۔

اے اللہ عزوجل! اے داوٗد علیہ السلام کے رب! جو اس رات میں تجھ سے دعا کرے یا مغفرت طلب کرے تو اُس کو بخش دے۔

(ماثبت بالسنۃ ص ۳۵۴)

محروم لوگ!

میری اسلامی بہنو! شب براٗت بے حد اہم رات ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی قسمت میں کیا لکھ دیا گیا، لہٰذا کسی صورت میں بھی اس رات کو غفلت میں نہیں گزارنا چاہیے، اس رات خصوصیت کے ساتھ رحمتوں کی چھما چھم بارشیں ہوتی ہیں، اس مبارک رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ امتیوں کی مغفرت فرماتا ہے، کتابوں میں لکھا ہے کہ قبیلہ بنی کلب قبائل عرب میں سب سے زیادہ بکریاں پالتا تھا، آہ! کچھ بدنصیب ایسے بھی ہیں جن پر اس شب براٗت یعنی چھٹکارا پانے کی رات بھی نہ بخشے جانے کی وعید ہے، چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(۱) شراب کا عادی (۲) زنا کا عادی (۳) ماں باپ کا نافرمان (۴) قطع تعلق کرنے والا (۵) فتنہ باز (۶) چغل خور کی اس رات بخشش نہیں۔ ایک روایت میں فتنہ باز کی جگہ تصویریں بنانے والا آیا ہے۔

(مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اسی طرح کاہن، جادوگر، تکبر کے ساتھ پاجامہ یا تہبند ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والے، دو مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈلوانے والے، اور کسی مسلمان سے کینہ رکھنے والے پر بھی اس رات مغفرت کی سعادت سے محرومی کی وعید ہے، چنانچہ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ متذکرہ گناہوں میں سے اگر معاذ اللہ کسی گناہ میں ملوث ہوں تو وہ اس شب برأت کے آنے سے پہلے ہی سچی توبہ کرلیں اور تمام معاملات صاف کرلیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنے ایک ارادت مند کو مکتوب شریف روانہ کیا جس کا مضمون من وعن پیش کیا جاتا ہے:

پیام امام اہل سنت رضی اللہ عنہ

میری اسلامی بہنو! شب برأت قریب ہے، اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرتِ عزت عزوجل میں پیش ہوتے ہیں، مولا عزوجل بطفیل حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسلمانوں کے ذنوب (گناہ) معاف فرماتا ہے مگر چندان میں وہ دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں، فرماتا ہے: ان کو رہنے دو، جب تک آپس میں صلح نہ کریں، ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں یا معاف کرالیں کہ باذنِ تعالیٰ حقوق العباد سے صحائفِ اعمال (یعنی اعمال نامے) خالی ہوکر بارگاہِ عزت عزوجل میں پیش ہوں، حقوق مولیٰ تعالیٰ کیلئے توبہ صادقہ کافی ہے۔ "**التائب من الذنب کمن لا ذنب له**" (یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہیں) ایسی حالت میں باذنِ تعالیٰ ضرور اس شب میں اُمیدِ مغفرتِ تامہ ہے، بشرطِ صحتِ عقیدہ "وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ" یہ سنتِ مصالحتِ اخوان (یعنی بھائیوں میں صلح کروانا) و معاضی حقوق بحمدہٖ تعالیٰ یہاں سالہائے دراز سے جاری ہے، اُمید ہے کہ آپ بھی وہاں کے مسلمانوں میں اجراء کرکے "**من سن فی الاسلام سنة حسنة فله**

اجرھا واجر من عمل بھا الیٰ یوم القیمۃ لا ینفق من اجورھم شیء''
یعنی جو اسلام میں اچھی راہ نکالے' اُس کیلئے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کا ثواب ہمیشہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی آئے' کے مصداق اور اس فقیر کیلئے عفو و عافیت دارین کی دعا فرمائیں' فقیر آپ کے لئے دعا کرتا رہے اور کرے گا' ان شاء اللہ عزوجل سب مسلمانوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ نفاق پسند ہے' صلح و معافی سب سچے دل سے ہو۔ والسلام!

فقیر احمد رضا قادری از بریلی

پندرہ شعبان کا روزہ

میری پیاری اسلامی بہنو! حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمانِ عظیم ہے: جب پندرہ شعبان کی رات آئے تو اس میں قیام (یعنی عبادت) کرو اور دن میں روزہ رکھو' بے شک اللہ تعالیٰ غروبِ آفتاب سے آسمانِ دنیا پر خاص تجلی فرماتا اور کہتا ہے: ہے کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا کہ اُسے بخش دوں! ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اُسے روزی دوں! ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اُسے عافیت عطا کروں! ہے کوئی ایسا! اور یہ اُس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۶۰' رقم الحدیث: ۱۳۸۸' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

فائدے کی بات

شب برأت میں اعمال نامے تبدیل ہوتے ہیں' لہٰذا ممکن ہو تو چودھویں شعبان المعظم کو بھی روزہ رکھ لیا جائے تا کہ اعمال نامے کے آخری دن میں بھی روزہ ہو۔ ۱۴ شعبان کو عصر کی نماز پڑھ کر مسجد میں نفلی اعتکاف کی نیت سے ٹھہرا جائے تا کہ اعمال

نامہ تبدیل ہونے کے آخری لمحات میں مسجد کی حاضری اور اعتکاف لکھا جائے۔

مغرب کے چھ نوافل

معمولاتِ اولیائے کرام رحمہم اللہ سے ہے کہ مغرب کے فرض وسنت وغیرہ کے بعد چھ رکعت نفل دو دو رکعت کر کے ادا کیے جائیں، پہلی دو رکعتوں سے پہلے یہ نیت کریں: یا اللہ عزوجل! ان کی برکت سے درازیٔ عمر بالخیر عطا فرما! اس کے بعد دو رکعت میں یہ نیت کریں: یا اللہ عزوجل! ان کی برکت سے بلاؤں سے حفاظت فرما! اور اس کے بعد والی دو رکعتوں کیلئے یہ نیت کریں: یا اللہ عزوجل! ان کی برکت سے اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کر! ہر دو رکعت کے بعد اکیس بار ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' (پوری سورت) یا ایک بار سورۂ یٰسین شریف پڑھیں بلکہ ہو سکے تو دونوں ہی پڑھ لیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک اسلامی بہن یٰسین شریف بلند آواز سے پڑھیں اور دوسرے خاموشی سے سنیں، اس میں یہ خیال رکھیں کہ دُوسرا اس دوران زبان سے یٰسین شریف بلکہ کچھ بھی نہ پڑھے، ان شاء اللہ عزوجل! رات شروع ہوتے ہی ثواب کا انبار لگ جائے گا، ہر بار یٰسین شریف کے بعد دعائے نصف شعبان بھی پڑھیں۔

سال بھر جادو سے حفاظت

شعبان المعظم کی پندرہویں رات بیری (یعنی بیر کے درخت) کے سات پتے پانی میں جوش دے کر (جب نہانے کے قابل ہو جائے تو) غسل کریں، ان شاء اللہ العزیز عزوجل! تمام سال جادو کے اثر سے محفوظ رہیں گے۔

(اسلامی زندگی ص ۱۱۳، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

شب برأت اور قبروں کی زیارت

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات سرورِ کائنات شاہِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا تو بقیعِ پاک میں مجھے

مل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہیں اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہاری حق تلفی کریں گے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں نے خیال کیا تھا کہ شاید آپ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے، تو آقائے دو جہان، رحمتِ عالمیان، مدینے کے سلطان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات آسمانِ دنیا پر تجلی فرماتا ہے، پس قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ گنہگاروں کو بخش دیتا ہے۔

(ترمذی ج ۴ ص ۱۸۳، رقم الحدیث: ۷۳۹، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

قبر پر موم بتیاں جلانا

شب برأت میں اسلامی بھائیوں کا قبرستان جانا سنت ہے (اسلامی بہنوں کو شرعاً اجازت نہیں)، قبروں پر موم بتیاں نہیں جلا سکتے، ہاں! اگر تلاوت وغیرہ کرنا ہو تو ضرورۃً اُجالا حاصل کرنے کیلئے قبر سے ہٹ کر موم بتی جلا سکتے ہیں! اسی طرح حاضرین کو خوشبو پہنچانے کی نیت سے قبر سے ہٹ کر اگر بتیاں جلانے میں حرج نہیں مزاراتِ اولیائے کرام رحمہم اللہ پر چادر چڑھانا اور اُس کے پاس چراغ جلانا جائز ہے کہ اس طرح لوگ متوجہ ہوتے اور ان کے دلوں میں عظمت پیدا ہوتی ہے اور وہ حاضر ہو کر اکتسابِ فیض کرتے ہیں، اگر اولیاء اور عوام کی قبریں یکساں رکھی جائیں تو بہت سارے دینی فوائد ختم ہو کر رہ جائیں۔

آتش بازی کا موجد کون؟

میری اسلامی بہنو! الحمد للہ عزوجل! شبِ برأت جہنم کی آگ سے برأت یعنی چھٹکارا پانے کی رات ہے مگر آج کل کے مسلمانوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے کہ وہ آگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بجائے خوف پیسے خرچ کر کے اپنے لئے آگ یعنی

آتش بازی کا سامان خریدتے ہیں اور اس طرح خوب آتش بازی چلا کر اس مقدس رات کا تقدس پامال کرتے ہیں۔ اسلامی زندگی میں حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان فرماتے ہیں: آتش بازی نمرود بادشاہ نے ایجاد کی جبکہ اس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہوگئی تو اُس کے آدمیوں نے آگ کے انار بھر کر ان میں آگ لگا کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف پھینکے۔

آتش بازی حرام ہے

افسوس! آتش بازی کی ناپاک رسم اب مسلمانوں میں زور پکڑتی جارہی ہے، مسلمانوں کروڑہا کروڑ روپیہ ہر سال آتش بازی کی نذر ہو جاتا ہے اور آئے دن یہ خبریں آتی ہیں کہ فلاں جگہ آتش بازی سے اتنے گھر جل گئے اور اتنے آدمی جل کر مر گئے وغیرہ وغیرہ، اس میں جان کا خطرہ، مال کی بربادی اور مکان میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے، پھر یہ کام اللہ عزوجل کی نافرمانی بھی ہے، حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان فرماتے ہیں: آتش بازی بنانا، بیچنا، خریدنا اور لے کر دینا، چلانا اور چلانے کے لئے دینا سب حرام ہے۔ (اسلامی زندگی ص ۶۳)

تجھ کو شعبان معظم کا خدایا واسطہ
بخش دے ربِ عزوجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میری ہر اک خطا

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اگر آپ رضائے الٰہی پانا چاہتی ہیں تو دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جایئے، اپنے حلقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے سنّتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے۔ ان شاء اللہ اس کی برکت سے آپ کا سینہ مدینہ بن جائے گا۔

الحمد للہ! دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، خوش نصیب اسلامی بہنیں گھر گھر نیکی کی دعوت کی دھومیں مچا رہی ہیں، آپ بھی نیکی کی دعوتِ عام کرنے میں لگ جایئے، سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنایئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری بیٹی خاتونِ جنّت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نورانی سیرت اپنایئے اور دونوں جہانوں میں عزت پایئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عبادت و ریاضت میں مصروف رکھے اور اخلاص کے ساتھ اعمالِ صالحہ پر کاربند رکھے۔

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

* * *

فیضانِ رمضان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰهِ

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

نگاہیں جھکائے توجہ کے ساتھ بیان سُنئے، بات چیت اور ذِکر و اذکار موقوف کر دیجئے کہ لاپرواہی کے ساتھ، اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے، لباس یا بالوں کو سہلاتے ہوئے سننے سے اس کی برکتیں زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔

فضیلت دورد پاک

اللہ کے محبوب دانائے غیوب منزہ عن العیوب عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ تقرب نشان ہے: بے شک بروزِ قیامت لوگوں میں سے قریب تر وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ دُرود بھیجے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۷، حدیث: ۴۸۴)

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْبِ: صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

پیاری اسلامی بہنو! خدائے رحمٰن عزوجل کا کروڑہا کروڑ احسان کہ اُس نے ہمیں

ماہِ رمضان جیسی عظیم الشان نعمت سے سرفراز فرمایا' ماہِ رمضان کے فیضان کے کیا کہنے! اس کی تو ہر گھڑی رحمت بھری ہے' اس مہینے میں اجر و ثواب بہت ہی بڑھ جاتا ہے' نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستّر گنا کر دیا جاتا ہے بلکہ اس مہینے میں تو روزہ دار کا سونا بھی عبادت میں شمار کیا جاتا ہے' عرش اُٹھانے والے فرشتے' روزہ داروں کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور ایک حدیث پاک کے مطابق رمضان کے روزہ دار کیلئے دریا کی مچھلیاں افطار تک دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۵' حدیث: ۶)

عبادت کا دروازہ

روزہ باطنی عبادت ہے کیوں کہ ہمارے بتائے بغیر کسی کو یہ علم نہیں ہو سکتا کہ ہمارا روزہ ہ اور اللہ عزوجل باطنی عبادت کو زیادہ پسند فرماتا ہے' ایک حدیث پاک کے مطابق روزہ عبادت کا دروازہ ہے۔ (الجامع الصغیر ص ۱۴۶' حدیث: ۲۴۱۵)

نزولِ قرآن

اس ماہ مبارک کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس میں قرآن پاک نازل فرمایا ہے' چنانچہ مقدس قرآن میں خدائے رحمٰن عزوجل کا نزولِ قرآن اور ماہ رمضان کے بارے میں فرمانِ عالیشان ہے:

> ترجمہ کنزالایمان: کہ صفات کا مہینہ جس میں قرآن اُترا لوگوں کیلئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اُتنے روزے اور دنوں میں' اللہ عزوجل تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ عزوجل کی بڑائی بولو اس پر کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔ (پ ۲' البقرہ: ۱۸۵)

رمضان کی تعریف

اس آیت مقدسہ کے ابتدائی حصہ ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ'' کے تحت مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں:

رمضان یا تو رحمٰن عزوجل کی طرح اللہ عزوجل کا نام ہے چونکہ اس مہینے میں دن رات اللہ عزوجل کی عبادت ہوتی ہے، لہٰذا اسے ''شَهْرُ رَمَضَانَ'' یعنی اللہ عزوجل کا مہینہ کہا جاتا ہے جیسے مسجد کعبہ کو اللہ عزوجل کا گھر کہتے ہیں کہ وہاں اللہ عزوجل کے ہی کام ہوتے ہیں، ایسے ہی رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے کہ اس مہینے میں اللہ عزوجل کا ہی کام ہوتے ہیں، روزہ تراویح وغیرہ تو ہیں ہی اللہ عزوجل کے مگر بحالت روزہ جو جائز نوکری اور جائز تجارت وغیرہ کی جاتی ہیں وہ بھی اللہ عزوجل کے کام قرار پاتے ہیں، اس لیے اس ماہ کا نام رمضان یعنی اللہ عزوجل کا مہینہ ہے یا یہ ''رَمْضَاءَ'' سے مشتق ہے ''رَمْضَاءَ'' موسم خریف کی بارش کو کہتے ہیں جس سے زمین دُھل جاتی ہے اور ربیع کی فصل خوب ہوتی ہے، چونکہ یہ مہینہ بھی دل کے گرد وغبار دھو دیتا ہے اور اس سے اعمال کی کھیتی ہری بھری رہتی ہے، اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں۔ ساون میں روزانہ بارشیں چاہیں اور بھادوں میں چار، پھر اَہاڑ میں ایک، اِس ایک سے کھیتیاں پک جاتی ہیں تو اسی طرح گیارہ مہینے برابر نیکیاں کی جاتی رہیں، پھر رمضان کے روزوں نے اِن نیکیوں کی کھیتی کو پکا دیا یا یہ ''رَمْض'' سے بنا، جس کے معنی ہیں: گرمی یا جلنا، چونکہ اس میں مسلمان بھوک پیاس کی تپش برداشت کرتے ہیں، یا یہ گناہوں کو جلا ڈالتا ہے، اس لئے اسے رمضان کہا جاتا ہے۔ (کنز العمال کی) آٹھویں جلد کے صفحہ نمبر دو سو سترہ پر حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس مہینے کا نام رمضان رکھا گیا ہے، یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

مہینوں کے نام کی وجہ

حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں: بعض مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مہینوں کے نام رکھے گئے تو جس موسم میں جو مہینہ تھا اُس سے اُس کا نام ہوا، جو مہینہ گرمی میں تھا اُسے رمضان کہہ دیا گیا اور جو موسم بہار میں تھا اُسے ربیع الاوّل اور جو سردی میں تھا جب پانی جم رہا تھا اُسے جمادی الاولیٰ کہا گیا، اسلام میں ہر نام کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے اور نام کام کے مطابق رکھا جاتا ہے، دوسری اصطلاحات میں یہ بات نہیں، ہمارے یہاں بڑے جاہل کا نام ''محمد فاضل'' اور بزدل کا نام ''شیر بہادر'' ہوتا ہے اور بدصورت کو ''یوسف خان'' کہتے ہیں! اسلام میں یہ عیب نہیں، رمضان بہت خوبیوں کا جامع ہے، اس لئے اس کا نام رمضان ہوا۔

(تفسیر نعیمی ج۲ ص۲۰۵)

سونے کے دروازے والا محل

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکی مدنی سلطان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان رحمت نشان ہے: جب ماہ رمضان مبارک کی پہلی رات آتی ہے تو آسمانوں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخیر رات تک بند نہیں ہوتے، جو کوئی بندہ اس ماہ مبارک کی کسی بھی رات میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ عزوجل اُس کے ہر سجدے کے عوض (یعنی بدلہ میں) اُس کیلئے پندرہ سو نیکیاں لکھتا ہے اور اُس کیلئے جنت میں سرخ یاقوت کا گھر بناتا ہے جس میں ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے پَٹ سونے کے بنے ہوں گے، جن میں یاقوت سرخ جڑے ہوں گے، بس جو کوئی ماہ رمضان کا پہلا روزہ رکھتا ہے تو اللہ عزوجل مہینے کے آخر دن تک اُس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اُس کیلئے صبح سے شام تک ستّر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، رات اور دن میں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے اُس کے

ہر سجدہ کے عوض (یعنی بدلے) اُسے (جنت میں) ایک ایک ایسا درخت عطا جاتا ہے کہ اُس کے سائے میں گھڑسوار پانچ سو برس تک چلتا رہے۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۴، حدیث: ۳۶۳۵)

سبحان اللہ عزوجل! میری اسلامی بہنو! خدائے منان وحنان عزوجل کا کس قدر عظیم احسان ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے حبیبِ ذیشان، رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طفیل ایسا ماہِ رمضان عطا فرمایا کہ اس ماہ مکرم میں جنت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں اور نیکیوں کا اجر خوب خوب بڑھ جاتا ہے، بیان کردہ حدیث کے مطابق رمضان المبارک کی راتوں میں نماز ادا کرنے والے کو ہر ایک سجدہ کے بدلے میں پندرہ سو نیکیاں عطا کی جاتی ہیں، نیز جنت کا عظیم الشان محل مزید برآں۔ اِس حدیث مبارک میں روزہ داروں کیلئے یہ بشارتِ عظمیٰ بھی موجود ہے کہ صبح تا شام ستّر ہزار فرشتے اُن کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ پیاری اسلامی بہنو! تبلیغِ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ عاشقانِ رسول کی محبت حاصل ہونے کی صورت میں ماہِ رمضان المبارک کی برکتیں لوٹنے کا بہت ذہن بنتا ہے، ورنہ بُری صحبتوں میں رہ کر اس مبارک مہینے میں بھی اکثر لوگ گناہوں میں پڑے رہتے ہیں۔ آیئے! گناہوں کے دلدل میں دھنسے ہوئے ایک فنکار کا واقعہ پڑھئے، جسے دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول نے مدنی رنگ چڑھادیا، چنانچہ:

میں فنکار تھا

اورنگی ٹاؤن (بابُ المدینہ، کراچی) کے ایک اسلامی بھائی کے بیان کا لب لباب ہے: افسوس! صد کروڑ افسوس! میں ایک فنکار تھا، میڈیکل پروگرامز اور فنکشنز کرتے ہوئے زندگی کے انمول اوقات برباد ہوئے جارہے تھے، قلب و دماغ پر غفلت کے کچھ ایسے پردے پڑے ہوئے تھے کہ نہ نماز کی توفیق تھی نہ ہی گناہوں کا

احساس، صحرائے مدینہ ٹول پلازہ، سُپر ہائی وے بابُ المدینہ، کراچی میں بابُ الاسلام سطح پر ہونے والے تین روزہ سنتوں بھرا اجتماع (۲۰۰۳۰۴۲۴) میں حاضری کیلئے ایک حصہ دار اسلامی بھائی نے انفرادی کوشش کر کے ترغیب دلائی، زہے نصیب! اُس میں شرکت کی سعادت مل گئی، تین روزہ اجتماع کے اختتام پر رقت انگیز دعا میں مجھے اپنے گناہوں پر بہت زیادہ ندامت ہوئی، میں اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا، پھوٹ پھوٹ کر رو دیا، بس رونے نے کام دکھا دیا! الحمد للہ عزوجل! مجھے دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول مل گیا اور میں نے رقص و سرود کی محفلوں سے توبہ کر لی اور مدنی قافلوں میں سفر کو اپنا معمول بنا لیا۔ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۴ء کو میں جب مدنی قافلے میں سفر پر روانہ ہو رہا تھا کہ چھوٹی ہمشیرہ کا فون آیا، بھرائی ہوئی آواز میں انہوں نے اپنے یہاں ہونے والی نابینا بچی کی ولادت کی خبر سنائی اور ساتھ ہی کہا: ڈاکٹروں نے کہہ دیا ہے کہ اس کی آنکھیں روشن نہیں ہو سکتیں! اتنا کہنے کے بعد بند ٹوٹا اور چھوٹی بہن صدمے سے بلک بلک کر رونے لگی، میں نے یہ کہہ کر ڈھارس بندھائی کہ ان شاء اللہ عزوجل مدنی قافلے میں دعا کروں گا، میں نے مدنی قافلے میں خود بھی بہت دعائیں کیں اور مدنی قافلہ والے عاشقانِ رسول سے بھی دعائیں کروائیں، جب مدنی قافلے سے پلٹا تو دوسرے ہی دن چھوٹی بہن کا مسکراتا ہوا فون آ گیا اور انہوں نے خوشی خوشی یہ خبر حرمت اثر سنائی کہ الحمد للہ عزوجل! میری نابینا بیٹی مہک کی آنکھیں روشن ہو گئی ہیں اور ڈاکٹرز تعجب کر رہے ہیں کہ یہ کیسے ہو گیا! کیوں کہ ہماری ڈاکٹری میں اس کا کوئی علاج ہی نہیں تھا، یہ بیان دیتے وقت الحمد للہ! مجھے بابُ المدینہ، کراچی میں علاقائی مشاورت کے ایک رکن کی حیثیت سے دعوتِ اسلامی کے مدنی کاموں کیلئے کوششیں کرنے کی سعادتیں حاصل ہیں۔

آفتوں سے نہ ڈر رکھ کرم پر نظر
روشن آنکھیں ملیں قافلے میں چلو

آپ کو ڈاکٹر نے گو مایوس کر
بھی دیا مت ڈریں قافلے میں چلو

میری پیاری اسلامی بہنو! دیکھا آپ نے کہ دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول کتنا پیارا ہے، اس کے دامن میں آ کر معاشرہ کے نہ جانے کتنے ہی بگڑے ہوئے افراد باکردار بن کر سنتوں بھری باعزت زندگی گزارنے لگے، نیز مدنی قافلوں کی بہاریں بھی آپ کے سامنے ہیں، جس طرح مدنی قافلوں میں سفر کی برکت سے بعضوں کی دنیوی مصیبت رخصت ہو جاتی ہے، ان شاء اللہ عزوجل! اس طرح تاجدارِ رسالت سراپا رحمت، شفیع امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے آخرت کی آفت بھی راحت میں ڈھل جائے گی۔

ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

پانچ خصوصی کرم

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رحمتِ عالمیان حبیبِ رحمٰن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذی شان ہے: میری امت کو ماہِ رمضان میں پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی علیہ السلام کو نہ ملیں:

(۱) جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزوجل ان کی طرف رحمت کی نظر فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ عزوجل نظرِ رحمت فرمائے، اُسے کبھی بھی عذاب نہ دے گا۔

(۲) شام کے وقت ان کے منہ کی بو (جو بھوک کی وجہ سے ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔

(۳) فرشتے ہر رات اور دن ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتے رہتے

ہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ جنت کو حکم فرماتا ہے: میرے (نیک) بندوں کیلئے مزین (یعنی آراستہ) ہو جا، عنقریب وہ دنیا کی مشقت سے میرے گھر اور کرم میں راحت پائیں گے۔

(۵) جب ماہِ رمضان کی آخری رات آتی ہے تو اللہ عزوجل سب کی مغفرت فرما دیتا ہے، قوم میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ لیلۃ القدر ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں! کیا تم نہیں دیکھتے کہ مزدور جب اپنے کاموں سے فارغ ہو جاتے ہیں تو انہیں اُجرت دی جاتی ہے۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۵۶، حدیث: ۷)

صغیرہ گناہوں کا کفارہ

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پُرسرور ہے: پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک اور ماہِ رمضان اگلے ماہِ رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہیں، جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔

(صحیح مسلم ص ۱۵۵، حدیث: ۲۳۳)

توبہ کا طریقہ

سبحان اللہ عزوجل! رمضان المبارک میں رحمتوں کی چھما چھم بارشیں اور گناہِ صغیرہ کے کفارے کا سامان ہو جاتا ہے، گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں، توبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو گناہ ہوا خاص اُس گناہ کا ذکر کر کے دل کی بیزاری اور آئندہ اُس سے بچنے کا عہد کر کے توبہ کرے، مثلاً جھوٹ بولا تو بارگاہِ خداوندی عزوجل میں عرض کرے: یا اللہ! میں نے یہ جھوٹ بولا اس سے توبہ کرتی ہوں اور آئندہ نہیں بولوں گی، توبہ کے دوران دل میں جھوٹ سے نفرت ہو اور آئندہ نہیں بولوں گی، کہتے

وقت دل میں یہ ارادہ بھی ہو کہ جو کچھ کہہ رہی ہو ایسا ہی کروں گی، جبھی توبہ ہے، اگر بندے کی حق تلفی کی ہے تو توبہ کے ساتھ ساتھ اُس بندے سے معاف کروانا بھی ضروری ہے۔

پیاری اسلامی بہنو! ماہ رمضان کے فضائل سے کتب احادیث مالا مال ہیں، رمضان المبارک میں اس قدر برکتیں اور رحمتیں ہیں کہ ہمارے پیارے پیارے آقا مکے مدینے والے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا:

اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا ہے تو میری اُمت تمنا کرتی کہ کاش! پورا سال رمضان ہی ہو۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۹۰، حدیث: ۱۸۸۶)

آقا کا بیان جنت نشان

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوبِ رحمٰن، سرورِ ذیشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہِ شعبانُ کے آخری دن بیان فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا برکت والا مہینہ آیا، وہ مہینہ جس میں ایک رات (ایسی بھی ہے جو) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس (ماہ مبارک) کے روزے اللہ عزوجل نے فرض کیے اور اس کی رات میں قیام تطوع (یعنی سنت) ہے جو اس میں نیکی کا کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور اس میں جس نے فرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستّر فرض ادا کیے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، اور یہ مہینہ فوائدات (یعنی غمخواری اور بھلائی) کا ہے اور اس مہینے میں مؤمن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو اس میں روزہ دار کو افطار کرانے، اُس کے گناہوں کیلئے مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کردی جائے گی اور اس افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا، بغیر اس کے کہ اُس کے اجر میں کوئی کمی ہو۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں سے ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا

جس سے روزہ افطار کرائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب (تو) اُس (شخص) کو دے گا جو ایک گھونٹ دودھ، ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کروائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پلائے کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا، یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا اوّل (یعنی ابتدائی دس دن) رحمت ہے اور اس کا اوسط (یعنی درمیانی دس دن) مغفرت ہے اور آخر (یعنی آخری دس دن) جہنم سے آزادی ہے، جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے (یعنی کام کم لے) اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرما دے گا، اس مہینے میں چار باتوں کی کثرت کرو، ان میں سے دو ایسی ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے اور بقیہ دو سے تمہیں بے نیازی نہیں، بس وہ دو باتیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کرو گے، وہ یہ ہیں: (۱) لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا (۲) استغفار کرنا بلکہ وہ دو باتیں جن سے تمہیں غنا (بے نیازی) نہیں وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرنا (۲) جہنم سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرنا۔ (صحیح ابن خزیمہ ج۳ ص ۱۸۸۷)

پیاری اسلامی بہنو! ابھی جو حدیث پاک بیان کی گئی، اس میں ماہ رمضان المبارک کی رحمتوں، برکتوں اور عظمتوں کا خوب تذکرہ ہے، اس ماہ مبارک میں کلمہ شریف زیادہ تعداد میں پڑھ کر اور بار بار استغفار یعنی خوب توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی سعی کرنی ہے اور ان دو باتوں سے تو کسی صورت میں بھی لا پرواہی نہیں ہونی چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ سے جنت میں داخلہ اور جہنم سے پناہ کی بہت زیادہ التجائیں کرنی ہیں۔

رمضان المبارک کے چار نام

اللہ اکبر عزوجل! ماہِ رمضان بھی کیا خوب فیضان ہے! مفسر شہیر حکیم الامت

حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں: اس ماہ مبارک کے کل چار نام ہیں: (۱) ماہِ رمضان (۲) ماہِ صبر (۳) ماہِ خواہشات اور (۴) ماہِ وسعت رزق۔ مزید فرماتے ہیں: روزہ صبر ہے جس کی جزا رب عزوجل ہے اور وہ اسی مہینے میں رکھا جاتا ہے' اس لئے اسے ماہِ صبر کہتے ہیں' خواہشات کے معنی ہیں: بھلائی کرنا' چونکہ اس مہینے میں سارے مسلمانوں سے خاص کر اہل قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے' اس لئے اسے ماہِ خواہشات کہتے ہیں' اس میں رزق کی فراخی بھی ہوتی ہے کہ غریب بھی نعمتیں کھا لیتے ہیں' اس لئے اس کا نام ماہِ وسعتِ رزق بھی ہے۔

(تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۲۰۸)

ماہِ رمضان مبارک کے تیرہ حروف کی نسبت سے ۱۳ مدنی پھول

(۱) کعبہ معظّمہ مسلمانوں کو بلا کر دیتا ہے اور یہ آ کر رحمتیں بانٹتا ہے' گویا وہ (یعنی کعبہ) کنواں ہے اور یہ (رمضان) دریا' یا وہ (یعنی کعبہ) دریا ہے اور یہ (رمضان شریف) بارش۔

(۲) ہر مہینے میں خاص تاریخیں اور تاریخوں میں بھی خاص وقت میں عبادت ہوتی ہے' مثلاً بقر عید کی چند (مخصوص) تاریخوں میں حج' محرم کی دسویں تاریخ افضل' مگر ماہِ رمضان میں ہر دن اور ہر وقت عبادت ہوتی ہے' روزہ عبادت' افطار عبادت' افطار کے بعد تراویح کا انتظار عبادت' تراویح پڑھ کر سحری کے انتظار میں سونا عبادت' پھر سحری کھانا بھی عبادت' الغرض ہر آن میں خدا عزوجل کی شان نظر آتی ہے۔

(۳) رمضان ایک بھٹی ہے جیسے کہ بھٹی گندے لوہے کو صاف اور صاف لوہے کو مشین کا پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو زیور بنا کر استعمال کے لائق کر دیتی ہے' ایسے ہی ماہِ رمضان گنہگاروں کو پاک کرتا اور نیک لوگوں کے درجے بڑھاتا

ہے۔

(۴) رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا ملتا ہے۔

(۵) بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو رمضان میں مر جائے اُس سے سوالاتِ قبر بھی نہیں ملتے۔

(۶) اس مہینے میں شبِ قدر ہے، گزشتہ آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن رمضان میں آیا اور دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۔ (پ۳۰، سورۃ القدر)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے شبِ قدر میں اُتارا۔

دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ شبِ قدر رمضان میں ہی ہے اور وہ غالباً ستائیسویں شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں نو حروف ہے اور یہ لفظ سورہ قدر میں تین بار آیا، جس سے ستائیس حاصل ہوئے، معلوم ہوا کہ وہ ستائیسویں شب ہے۔

(۷) رمضان میں ابلیس قید کر لیا جاتا ہے، دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، جنت آراستہ کی جاتی ہے، اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اسی لیے ان دنوں میں نیکیوں کی زیادتی اور گناہوں کی کمی ہوتی ہے، جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ نفسِ امّارہ یا اپنے ساتھی شیطان (قرین) کے بہکانے سے کرتے ہیں۔

(۸) رمضان کے کھانے پینے کا حساب نہیں۔

(۹) قیامت میں رمضان و قرآن روزہ دار کی شفاعت کریں گے کہ رمضان تو کہے گا: مولیٰ عزوجل! میں نے اسے دن میں کھانے پینے سے روکا تھا اور قرآن عرض کرے گا کہ یا رب عزوجل! میں نے اسے رات میں تلاوت و تراویح کے ذریعے سونے سے روکا۔

(۱۰) حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان المبارک میں ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے، رب عزوجل بھی رمضان میں جہنمیوں کو چھوڑتا ہے، لہٰذا چاہیے کہ رمضان میں نیک کام کیے جائیں اور گناہوں سے بچا جائے۔

(۱۱) قرآن کریم میں صرف رمضان شریف ہی کا نام لیا گیا اور اسی کے فضائل بیان ہوئے، کسی دوسرے مہینے کا نہ صراحتاً نام ہے نہ ایسے فضائل، مہینوں میں صرف ماہِ رمضان کا نام قرآن شریف میں لیا گیا، عورتوں میں صرف بی بی مریم رضی اللہ عنہا کا نام قرآن میں آیا، صحابہ میں صرف حضرت سیدنا زید ابنِ حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام قرآن میں لیا گیا، جس سے ان تینوں کی عظمت معلوم ہوئی۔

(۱۲) رمضان شریف میں افطار اور سحری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، یعنی افطار کرتے وقت اور سحری کھا کر یہ مرتبہ کسی اَور مہینے کو حاصل نہیں۔

(۱۳) رمضان میں پانچ حروف ہیں، ر، م، ض، الف، ن۔ ر سے مراد رحمت الٰہی عزوجل، میم سے مراد محبت الٰہی عزوجل، ض سے مراد ضمانِ الٰہی عزوجل، الف سے امان الٰہی عزوجل، ن سے نورِ الٰہی عزوجل اور رمضان میں پانچ عبادت خصوصی ہوتی ہیں: روزہ، تراویح، تلاوتِ قرآن، اعتکاف، شبِ قدر میں عبادات، تو کوئی صدقِ دل سے یہ پانچ عبادت کرے وہ اُن پانچ انعاموں کا مستحق ہے۔ (تفسیر نعیمی ج ۲ ص ۲۰۸)

جنت سجائی جاتی ہے

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! رمضان المبارک کے استقبال کیلئے سارا سال جنت کو سجایا جاتا ہے، چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ، سُرورِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: بے شک جنت

ابتدائی سال سے آئندہ سال تک رمضان المبارک کیلئے سجائی جاتی ہے اور فرمایا: رمضان شریف کے پہلے دن جنت کے درختوں کے پیچھے سے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں پر ہوا چلتی ہے اور وہ عرض کرتی ہیں: اے پروردگارِ عزوجل! اپنے بندوں میں سے ایسے بندوں کو ہمارا شوہر بنا جن کو دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور جب وہ ہمیں دیکھیں تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۲، حدیث: ۳۶۲۳)

الحمد للہ عزوجل! جنت کی عظمت کی تو کیا بات ہے! کاش! ہمیں بے حساب بخش دیا جائے اور جنت الفردوس میں مدینے والے آقا، مکی اور مدنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پڑوس نصیب ہو جائے۔ الحمد للہ عزوجل! تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی اہلِ حق کی مدنی تحریک ہے، دعوتِ اسلامی والوں پر کیسی کیسی کرم نوازیاں ہوتی ہیں، اس کی ایک مدنی جھلک ملاحظہ ہو:

جنت میں آقا کے پڑوس کی بشارت

اسلامی بہنوں اور بھائیوں کو مفت درسِ نظامی (یعنی عالم کورس) کروانے کیلئے الحمد للہ عزوجل! دعوتِ اسلامی کے زیرِ اہتمام متعدد جامعات بنام جامعۃ المدینہ قائم ہیں۔

دو اندھیرے دُور

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ میں نے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو نور عطا کئے ہیں تاکہ وہ دو اندھیروں کے ضرر (یعنی نقصان) سے محفوظ رہیں، سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: یا اللہ عزوجل! وہ دو نور کون کون سے ہیں؟ ارشاد ہوا: نورِ رمضان اور نورِ قرآن۔ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی:

دو اندھیرے کون کون سے ہیں؟ فرمایا: ایک قبر کا اور دوسرا قیامت کا۔

(دُرۃ الناصحین ص ۹)

پیاری اسلامی بہنو! دیکھا آپ نے خدائے حنان ومنان عزوجل ماہِ رمضان کے قدردان پر کس درجہ مہربان ہے، پیش کردہ دونوں روایتوں میں ماہِ رمضان کی کس قدر عظیم رحمتوں اور برکتوں کا ذکر کیا گیا ہے، ماہِ رمضان کا قدردان روزے رکھ کر خدائے رحمٰن عزوجل کی رضا حاصل کر کے جنتوں کی ابدی اور سرمدی نعمتیں حاصل کرتا ہے، نیز دوسری حکایت میں دو نور اور دو اندھیروں کا ذکر کیا گیا ہے، اندھیروں کو دور کرنے کیلئے روشنی کا وجود ناگزیر ہے، خدائے رحمٰن عزوجل کے اس عظیم احسان پر قربان کہ اس نے ہمیں قرآن و رمضان کے دو نور عطا کر دیئے تاکہ قبر و قیامت کے ہولناک اندھیرے دور ہوں اور نور ہی نور ہو جائے۔

روزہ وقرآن شفاعت کریں گے

روزہ اور قرآن روزِ محشر مسلمان کیلئے شفاعت کا سامان بھی فراہم کریں گے، چنانچہ مدینے کے سلطان سردارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: روزہ اور قرآن بندے کیلئے قیامت کے دن شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا: اے رب کریم عزوجل! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما! قرآن کہے گا: میں نے اسے رات کو سونے سے باز رکھا، میری شفاعت اس کیلئے قبول کر، پس دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔

(مسند امام احمد ج ۲ ص ۵۸۶، حدیث: ۶۶۳۷)

بخشش کا بہانہ

امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: اگر اللہ عزوجل کو امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عذاب کرنا مقصود

ہوتو ان کو رمضان اور سورہ قل ھو اللہ شریف ہرگز عنایت نہ فرماتا۔ (نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۲۱۶)

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہو گی یا روزِ جزا
دی اُن کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

لاکھ رمضان کا ثواب

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ نامدار مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: جس نے مکہ مکرمہ میں رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا تو اللہ عزوجل اُس کیلئے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں نیکی اور ہر رات میں نیکی لکھے گا۔

(ابن ماجہ ج ۳ ص ۵۲۳، حدیث: ۳۱۱۷)

کاش! عید مدینے میں ہو!

پیاری اسلامی بہنو! اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیارِ ولادت مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں کس قدر لطف وکرم فرمایا ہے کہ شاہِ انام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی غلام اگر ماہِ رمضان مکہ مکرمہ میں گزار لے اور وہیں روزے رکھے اور رات کو حسبِ توفیق نوافل وغیرہ ادا کرے واُسے دوسرے مقامات کے ایک لاکھ رمضان کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا اور ہر روز وشب ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ایک ایک عظیم الشان نیکی مزید برآں۔ اے کاش! ہمیں بھی مکہ مکرمہ میں ماہِ رمضان گزارنے کی عظیم سعادت نصیب ہو جائے اور اُس میں خوب عبادت کرنے کی توفیق ملے اور پھر ماہِ رمضان گزار کر فوراً ہی عید منانے کیلئے اپنے میٹھے میٹھے آقا مکی ومدنی

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ ضیابار پر حاضر ہو جائیں اور وہاں پر رو رو کر عیدی کی بھیک مانگیں اور سبز سبز گنبد کے مکین سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامت پرانوار سے ہم گنہگار عیدی پائیں، تو یہ سب کچھ اُن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم ہی سے ممکن ہے۔

آقا عبادت پر کمر بستہ ہو جاتے

پیاری اسلامی بہنو! ماہِ رمضان میں ہمیں اللہ عزوجل کی خوب خوب عبادت کرنی چاہیے اور ہر وہ کام کرنا چاہیے جس میں اللہ عزوجل اور اس کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ہو، اگر اس پاکیزہ مہینے میں بھی کوئی اپنی بخشش نہ کروا سکا تو پھر کب کروائے گا؟ ہمارے پیارے پیارے اور میٹھے میٹھے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مبارک مہینے کی آمد کے ساتھ ہی عبادتِ الٰہی عزوجل میں بہت زیادہ مگن ہو جایا کرتے تھے، چنانچہ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب ماہ رمضان آتا تو میرے سرتاج صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کی عبادت کیلئے کمر بستہ ہو جاتے اور سارا مہینہ اپنے بسترِ منور پر تشریف نہ لاتے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۴۴۹)

آقا مہینے میں خوب دعائیں مانگتے تھے

مزید فرماتی ہیں کہ جب ماہِ رمضان شریف آتا تو حضورِ اکرم نورِ مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی کثرت فرماتے اور خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگتے اور اللہ عزوجل کا خوف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طاری رہتا۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۳۱۰، حدیث: ۳۶۲۵)

آقا رمضان میں خوب خیرات کرتے

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! اس ماہِ مبارک میں خوب صدقہ و خیرات کرنا بھی سنت ہے، چنانچہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب ماہِ رمضان آتا تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر قیدی کو رہا کر دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔
(الدر المنثور ج ا ص ۴۴۹)

سب سے بڑھ کر سخی

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں میں سب سے بڑھ کر سخی ہیں اور سخاوت کا دریا سب سے زیادہ اس وقت جوش پر ہوتا ہے جب کہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاقات کیلئے حاضر ہوتے، جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام (رمضان المبارک کی) ہر رات میں ملاقات کیلئے حاضر ہوتے اور رسولِ کریم، رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان کے ساتھ قرآنِ عظیم کا دور فرماتے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ خیر کے معاملے میں سخاوت فرماتے۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۹، حدیث: ٦)

ہاتھ اُٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

ہزار گنا ثواب

پیاری اسلامی بہنو! رمضان المبارک میں نیکیوں کا اجر بہت بڑھ جاتا ہے، لہٰذا کوشش کر کے زیادہ سے زیادہ نیکیاں اس ماہ میں جمع کر لینی چاہئیں، چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ماہ رمضان میں ایک دن کا روزہ رکھنا ایک ہزار دن کے روزوں سے افضل ہے

اور ماہِ رمضان میں ایک مرتبہ تسبیح کرنا (یعنی سبحان اللہ) کہنا اس ماہ کے علاوہ ایک ہزار مرتبہ تسبیح کرے (یعنی سبحان اللہ کہنے) سے افضل ہے اور ماہِ رمضان میں ایک رکعت پڑھنا غیر رمضان کی ایک ہزار رکعتوں سے افضل ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۴۵۴)

جنتی دروازہ

حضرت سیدنا سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہِ نبوت، مہر رسالت، شافعِ اُمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو رَیان کہا جاتا ہے، اس سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے ان کے علاوہ اور کوئی داخل نہ ہوگا، کہا جائے گا: روزے دار کہاں ہیں؟ پس یہ لوگ کھڑے ہوں گے ان کے علاوہ کوئی اور اس دروازے سے داخل نہ ہوگا، جب یہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا، بس پھر کوئی اس اس دروازے سے داخل نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۲۵، حدیث: ۱۸۹۶)

پیاری اسلامی بہنو! سبحان اللہ! روزہ داروں کا بھی خوب مقدر ہے بروزِ قیامت ان کا خصوصی اعزاز ہوگا، جانا جنت میں ہی ہے دیگر خوش قسمت بھی جوق در جوق داخل جنت ہو رہے ہوں گے مگر روزہ دار خصوصی طور پر باب الریان سے داخل ہوں گے۔

ایک روزے کی فضیلت

حضرت سیدنا سلمہ بن قیصر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولوں کے سالار، نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جس نے ایک دن روزہ اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کیلئے رکھا، اللہ عزوجل اُسے جہنم سے اِتنا دور کر دے گا جتنا کہ ایک کوا جو اپنے بچپن سے اُڑنا شروع کرے یہاں تک کہ وہ بوڑھا ہو کر مر جائے۔ (مسند ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۳۸۳، حدیث: ۹۱۷)

کوے کی عمر!

پیاری اسلامی بہنو! کوا لمبی عمر پانے والا پرندہ ہے غنیۃ الطالبین میں ہے: کہا جاتا ہے کہ کوے کی عمر پانچ سو سال تک ہوتی ہے۔

سرخ یاقوت کا مکان

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمانِ عظیم ہے: جس نے ماہِ رمضان کا ایک روزہ بھی خاموشی اور سکون سے رکھا، اس کے لئے جنت میں ایک گھر سرخ یاقوت یا سبز زبرجد کا بنایا جائے گا۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۴۶، حدیث: ۴۷۹۳)

جسم کی زکوٰۃ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور، شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان پُرسرور ہے: ہر شے کیلئے زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۴۷، حدیث: ۱۷۴۵)

سونا بھی عبادت ہے

حضرت سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مدینے کے تاجدار، دلبروں کے دلبر، محبوبِ ربِ اکبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ منور ہے: روزہ دار کا سونا عبادت اور اس کی خاموشی تسبیح کرنا اور اس کی دعا قبول اور اس کا عمل مقبول ہوتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۱۵، حدیث: ۳۹۸۵)

سبحان اللہ عزوجل! روزہ دار کس قدر بختور ہے کہ اُس کا سونا بندگی، خاموشی تسبیح خداوندی عزوجل، دعائیں اور اعمالِ حسنہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی عزوجل ہیں۔

تیرے کرم سے اے کریم! کون سی شے ملی نہیں
جھولی ہماری تنگ ہے تیرے یہاں کرم کی کمی نہیں

اعضاء کا تسبیح کرنا

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے سرتاج، صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو بندہ روزہ کی حالت میں صبح کرتا ہے اُس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اعضاء تسبیح کرتے ہیں اور آسمانِ دنیا پر رہنے والے (فرشتے) اس کیلئے سورج ڈوبنے تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اگر وہ ایک یا دو رکعتیں پڑھتا ہے تو یہ آسمانوں میں اس کیلئے نور بن جاتی ہیں اور حُور ِعین (یعنی بڑی آنکھوں والی حوروں) میں سے اُس کی بیویاں کہتی ہیں: اے اللہ عزوجل! تو اسے ہمارے پاس بھیج دے ہم اس کے دیدار کی بہت زیادہ مشتاق ہے اور اگر وہ لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر پڑھتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے اُس کا ثواب سورج ڈوبنے تک لکھتے ہیں ہیں۔

(شعب الایمان ج۳ ص۲۹۹، حدیث: ۳۵۹۱)

سبحان اللہ عزوجل! سبحان اللہ عزوجل! سبحان اللہ عزوجل! روزہ دار کے تو وارے ہی نیارے ہیں کہ اس کیلئے آسمان کے دروازے کھلیں، اس کے جسم کے اعضاء اللہ عزوجل کی تسبیح کریں، آسمانِ دنیا پر رہنے والے ملائکہ غروبِ آفتاب تک اس کیلئے دعائے مغفرت مانگیں، نماز پڑھے تو اس کیلئے آسمان میں روشنی ہو اور حورِ عین یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جو اس کیلئے مقرر ہوئی ہیں وہ جنت میں اس کی آمد کا انتظار کریں، لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے تو ستّر ہزار فرشتے غروبِ آفتاب تک اس کا ثواب لکھیں۔

جہنم سے دوری

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولوں کے سالار، نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ مُشکبار ہے: جس نے اللہ عزّوجل کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھا، اللہ عزّوجل اس کے چہرے کو جہنم سے ستّر سال کی مسافت دور کر دے گا۔ (صحیح بخاری ج۲ص۲۶۵، حدیث: ۲۸۴۰)

میٹھی اسلامی بہنو! جہاں روزہ رکھنے کے بے شمار فضائل ہیں وہیں بغیر کسی مجبوری کے رمضان المبارک کا روزہ ترک کرنے پر سخت وعیدیں بھی ہیں، رمضان شریف کا ایک روزہ جو بلا کسی عذر شرعی جان بوجھ کر ضائع کر دے تو اب عمر بھر بھی اگر روزے رکھتا رہے تب بھی اُس چھوڑے ہوئے ایک روزے کی فضیلت کو نہیں پا سکتا۔

ایک روزہ چھوڑنے کا نقصان

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار دو جہاں کے مالک و مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

جس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر رخصت و بغیر مرض افطار کیا (یعنی نہ رکھا) تو زمانہ بھر کا روزہ بھی اُس کی قضا نہیں ہو سکتا، اگرچہ بعد میں رکھ بھی لے۔

(صحیح بخاری ج۱ص۶۳۸، حدیث: ۱۹۳۴)

یعنی وہ فضیلت جو رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی تھی، اب کسی طرح نہیں پا سکتا، لہٰذا ہمیں ہرگز ہرگز غفلت کا شکار ہو کر روزہ رمضان جیسی عظیم الشان نعمت نہیں چھوڑنی چاہیے، جو لوگ روزہ رکھ کر بغیر صحیح مجبوری کے توڑ ڈالتے ہیں، اللہ عزّوجل کے قہر و غضب سے خوب ڈریں۔

اُلٹے لٹکے ہوئے لوگ

حضرت سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سرکارِ مدینہ، سلطانِ

باقرینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرماتے ہوئے سنا: میں سویا ہوا تھا تو خواب میں دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے ایک دشوار گزار پہاڑ پر لے گئے، جب میں پہاڑی کے درمیان حصے پر پہنچا تو وہاں بڑی سخت آوازیں آ رہی تھیں، میں نے کہا: یہ کیسی آوازیں ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ جہنمیوں کی آوازیں ہیں، پھر مجھے اور آگے لے جایا گیا تو میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا کہ اُن کو اُن کے ٹخنوں کی رَگوں میں باندھ کر (اُلٹا) لٹکایا گیا تھا اور اُن لوگوں کے جبڑے پھاڑ دیئے گئے تھے جن سے خون بہہ رہا تھا، تو میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ لوگ روزہ افطار کرتے تھے قبل اس کے کہ روزہ افطار کرنا حلال ہو۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج۹ ص۲۸۶، حدیث: ۷۴۴۸)

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! رمضان کا روزہ بلا اجازت شرعی توڑ دینا بہت بڑا گناہ ہے، وقت سے پہلے جان بوجھ کر کسی صحیح مجبوری کے بغیر توڑ ڈالا، اس حدیث پاک میں جو عذاب بیان کیا گیا ہے وہ روزہ رکھ کر توڑ دینے والے کیلئے اور جو بلا عذر شرعی روزہ رمضان ترک کر دیتا ہے، وہ بھی سخت گنہگار اور عذابِ نار کا حقدار ہے۔ اللہ عزوجل اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنے قہر و غضب سے بچائے!

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

روزہ نہ رکھنے کی مجبوریاں

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! بعض مجبوریاں ایسی ہیں جن کے سبب رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر یہ یاد رہے کہ مجبوری میں روزہ معاف نہیں، وہ مجبوری ختم ہو جانے کے بعد اس کی قضاء کرنا فرض ہے، البتہ قضاء کا گناہ نہیں ہوگا جیسا کہ بہارِ شریعت میں دُرِ مختار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سفر و حمل اور بچہ کو دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور خوفِ ہلاکت و اِکراہ (یعنی اگر کوئی جان سے مار ڈالنے یا کسی عضو

کے کاٹ ڈالنے یا سخت مار مارنے کی صحیح دھمکی دے کر کہے کہ روزہ توڑ ڈال' اگر روزہ دار جانتا ہو کہ یہ کہنے والا جو کہتا ہے وہ کر گزرے گا تو ایسی صورت میں روزہ فاسد کر دینا یا ترک کرنا گناہ نہیں' اِکراہ سے مراد یہی ہے) ونقصانِ عقل اور جہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر ہیں' ان وجوہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گنہگار نہیں۔

(درمختار' ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۲)

سفر کی تعریف

دورانِ سفر بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے' سفر کی مقدار بھی ذہن نشین کر لیجئے' سیدی ومرشدی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت' مولینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی تحقیق کے مطابق شرعاً سفر کی مقدار ساڑھے ستاون میل (یعنی تقریباً بانوے کلومیٹر) ہے جو کوئی اتنی مقدار کا فاصلہ طے کرنے کی غرض سے اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہر نکل آیا وہ اب شرعاً مسافر ہے' اُسے روزہ قضاء کر کے رکھنے کی اجازت ہے اور نماز میں بھی وہ قصر کرے گا' مسافر اگر روزہ رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے مگر چار رکعت والی فرض نمازوں میں اُسے قصر کرنا واجب ہے' نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا اور جہالتاً (یعنی علم نہ ہونے کی وجہ سے) پوری (چار) پڑھی تو اس نماز کا پھیرنا بھی واجب ہے۔

(ملخصاً فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج ۸ ص ۲۷۰)

یعنی معلومات نہ ہونے کی بناء پر آج تک جتنی بھی نمازیں سفر میں پوری پڑھی ہیں' ان کا حساب لگا کر چار رکعتی فرض قصر کی نیت سے دو دو لوٹانے ہوں گے' ہاں مسافر کو مقیم امام کے پیچھے فرض چار پورے پڑھنے ہوتے ہیں' سنتیں اور وتر لوٹانے کی ضرورت نہیں' قصر صرف ظہر' عصر اور عشاء کی فرض رکعتوں میں کرنا ہے یعنی ان میں چار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت ادا کی جائیں گی' باقی سنتوں اور وتر کی رکعتیں پوری ادا کی جائیں گی' دوسرے شہر یا گاؤں وغیرہ پہنچنے کے بعد جب تک پندرہ دن سے کم

مدت تک قیام کی نیت تھی مسافر ہی کہلائے گا اور مسافر کے احکام رہیں گے اور اگر مسافر نے وہاں پہنچ کر پندرہ دن یا اُس سے زیادہ قیام کی نیت کرلی تو اب مسافر کے احکام ختم ہو جائیں گے اور وہ مقیم کہلائے گا' اب اسے روزہ بھی رکھنا ہوگا اور نماز بھی قصر نہیں کرے گا' سفر کے متعلق ضروری احکام کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کیلئے بہارِ شریعت حصہ چہارم کے باب: نمازِ مسافر کا بیان' کا مطالعہ فرمائیں۔

معمولی بیماری کوئی مجبوری نہیں

کوئی سخت بیمار ہو اور اُسے روزہ رکھنے کی صورت میں مرض بڑھ جانے یا دیر میں شفایابی کا گمان غالب ہو تو ایسی صورت میں بھی روزہ قضاء کرنے کی اجازت ہے' مگر آج کل دیکھا جاتا ہے کہ معمولی نزلہ' بخار یا سر درد کی وجہ سے لوگ روزہ ترک کر دیا کرتے ہیں' یا معاذ اللہ عزوجل رکھ کر توڑ دیتے ہیں' ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے' اگر کسی صحیح شرعی مجبوری کے بغیر کوئی روزہ چھوڑ دے اگرچہ بعد میں ساری عمر بھی روزے رکھے' اُس ایک روزے کی فضیلت کو نہیں پاسکتا۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! اس سے قبل کہ روزہ نہ رکھنے کے اَعذار (یعنی مجبوریوں) کا تفصیلی بیان کیا جائے' لفظ کرم کے تین حروف کی نسبت سے تین احادیثِ مبارکہ بیان کی جاتی ہیں:

سفر میں چاہے روزہ رکھو' چاہے نہ رکھو

(۱) اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں: حضرت سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ بہت روزے رکھا کرتے تھے' انہوں نے تاجدارِ رسالت' محبوب رب العزت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: سفر میں روزہ رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چاہے رکھو چاہے نہ رکھو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۴۰' حدیث: ۱۹۴۳)

(۲) حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سولہویں رمضان المبارک کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہم جہاد میں گئے، ہم میں بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا، نہ تو روزہ داروں نے غیر روزہ داروں پر عیب لگایا اور نہ انہوں نے ان پر۔ (صحیح مسلم ص ۵۶۴، حدیث: ۱۱۱۶)

(۳) حضرت سیدنا انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے کے تاجدار، غریبوں کے غمگسار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان خوشگوار ہے: اللہ عزوجل نے مسافر سے آدمی نماز معاف فرما دی (یعنی چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھے) اور مسافر اور دودھ پلانے والی اور حاملہ سے روزہ معاف فرما دیا (کہ اجازت ہے اُس وقت نہ رکھیں بعد میں وہ مقدار پوری کرلیں)۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۷۰، حدیث: ۷۱۵)

فیضانِ اعتکاف

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ دلنشیں ہے:

جس نے مجھ پر صبح وشام دس دس مرتبہ دُرود پاک پڑھا، وہ قیامت کے دن میری شفاعت کو پائے گا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۳، حدیث: ۱۷۰۲۲)

پیاری پیاری اسلامی بہنو! رمضان المبارک کی برکتوں کے کیا کہنے! یوں تو اس کی ہر گھڑی رحمت بھری اور ہر ساعت اپنے جلو میں بے پایاں برکتیں لئے ہوئے ہیں مگر اس ماہِ محترم میں شبِ قدر سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، اسے پانے کیلئے ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ماہِ رمضان پاک کا پورا مہینہ بھی اعتکاف فرمایا اور آخری دس دن کا بہت زیادہ اہتمام تھا، یہاں تک کہ ایک بار کسی خاص عذر کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان المبارک میں

اعتکاف نہ کر سکے تو شوال المکرّم کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔

(صحیح بخاری ج۱ ص۶۷۱، حدیث:۲۰۳۱)

ایک مرتبہ سفر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اعتکاف رہ گیا تو اگلے رمضان شریف میں بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (جامع ترمذی ج۲ ص۲۱۲، حدیث:۸۰۳)

اعتکاف پُرانی عبادت ہے

پچھلی امتوں میں بھی اعتکاف کی عبادت موجود تھا، چنانچہ پارہ پہلا سورۃ البقرہ کی آیت: ۱۲۵ میں اللہ عزوجل کا فرمانِ عالی شان ہے:

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل (علیہما السلام) کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو، طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع وسجود والوں کیلئے۔

(پ۱، البقرہ:۱۲۵)

مسجدوں کو صاف رکھنے کا حکم ہے

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! نماز و اعتکاف کیلئے کعبہ مشرفہ کی پاکیزگی اور صفائی کا خود ربِ کعبہ عزوجل کی طرف سے فرمان جاری کیا گیا ہے۔ مفسرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ مسجدوں کو پاک صاف رکھا جائے، وہاں گندگی اور بدبودار چیز نہ لائی جائے، یہ سنت انبیاء ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف عبادت ہے اور پچھلی امتوں کی نمازوں میں رکوع اور سجود دونوں تھے، یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کا متولی ہونا چاہیے اور متولی صالح (پرہیزگار) انسان ہونا چاہیے، مزید آگے فرماتے ہیں: طواف و نماز و اعتکاف بڑی پرانی عبادتیں ہیں جو زمانہ ابراہیمی میں بھی تھیں۔ (نور العرفان ص۲۹)

دس دن کا اعتکاف

اس کے بعد اللہ کے پیارے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معمول ہو گیا

کہ ہر رمضان شریف کے عشرۂ آخری (یعنی آخری دس دن) کا اعتکاف فرمایا کرتے اور اسی سنتِ کریمہ کو زندہ رکھتے ہوئے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن بھی اعتکاف فرماتی تھیں، چنانچہ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میرے سرتاج، صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ (یعنی آخری دس دن) کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وفات (ظاہری) عطا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف کرتی رہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۶۴، حدیث: ۲۰۲۶)

عاشقوں کی دُھن

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! یوں تو اعتکاف کے بے شمار فضائل ہیں مگر عشاق کیلئے تو اتنی ہی بات کافی ہے کہ آخری عشرہ کا اعتکاف سنت ہے، یہ تصور ہی ذوق افزا ہے کہ ہم پیارے سرکارِ مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک پیاری پیاری سنت ادا کر رہے ہیں، عاشقوں کی تو دھن ہی ہوتی ہے کہ فلاں فلاں کام ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا ہے بس اسی لئے ہمیں بھی کرنا ہے، مگر عمل کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہمارے لئے کوئی شرعی ممانعت نہ ہو، مثلاً اعتکاف میں چارپائی بچھانا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے مگر ہم نہیں بچھا سکتے کہ نمازیوں کیلئے جگہ کی تنگی بھی ہو گی اور مسلمانوں کیلئے تشویش کا باعث بھی۔

اونٹنی کے ساتھ پھیرے لگانے کی حکمت

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بہت زیادہ متبعِ سنت تھے، انہیں جب بھی کوئی سنت معلوم ہو جاتی تو اس کی بجا آوری میں کسی قسم کی پس و پیش کا مظاہرہ نہ فرماتے، چنانچہ ایک بار کسی مقام پر آپ رضی اللہ عنہ اونٹنی کے ساتھ پھیرے لگا رہے

تھے، یہ دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوا، پوچھنے پر ارشاد فرمایا: ایک بار میں نے مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہاں اسی طرح کرتے دیکھا تھا، لہٰذا آج میں اس مقام پر اُس ادائے مصطفےٰ کو ادا کر رہا ہوں۔ (الشفاء ج۲ ص۳۰)

بتاتا ہوں تم کو میں کر رہا ہوں میں پھیرے جو ناقے کو لگوا رہا ہوں
مجھے شادمانی اس بات کی ہے میں سنت کا اُن کی مزا پا رہا ہوں

ایک بار تو اعتکاف کر ہی لیں!

آقا کی سنتوں کے دیوانو! ہو سکے تو ہر برس ورنہ زندگی میں کم از کم ایک بار تو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کر ہی لینا چاہیے اور یوں بھی مسجد میں پڑا رہنا بڑی سعادت ہے اور معتکف کی تو کیا بات ہے کہ رضائے الٰہی عزوجل پانے کیلئے اپنے آپ کو تمام مشاغل سے فارغ کر کے مسجد میں ڈیرے ڈال دیتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اعتکاف کی خوبیاں بالکل ہی ظاہر ہیں کیونکہ اس میں بندہ اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کیلئے کلیۃً (یعنی مکمل طور پر) اپنے آپ کو اللہ عزوجل کی عبادت میں منہمک کر دیتا ہے اور ان تمام مشاغلِ دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے جو اللہ عزوجل کے قرب کی راہ میں حائل ہوتے ہیں اور معتکف کے تمام اوقاتِ حقیقۃً یا حکماً نماز میں گزرتے ہیں (کیونکہ نماز کا انتظار کرنا بھی نماز کی طرح ثواب رکھتا ہے) اور اعتکاف کا مقصودِ اصلی جماعت کے ساتھ نماز کا انتظار کرنا ہے اور معتکف ان (فرشتوں) سے مشابہت رکھتا ہے جو اللہ عزوجل کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں اور ان کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو شب و روز اللہ عزوجل کی تسبیح (پاکی) بیان کرتے رہتے ہیں اور اس سے اُکتاتے نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص۲۱۲)

ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت

جو رمضان المبارک کے علاوہ بھی صرف ایک دن مسجد کے اندر اخلاص کے ساتھ اعتکاف کرے اُس کیلئے بھی زبردست ثواب کی بشارت ہے‘ چنانچہ اعتکاف کی ترغیب دلاتے ہوئے سرکارِ نامدار دو جہاں کے مالک ومختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ عزوجل کی رضا وخوشنودی کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا‘ اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کر دے گا‘ جن کی مسافت مشرق ومغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوگی۔ (الدر المنثور ج ا ص ۴۸۶)

سابقہ گناہوں کی بخشش

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان خوشبودار ہے:

من اعتکاف ایمانا وحسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ۔

ترجمہ: جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اعتکاف کیا‘ اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(جامع صغیر ص ۵۱۶‘ حدیث: ۸۴۸۰)

آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جائے اعتکاف

حضرت سیدنا نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مدینے کے سلطان‘ رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ماہِ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے‘ حضرت سیدنا نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اعتکاف فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم ص ۵۹۷‘ حدیث: ۱۱۷۱)

پیاری اسلامی بہنو! مسجد نبوی الشریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جس جگہ ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مکی و مدنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کیلئے کھجور شریف کی لکڑی وغیرہ سے بنی ہوئی مبارک چارپائی بچھاتے تھے، وہاں بطور یادگار ایک مبارک ستون بنام ''استوانۃ السریر'' آج بھی قائم ہے، خوش نصیب عشاق اُس کی زیارت کرتے اور حصولِ برکت کیلئے یہاں نوافل ادا کرتے ہیں۔

سارے مہینے کا اعتکاف

ہمارے پیارے اور رحمت والے آقا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کی رضا جوئی کیلئے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے اور خصوصاً رمضان شریف میں عبادت کا خوب ہی اہتمام فرمایا کرتے، چونکہ ماہِ رمضان ہی میں شبِ قدر کو بھی پوشیدہ رکھا گیا ہے، لہٰذا اس مبارک رات کو تلاش کرنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار پورے ماہ مبارک کا اعتکاف فرمایا، چنانچہ حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک مرتبہ سلطان دوجہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکم رمضان سے بیس رمضان تک اعتکاف کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے شبِ قدر کی تلاش کیلئے رمضان کے پہلے عشرہ اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا پھر مجھے بتایا گیا کہ شبِ قدر آخری عشرہ میں ہے، لہٰذا تم میں سے جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ کرلے! (صحیح مسلم ص ۵۹۴، حدیث: ۱۱۹۷)

تُرکی خیمے میں اعتکاف

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ترکی خیمے کے اندر رمضان المبارک کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرے کا، پھر سرِ اقدس باہر نکالا اور فرمایا: میں نے پہلے عشرے کا اعتکاف شبِ قدر تلاش کرنے کیلئے، پھر اسی مقصد کے تحت دوسرے عشرے کا اعتکاف

بھی کیا، پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی کہ شبِ قدر آخری عشرے میں ہے، لہٰذا جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ آخری عشرے کا اعتکاف کرے، اس لئے کہ مجھے پہلے شبِ قدر دکھا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی، اور اب میں نے یہ دیکھا ہے کہ شب قدر کی صبح کو گیلی مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں، لہٰذا اب تم شبِ قدر کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو، حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شب بارش ہوئی اور مسجد شریف کی چھت مبارک ٹپکنے لگی، چنانچہ اکیس رمضان المبارک کی صبح کو میری آنکھوں نے میٹھے میٹھے آقا مکی مدنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک پہ پانی والی گیلی مٹی کا نشان عالی شان تھا۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۳۹۲، حدیث: ۲۰۸۶)

اعتکاف کا مقصدِ عظیم!

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! ہمیں بھی اگر ہر سال نہ سہی کم از کم زندگی میں ایک بار اس ادائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادا کرتے ہوئے پورے ماہ رمضان المبارک کا اعتکاف کر لینا چاہئے، رمضان المبارک میں اعتکاف کرنے کا سب سے بڑا مقصد شبِ قدر کی تلاش ہے اور راجح (یعنی غالب) یہی ہے کہ شبِ قدر رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں ہوتی ہے، اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس بات شبِ قدر اکیسویں شب تھی، مگر یہ فرمانا کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرو، اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ شب قدر بدلتی رہتی ہے یعنی کبھی اکیسویں، کبھی تیئیسویں، کبھی پچیسویں، کبھی ستائیسویں، کبھی انتیسویں شب، مسلمانوں کو شب قدر کی سعادت حاصل کرنے کیلئے آخری عشرہ کے اعتکاب کی ترغیب دلائی گئی ہے، کیوں کہ معتکف دسوں دن مسجد میں ہی پڑا رہتا ہے اور ان دس دنوں میں کوئی بھی ایک رات شب قدر ہوتی ہے، لہٰذا وہ یہ شب مسجد میں گزارنے میں کامیاب ہو

جاتا ہے، ایک اور نکتہ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خاک پر سجدہ ادا فرمایا، جبھی تو خاک کے خوش نصیب ذرات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نورانی پیشانی سے بے تابانہ چمٹ گئے تھے۔

بلا حائل زمین پر سجدہ کرنا مستحب ہے

اللہ اکبر عزوجل! ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کس قدر سادگی پسند ہیں، یقیناً اللہ عزوجل کے حضور سجدہ میں اپنی پیشانی خاک پر رکھنا اور پیشانی سے خاکِ پاک کے ذرات کا چمٹ جانا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہت بڑی عاجزی ہے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: زمین پر بلا حائل (یعنی مصلیٰ، کپڑا وغیرہ نہ ہوں) سجدہ کرنا مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح حصہ ۳ ص ۸۵) مکاشفۃ القلوب میں ہے: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ صرف مٹی ہی پر سجدہ کرتے تھے۔

(مکاشفۃ القلوب ص ۱۸۱)

دو حج اور دو عمروں کا ثواب

امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ محمد مصطفیٰ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ خوشنما ہے:

مَن اعتکاف فی رمضان کان حجتین و عمرتین ۔

ترجمہ: جس نے رمضان المبارک میں (دس دن کا) اعتکاف کرلیا وہ ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کیئے۔

گناہوں سے تحفظ

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سلطانِ ذی شان رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ تحفظ نشان ہے:

هو يعتكف الذنوب الذى له من الحسنات لعامل الحسنات كلها ۔

ترجمہ: اعتکاف کرنے والا گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کیلئے تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں جیسے ان کے کرنے والے کیلئے ہوتی ہے۔

(ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۶۵، حدیث: ۱۷۸۱)

بغیر کئے نیکیوں کا ثواب

پیاری اسلامی بہنو! اعتکاف کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جتنے دن مسلمان اعتکاف میں رہے گا، گناہوں سے بچا رہے گا اور جو گناہ وہ باہر رہ کر کرتا، ان سے بھی محفوظ رہے گا لیکن یہ اللہ عزوجل کی خاص رحمت ہے کہ باہر رہ کر جو نیکیاں وہ کیا کرتا تھا، اعتکاف کی حالت میں اگرچہ وہ ان کو انجام نہ دے سکے گا مگر پھر بھی وہ اس کے نامہ اعمال میں بدستور لکھی جاتی رہیں گی اور اسے ان کا ثواب بھی ملتا رہے گا، مثلاً کوئی اسلامی بھائی مریضوں کی عیادت کرتا تھا اور اعتکاف کی وجہ سے یہ کام نہیں کر سکا تو وہ اس کے ثواب سے محروم نہیں ہوگا بلکہ اس کو ویسا ہی ثواب ملتا رہے گا جیسے وہ خود اس کو انجام دیتا رہا ہو۔

روزانہ حج کا ثواب

حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: معتکف کو ہر روز ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۲۵، حدیث: ۳۹۶۸)

اعتکاف کی تعریف

مسجد میں اللہ عزوجل کی رضا کیلئے بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا اعتکاف ہے، اس کیلئے مسلمان کا عاقل اور جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے، بلوغ شرط نہیں، نابالغ بھی جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیتِ اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو اُس کا اعتکاف صحیح

ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۱)

اعتکاف کے لفظی معنی

اعتکاف کے لغوی معنی ہیں: دھرنا مارنا' مطلب یہ ہے کہ معتکف اللہ رب العزت عزوجل کی بارگاہِ عظمت میں اُس کی عبادت پر کمر بستہ ہوکر دھرنا مار کر پڑا رہتا ہے' اس کی یہی دُھن ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کا پروردگار عزوجل اس سے راضی ہوجائے۔

اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

حضرت سیدنا عطاء خراسانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:

معتکف کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے در پر آپڑا ہو اور یہ کہہ رہا ہو: یا اللہ رب العزت عزوجل! جب تک تو میری مغفرت نہیں فرمادے گا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۲۶' حدیث: ۳۹۷۰)

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

(حدائق بخشش)

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اعتکافِ واجب (۲) اعتکافِ سنت (۳) اعتکافِ نفل۔

اعتکافِ واجب

اعتکاف کی نذر (یعنی منت) مانی یعنی زبان سے کہا: میں اللہ رب العزت عزوجل کیلئے فلاں دن یا اتنے دن کا اعتکاف کروں گی' تو اب جتنے بھی دن کا کہا اُتنے دن کا اعتکاف کرنا واجب ہوگیا' یہ بات خاص کر یاد رکھئے کہ جب کبھی کسی بھی قسم کی منت مانی جائے اُس میں یہ شرط ہے کہ منت کے الفاظ زبان سے ادا کئے جائیں'

صرف دل ہی دل میں منت کر لینے سے منت صحیح نہیں ہوتی (ایسی منت کا پورا کرنا واجب نہیں ہوتا)۔ (ردُالمختار ج۳ ص۴۳۰)

اعتکافِ سنت

سنت کا اعتکاف مرد مسجد میں کرے اور عورت مسجد بیت میں، اس میں روزہ بھی شرط ہے (عورت گھر میں جو جگہ نماز کیلئے مخصوص کر لے، اسے مسجد بیت کہتے ہیں)۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔
(دُرمختار و ردالمختار ج۳ ص۴۳۰)

یعنی پورے شہر میں سے کسی ایک نے کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا اور اگر کسی ایک نے بھی نہ کیا تو سبھی مجرم ہوئے۔ (بہارِ شریعت، حصہ پنجم ص۱۵۲)

اس اعتکاف میں یہ ضروری ہے کہ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ کو غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے مسجد کے اندر بہ نیت اعتکاف موجود ہو اور انتیس کے چاند کے بعد یا تیس کے غروبِ آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ (بہارِ شریعت، حصہ پنجم ص۱۵۱)

اگر ۲۰ رمضان المبارک کو غروبِ آفتاب کے بعد مسجد میں داخل ہوتے تو اعتکاف کی سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی بلکہ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے مسجد میں داخل ہو چکے تھے مگر نیت کرنا بھول گئے تھے یعنی دل میں نیت ہی نہیں تھی (نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں) تو اس صورت میں بھی اعتکاف کی سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی، اگر غروبِ آفتاب کے بعد نیت کی تو نفلی اعتکاف ہو گیا، دل میں نیت کر لینا ہی کافی ہے، زبان سے کہنا شرط نہیں، البتہ دل میں نیت حاضر ہونا ضروری ہے، ساتھ ہی زبان سے بھی کہہ لینا زیادہ بہتر ہے۔

اعتکاف کی نیت اس طرح کیجئے:

میں اللہ عزوجل کی رضا کیلئے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے سنتِ

اعتکاف کی نیت کرتا ہوں!

اعتکافِ نفل

نذر اور سنت مؤکدہ کے علاوہ جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب (یعنی نفلی) وسنت غیر مؤکدہ ہے۔ (بہارِ شریعت حصہ ۵ ص ۱۵۲)

اس کیلئے نہ روزہ شرط ہے نہ کوئی وقت کی قید، جب بھی مسجد میں داخل ہوں اعتکاف کی نیت کر لیجئے، جب تک مسجد میں رہیں گے کچھ پڑھیں یا نہ پڑھیں اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا، جب مسجد سے باہر نکلیں گے اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مذہب مفتیٰ بہ پر (نفلی) اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے، جب سے داخل ہو باہر آنے تک (کیلئے) اعتکاف کی نیت کرے، انتظارِ نماز و ادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج ۵ ص ۶۷۴)

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں: جب مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کر لے جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب پائے گا۔ (ایضاً ج ۸ ص ۹۸)

اعتکاف کی نیت کرنا کوئی مشکل کام نہیں، نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں اگر دل ہی میں آپ نے ارادہ کر لیا کہ میں سنتِ اعتکاف کی نیت کرتی ہوں، یہی کافی ہے اور اگر دل میں نیت حاضر ہے اور زبان سے بھی یہی الفاظ ادا کر لیں تو زیادہ بہتر ہے، مادری زبان میں بھی نیت ہو سکتی ہے اور اگر عربی میں نیت یاد کر لیں تو زیادہ مناسب ہے، ہو سکے تو آپ یہ عربی نیت یاد کر لیں جیسا کہ الملفوظ حصہ ۲ ص ۲۷۲ پر ہے:

نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَافِ۔

مسجد نبوی الشریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قدیم اور مشہور دروازہ "باب الرحمت" سے داخل ہوں تو سامنے ہی ستون مبارک ہے اُس پر یاد دہانی کیلئے قدیم

زمانے سے نمایاں طور پر ''نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَاف'' لکھا ہوا ہے۔

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو! جب بھی آپ کسی عبادت مثلاً نماز، روزہ، احرام، طوافِ کعبہ وغیرہ کی عربی میں نیت کریں تو اس بات کا خاص خیال رکھئے کہ اس عربی عبارت کے معنیٰ بھی آپ سمجھ رہے ہوں، کیونکہ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، اگر آپ نے رٹی ہوئی عربی نیت کے الفاظ ادا کر لئے یا کتاب میں دیکھ کر پڑھ لئے اور دھیان کسی اور طرف لگا ہوا تھا اور ارادہ دل میں موجود نہ تھا تو نیت سرے سے ہوگی ہی نہیں، مثلاً آپ مسجد میں داخل ہوکہ ''نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَاف'' کہیں تو دل میں بھی ارادہ ہونا لازمی ہے کہ میں یہ اعتکاف کی نیت کر رہا ہوں، یہ بات خاص طور پر ذہن نشین کر لیں کہ یہ آخری عشرہ رمضان المبارک کا اعتکاف نہیں یہ نفلی اعتکاف ہے اور ایک لمحہ کیلئے بھی کیا جا سکتا ہے، آپ جب بھی مسجد میں باہر نکلیں گے، یہ نفلی اعتکاف اُسی وقت ختم ہو جائے گا۔

الحمدللہ! دعوتِ اسلامی کے مُشکبار مدنی ماحول میں پردہ کرنے اور فیشن کی نحوست سے بچنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔ خوش نصیب اسلامی بہنیں گھر گھر نیکی کی دعوت کے ذریعے کلمۂ حق بلند کر رہی ہیں۔ آپ بھی اپنے حلقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے سنتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے۔ ان شاء اللہ! اس کی برکت سے آپ کو بھی غفلت بھری زندگی سے بیداری کا ذہن ملے گا۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب: صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ

پیاری پیاری اسلامی بہنو!

الحمدللہ! دعوتِ اسلامی کے مُشکبار مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں۔ کیونکہ سنتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ہی ہماری بھلائی ہے۔

رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے میری سنت سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰)

پس جو اسلامی بہنیں فیشن کی نحوست چھوڑ کر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رشتہ جوڑ لیں گی، تو ان شاء اللہ! بارگاہِ رب العزت میں سرخرو ہو جائیں گی، بنتِ رسول سیّدہ زہرا بتول رضی اللہ عنہا کے نقشِ قدم پر چلیں گی تو دونوں جہان میں عزت پائیں گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو غفلت بھری زندگی سے بیدار فرمائے، اور دعوتِ اسلامی کے ساتھ مل کر گلی گلی گھر گھر نیکیاں پھیلانے اور بُرائیاں مٹانے کی سعادت عطا فرمائے۔

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

* * *

سیرت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ   وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ   وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

قریب قریب تشریف رکھئے، ہو سکے تو دوزانو بیٹھ جائیے، نگاہیں نیچی کیے، توجہ کے ساتھ درس و بیان سننے کی عادت بنائیے، کہ باتیں کرتے ہوئے، کچھ وِرد پڑھتے ہوئے، لاپرواہی کے ساتھ، اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے، زمین پر اُنگلی کے ساتھ کھیلتے ہوئے، لباس یا بالوں کو سہلاتے ہوئے، سننے سے اس کی برکتیں زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔

فضیلت دورد پاک

سرکارِ مدینہ، سُرورِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر و معنبر پسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود و سلام پڑھنے کے بے شمار فضائل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: جس نے مجھ پر شبِ جمعہ (یعنی جمعرات) اور جمعہ کے دن ۱۰۰ بار دُرود پڑھا، اللہ عزوجل اُس کی ۱۰۰ حاجات پوری فرمائے گا۔ (تفسیر درمنثور ج۲ ص۶۰۴)

اوہدی ذات تے ہر ویلے پُھل چڑھدے دُروداں دے
چرچا میرے آقا ﷺ دا پیا شام و سحر ہووے

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

یَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۔ (الاحزاب، پ۲۲)

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمِ ۔

ترجمہ! اے نبی کی بیویو! تم تمام عورتوں میں بے مثل ہو۔

شمع تاباں عرش آستاں نبی غمگساران نبی طبع دان نبی
راحت قلب و روح روان نبی بنت صدیق آرام جان نبی
اس مریم برأت پر لاکھوں سلام

عظمتِ حسنِ معمور جن کی گواہ عفت ذات مشور جن کی گواہ
شانِ رب چشم بددور جن کی گواہ یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

جن سے اپنی نگاہیں ہوائیں چرائیں دیکھنے کا تصور بھی دل میں نہ لائیں
جن کے پردے کا پرتو فرشتے نہ پائیں جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

میری قابل صد احترام اور لائقِ آداب و سلام بہنو!

آج آپ کی خدمت میں حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت سیدنا ابوبکر صدیق خلیفہ بلافصل رضی اللہ عنہ کی شانِ ارفع و اعلیٰ میں سے چند باتیں عرض کرنے کیلئے حاضر ہوں، یہ میری خیر وبختی اور خوش نصیبی ہے کہ آج کی محفل پاک میں مجھے تمام مؤمنین و مؤمنات، مسلمین و مسلمات کی اس عظمت نشان ماں کی بارگاہِ نفاست و طہارت میں اپنی قلبی محبت کو الفاظ و کلمات کی صورت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے، جن کے فضائل و شمائل، عادات و خصائل، محامد و محاسن اور مناقب کا شمار ممکن نہیں، آپ بھی بڑی خوش قسمت اور بلند بخت ہیں کہ اپنی حقیقی ماؤں

سے بھی زیادہ حقیقی، پیاری اور لاکھوں آداب و احترام کے لائق ماں کی محفل پاک کو سجائے بیٹھی ہیں۔

وہ ماں جسے اللہ تعالیٰ نے از خود تمام مؤمنین و مؤمنات کی ماں ہونے کا اعلان قرآن مجید میں فرمایا!

وہ ماں جس کی تصویر، مصورِ حقیقی نے سبز ریشمی دوپٹے پہ سجا کر قبل از نکاح بدست جبریل امین بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجی!

وہ ماں جس کا نکاح آسمان پر ربِ جلیل نے اپنے محبوب سے فرمایا!

وہ ماں جس نے صداقت کی گود میں آنکھ کھولی!

وہ ماں جسے اسلام و ایمان نے اپنے جلو میں پایا!

وہ ماں جس پر رسالت کو ناز تھا!

وہ ماں جس پر شرافت کو ناز تھا!

وہ ماں جس پر طہارت کو ناز تھا!

وہ ماں جس پر نجابت کو ناز تھا!

وہ ماں جس پر سخاوت کو ناز تھا!

وہ ماں جس پر عدالت کو ناز تھا!

وہ ماں جس پر شجاعت کو ناز تھا!

وہ ماں جس پر صحابیات کو ناز تھا!

وہ ماں جس پر امہات المؤمنین کو ناز تھا!

وہ ماں جس پر ازواج رحمۃ للعٰلمین کو ناز تھا،

وہ ماں جو حبیبہ حبیبِ خدا ہے!

وہ ماں جو نازشِ عرشِ علیٰ ہے!

وہ ماں جس کی عصمت پر سورہ نور گواہ ہے!

وہ ماں جس کا حجرہ مبارک پر گنبد خضراء ہے!

وہ ماں جس کا کاشانۂ اقدس آرامگاہ مصطفیٰ ہے!

وہ ماں جس کا گھر روضۃ من ریاض الجنۃ ہے!

وہ ماں جس کا در بلند تر سدرۃ المنتہیٰ ہے!

وہ ماں جو بیک وقت عالمہ، فاضلہ، عابدہ، صالحہ، زاہدہ، متقیہ، موقفہ، مؤمنہ، محسنہ، طاہرہ، مطہرہ، ساجدہ، مجتہدہ، محدثہ، مفسرہ، سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا!

سبحان اللہ! اس بے مثل ماں کی شان و رفعت کے کہا کہنے، جب امہات المؤمنین بے مثل اور بے مثال ہیں تو جن کی نسبت قدسیہ سے کائنات میں نبی کریم کی ازواجِ مطہرات کو بے مثلیت کی شان عطا ہوئی، وہ ازخود کیسے بے مثل ہوں گے، آج تک دنیا بھر میں کسی خاتون نے، کسی عورت نے، کسی بچی نے، کسی دوشیزہ نے کسی عروسہ نے، کسی دلہن نے، کسی بڑھیا نے، ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین کو اپنی مثل نہ جانا نہ مانا، نہ کہا، صنفِ نازک کا اس سلسلہ میں عقیدہ کتنا ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہے کہ نبی کریم کی بیویوں کی مثل کائنات میں کوئی بھی عورت نہیں، خواہ کتنی حسینہ ہو، جمیلہ ہو، حسن و جمال کی پیکر ہو، نہ صورت میں ان کی مثل، نہ سیرت میں ان کی مثل، نہ کردار میں ان کی مثل، نہ وقار میں ان کی مثل، تو اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ وہ اس بے مثل محبوب حضور پُر نور سیّد عالم نبی کریم رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل و مثال کون ہو سکتا ہے، عورتیں اس سلسلہ میں مردوں سے نمبر لے گئیں کہ آج تک کسی خاتون نے عائشہ صدیقہ کے مثل ہونے کا دعویٰ نہ کیا،

کسی خاتون نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو اپنی مثل نہ کہا،

اُم حبیبہ کی طرح کوئی خاتون نہ بن سکی،

حفصہ کی مثال بننے کا کسی کو یاد نہ ہو!

الغرض! خواتین اسلامیہ اس بات پر نہایت ثابت قدمی سے قائم ہیں کہ جہان بھر کی کوئی بھی عورت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی نہ مثل ہے نہ ہو سکتی ہے، مگر اس کے برعکس کتنے ہی ایسے بدنصیب مرد بر شکل انسان شیطانی راگ الاپ رہے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہماری ہی طرح بشر تھے، وہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی بڑا بھائی یا گاؤں کا چودھری، انہیں تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، بس وہ عام بشروں کی طرح ایک بشر ہی تھے، فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر وحی نازل ہوتی تھی، بس وہ ہماری طرح بشر تھے اور ہم ان کی مثل وہ ہماری مثل۔

ڈب ڈب مر جاؤ مردو سارے زناں گیاں لنگ اگے
ایس بھلیائی دے شہزادے داغ اجے نہ گئے

ایسے کمینے مردوں سے تو عورتیں ہی اچھی نہیں جو اپنے حبیب لبیب جنابِ محمد مجتبیٰ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت رکھنے والی بیویوں کو بھی اپنی مثل کہنا دائرۂ ایمان واسلام سے باہر ہو جانا تصور کرتی ہیں، وہ مرد کتنے بدنصیب ہیں، وہ کلمہ بھی پڑھتے ہیں، رسول و نبی ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں اور پھر اسی رسول و نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل محض ایک بشر ہونے کا شدومد سے اعلان و اظہار کرتے رہتے ہیں، بلکہ اس کی تبلیغ کرنے میں ہلکان ہیں، بات ذرا طول پکڑ گئی، حضرت سیدہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرنے سے قبل ہم مؤمنین و مؤمنات کی اس مقدس ماں سے عرض کرتے ہیں: امی جان! ذرا آپ ہی رہنمائی فرمایئے، براہ کرم! امی جان! آپ ہی ہمیں اپنے سرتاج آقا و مولیٰ احمد مختار سید و سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایئے، وہ کیسے تھے؟ مبارک ہو میری بہنو! لیجئے آپ کی گزارش کو شرفِ قبولیت کا شرف عطا ہوا اور ہماری درخواست نے قبولیت کا شرف

عطا ہوا اور ہماری درخواست نے قبولیت کا جامہ پہن لیا' سنئے سنئے! آپ کی مقدسہ مطہرہ عائشہ صدیقہ والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں:

ایک آسمانی آفتاب ہے اور ایک میرا دل جانی آفتاب ہے' لیکن آسمانی آفتاب سے میرا دل جانی آفتاب کہیں احسن واجمل ہے'

لوگوں کا آفتاب تو بعد از فجر طلوع ہوتا ہے مگر میرا وہ آفتاب ہے جو بعد از عشاء جلوہ فرما ہوتا ہے' یعنی آفتابِ رسالت مصطفویہ کی جلوہ گری ضوفشانی نور افگنی رات اپنے عروج پر ہوتی ہے' بالفاظِ دیگر آفتابِ رسالت کبھی غروب ہوتا ہی نہیں' نیز حضرت اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا سے کسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا ذکر کیا اور حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا کا حسنِ یوسفی پر فریفتہ ہو جانے کی بات کی تو آپ سے رہا نہ کیا اور یہ نفیس شعر فی البدایہ ارشاد فرمایا:

لوافی زلیخا لو داتین حبینہ
لاثرن بالقنع القلوب علی الیہ

حضرت زلیخا کو ملامت کرنے والی (مصر کی) عورتیں اگر حسنِ محمدی کی ایک جھلک دیکھ پاتیں تو اپنے ہاتھ کاٹنے کے بجائے دلوں کو چیر کر رکھ دیتیں۔

مل لیندی نہ یوسف نوں خود آپ ہی کو جاندی
کر لیندی زلیخا جے دیدار محمد ﷺ دا
جتن دی وی خواہش نہیں مولیٰ یہ تمنا اے
اک وار میں ویکھ لواں رخسار محمد ﷺ دا
کدی خواب چ ہو جاوے دیدار محمد ﷺ دا
دن رات میں کردی رہواں اظہار محمد دا
پر ہوون تے اڈ جاواں اک پل نہ رہواں اتھے

جا ویکھاں مدینے وچ دربار محمد ﷺ دا
بے مثل نبی سوہنے رکھے جو عقیدہ ایہہ
اوہ بخشیا جاوے گا حب دار محمد ﷺ دا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میری بہنو! کیا عرض کروں! رواں جان کے ذکر نے مجھے اتنا سرشار کر دیا کہ تمہیدی کلمات میں ہی مست ہو کر رہ گئی' اب ایک بار پھر وہی آیت کریمہ سماعت فرمایئے جسے میں نے اپنی تقریر کا عنوان بنایا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا نِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۔

اے نبی کی بیویو! تم تمام جہان کی عورتوں سے بے مثل ہو۔

میری بہنو! آیئے ہم سیّد عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور غلامی پر جتنا فخر و ناز کریں کم ہے' ہم کس قدر خوش نصیب ہیں کہ کس آقا کی کنیزیں ہیں' کس مخدوم کی خادمائیں' کس مالک و دانا کے در کی مانگت ہیں' کس مولیٰ کی نیازمند ہیں' کس شہنشاہ کے در کی بھکارن ہیں' کس محبوب کی محبّ ہیں اور کسی معشوق کی پرستار ہیں۔

سبحان اللہ! ہم اس محبوب کی مدح خواں ہیں جس کی نسبت اور تعلق سے حبشی عربی بنے' کانٹے پھول ہوئے تھے' خربوزے اور زہر شہد سے بدل گئے' جن کی نگاہِ لطف سے مشرک مؤمن کافر مسلم ہوئے' جن کی نظر کرم سے ادنیٰ' اعلیٰ اور اعلیٰ اولیٰ کی منزل تک جا پہنچے اس لئے کہ جس کو بھی حضور پر نور سے ہوئی وہ بے مثال و بے مثل ہوتا گیا' کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ہر چند کہ میں نقش کف پا بھی نہیں ہوں
نازاں ہوں کہ نسبت ہے مجھے نام سے تیرے

میری بہنو! غور سے تلاوت کردہ آیت کریمہ پر نظر رکھئے اور نسبت خاص کے کمال و جمال کی لذت چکھئے! خداوند قدس اپنے حبیب پاک کی ازواجِ مطہرات کو نہایت پیار سے خطاب فرماتا ہے: "یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" یعنی اے نبی کی بیویو! تم تمام جہان کی عورتوں میں بے مثل ہو، تمہاری عورتوں میں کوئی بھی عورت نہیں ہے، اوّل سے آخر تک کسی ایک عورت کی کیا مجال ہے کہ آپ کی ہمسری و مثلیت کا دم بھر سکے۔

کوئی شہزادی ہو، کوئی ملکہ ہو　　کوئی صفیہ ہو کوئی جمیلہ ہو
کوئی محبوبہ ہو کوئی مطلوبہ ہو　　کوئی عابدہ ہو کوئی زاہدہ ہو
کوئی حافظہ ہو کوئی عالمہ ہو　　کوئی محدثہ ہو کوئی مفسرہ ہو

الغرض! کوئی کیسی ہی نسبت رکھتی ہو مگر جس نسبت سے خاص سے تمہیں مخصوص کر دیا گیا ہے، یہ نسبت کسی خاتون کو نہ حاصل ہوئی نہ ہی ہو سکے گی کیونکہ تمہاری نسبت اس خاص ذات صفات سے ہے جو ہر اعتبار، ہر لحاظ، ہر بات اور ہر وصف میں ہر ایک سے منفرد و ممتاز ہے، جو بے مثل بھی ہیں اور بے مثال بھی، ایک بار اس بے مثال محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیجئے!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

میری بہنو! یہ بات اپنے دل پر نقش کر لیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام حرم، اہل بیعت ہیں کیونکہ اہل بیعت کا معنی ہے: گھر والے، اور حضور پر نور کی تمام بیویاں گھر والی ہیں، لہٰذا روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیویاں اہل بیت نبوت و رسالت ہیں، اب آیت کریمہ کے پہلے کلمات کی طرف

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ'' اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویو! اندازِ تخاطب پر غور کریں یا صرف ندا ہے اور اسی حرف ندا سے اللہ تعالیٰ یہاں ازواجِ مطہرات مصطفیٰ کو خطاب فرما کر انہیں بے مثل قرار دے دیا ہے اور کہیں براہِ راست اپنے پیارے حبیب کو اسی ندا سے پکارتا ہے:

''یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ، یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ، یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ، یٰسٓ'' جس سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ایسے اندازِ خطاب سے لوازمات نبوت کو اپنانے کی تاکید کی جا رہی ہے، پتہ چلا کہ محبوب اور محبوب کی نسبت پانے والوں کو کلمہ یا سے پکارنا سنتِ الٰہیہ اور منشائے خداوندی ہے، اس لئے جملہ سنی مرد و زن اپنے پیارے نبی کو یا نبی اللہ! یا حبیب اللہ! یا رسول اللہ! یا محبوب اللہ! کہتے ہوئے پکارتے ہیں اور اپنے ایمان و ایقان کی دولت میں اضافہ کرتے ہیں، بعض لوگ ان محبت بھرے کلمات ندائیہ سے انکار کرتے ہیں اور آتشِ بغض و حسد سے جلتے رہتے ہیں، اسی بناء پر امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اہل عشق و محبت سے فرماتے ہیں:

غیظ سے جل جائیں بے دینوں کے دل   یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے!

اسی لئے میری تو بارگاہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہی گزارش ہے، یہی التماس، خواہش اور التجا ہے:

کراں میں تیریاں تھاتھاں تے باتاں یا رسول اللہ!
گزاراں اس وظیفے وچ میں راتاں یا رسول اللہ!
میں ہر محفل سجاواں، پڑھدی نعتاں یا رسول اللہ!
کراں میں پیش انجو ای سوغاتاں یا رسول اللہ!

القصہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت و تعلق کے صدقے امہات

المؤمنین، ازواجِ مطہرات، سیّد المرسلین کے اس قدر مدارج و مراتب ہیں کہ قرآن مجید ان کی عفت و عصمت اور طہارت و پاکیزگی کا اعلان فرماتے ہوئے انہیں مؤمنین کی مائیں قرار دیتا ہے: ''مَا اَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں ایمان والوں کی مائیں ہیں، خاص کر حضرت سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، تو وہ اُم المؤمنین ہیں جن کی شان میں سورہ نور نازل ہوئی جن کے گھر کو رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک اپنا مستقل مسکن بنایا ہے، حضور پرنور آج بھی صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ فرما ہیں، جہاں ستّر ہزار فرشتے ہر دن اور ستّر ہزار فرشتے ہر رات کو صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کیلئے حاضر ہوتے رہتے ہیں اور جس گھر کی زیارت سے زائرین کو جنتی ہونے کا مژدۂ جانفزا سنایا گیا ہے، جسے روضۃ من ریاض الجنۃ کی سعادت ابدی سے متعارف کرایا۔

اس طرح روضہ نور، اس طرف منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی کیاری پیاری پیاری واہ واہ

میری بہنو! یہ وہ بے مثل، پاکباز، پاکیزہ خیال محبوبِ خدا کی محبوب بیویاں اور ایمان والوں کی مقدس مائیں ہیں، جنہیں ہر دم، ہر لمحہ، ہر ساعت، ہر گھڑی دامن محبوب سے وابستگی حاصل تھی اور ہے انہیں محبوبِ اکرم کا وہ قرب مطلق حاصل ہے جو انہیں کا ازلی، ابدی، سرمدی حصہ بنا، روزِ حشر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہا حضور پُرنور کی معیت میں ہوں گی، وہ وہی ہوں گی جہاں شافع محشر ہوں گے، اللہ اللہ! سبحان اللہ! حضور پُرنور کی ازواجِ مطہرات کی کس قدر شان و رخصت اور عظمت و مرتبت ہے جہاں کسی کا وہم وگمان اور تصور وخیال تک نہ پہنچ پائے، وہاں محبوب خوالجال پہنچے اور جہاں مصطفیٰ و مجتبیٰ کی ذات پہنچے وہاں ازواج مطہرات پہنچیں۔

سیدہ صدیقہ! سیدی شان کے کیا کہنے، شمار ازواج مطہرات کی صف میں کچھ

اس انداز سے ہوا کہ اکثر امہات المؤمنین تو اپنے اشتیاق سے حضور پرنور کے نکاح میں آئیں، لیکن ام المؤمنین عائشہ صدیقہ تیرے لئے تو خود قادر مطلق کو اشتیاق تھا کہ میرے محبوب پاک کے ساتھ خاص الخاص نسبت ہو اور نکاح میں آئیں، سب کے نکاح فرش پر ہوا کرتے ہیں، لیکن تیرا نکاح عرش پر کیا گیا۔ پیاری پیاری اسلامی بہنو! یہ حدیث شریف میں ہے کہ جب اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں اور حضور پُرنور غمناک ہوئے تو حضرت جبریل فوراً ایک سبز ریشمی جنتی دوپٹے پر حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر پر سجائے بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''ھذہ زوجتك فی الدنیا والاخرۃ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ سے ایسی محبت ومودت، الفت اور پیار تھا جس کی مثال نہیں، چنانچہ آپ کی رفیقہ وحبیبہ دنیا وآخرت نے ایک دن دریافت کر ہی لیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کس سے زیادہ محبت رکھتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے ساختہ فرمایا: عائشہ صدیقہ سے! سیدہ پھر عرض کرتی ہے: مردوں میں کس سے زیادہ محبت ہے؟ ارشاد فرمایا: ''ابوھا'' عائشہ کے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں، غرضیکہ یہاں محبت کی مرکزیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے، اسی کی نسبت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کا اظہار فرمایا گیا ہے اور پھر اس سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا سے شدتِ محبت کا حقیقی سبب یہ ہے کہ ذاتِ حقیقی کا مشاہدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس صورتِ مقدسہ میں ہوا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مشاہدۂ حق آتشی درخت کی صورت میں ہوا، سیّد عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ عائشہ صدیقہ سے محبت حقیقت میں عین ذات

پاک سے محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ ام المؤمنین استراحت فرما ہوتیں اور حضور پرنور نماز تہجد ونوافل میں مشغول ہوتے تو بسا اوقات ایسی صورت پیش آ جاتی کہ آپ عین حالت نماز میں عائشہ صدیقہ کے پاؤں کو ہاتھ مبارک لگاتے تو آپ اپنے قدم مبارک سمیٹ لیتیں اور حضور پُرنور امام الساجدین رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں سجدہ فرما ہو جاتے، سبحان اللہ! کسی نے کیا خوب کہا:

جی چاہتا ہے قدرتِ صانع پہ ہوں نثار
تجھ کو بٹھا کے سامنے یاد خدا کروں

یہ وہ خاص الخاص خصوصیات ہیں جو کسی نبی ورسول کی بیوی کو حاصل نہ ہوئیں، آپ خود ارشاد فرماتی ہیں: تین نعمتیں جو مجھے عطا ہوئیں وہ کسی اور نبی ورسول کی بیوی کے نصیب میں نہ آئیں، ایک یہ کہ محبوبِ خدا شفیع روزِ جزا نے میرے حجرہ مبارک میں وصال حق فرمایا، وہی حجرہ مقدسہ منورہ جسے گنبد خضراء سے سجایا گیا، جہاں ہر وقت ملائکہ کی قطاریں لگی رہتی ہیں، عشاقِ خدا کارانہ انداز میں نثار ہوتے رہتے ہیں جو عشقِ حقیقی کا صغریٰ اور عرشِ معلیٰ سے افضل واعلیٰ ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جب حضور پرنور شفیع یوم نشور نے وصال باکمال فرمایا تو آپ کا سر اقدس میری گود میرے سینے پر تھا اور میری ٹھوڑی آپ کے سر مبارک کو چھو رہی تھی، اللہ اکبر! سبحان اللہ! ماشاء اللہ!

میری پیاری بہنو! دونوں عالم کو سہارا دینے والے نے بوقت وصال حضرت صدیقہ کا سہارا لے رکھا ہے جن کے نقوشِ پا کو چوم کر جبریل سید الملائکہ، افضل الملائکہ کہلائے، قربان جاؤں حضرت عائشہ صدیقہ نے اسی ہستی لاجواب اور وجود عدیم المثال کو کلاوے میں لے رکھا تھا بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ محبّ اور محبوب کے قرب مطلق کا نقشہ کھینچ رکھا تھا، تیسری خصوصیت یہ ہے کہ بوقت وصال محبوبِ رب ذوالجلال

میرے لعاب دہن کا آپ کے لعاب دہن سے اتصال تام ہوا، یعنی دوئی کا مل اختتام ہوا، وہ یوں کہ طاہرہ اطہر و مطہر محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کا بکثرت التزام فرماتے، بوقتِ وصال حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہِ رسالت مآب ہوئے ان کے پاس مسواک تھی، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک دیکھتے ہی حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: مجھے اشارہ فرمایا فوراً میری سمجھ میں آیا، میں نے مسواک اپنے ہاتھ میں دبایا، منہ میں رکھ کر اچھی طرح چبایا اور پھر محبوبِ کریم کے ہاتھ تھمایا جسے آپ نے استعمال فرمایا، ان آخری لمحات نے قدرتِ کاملہ نے میرے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن کو ملایا، گویا کہ مجھے جملہ ازواجِ مطہرات میں سرفراز فرمایا، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ رب العزت میں عرض گزارا رہتے، خدایا جہاں تک ازواجِ مطہرات کے مساوی حقوق کی ادائیگی کا معاملہ ہے وہ میں پوری طرح ادا کرتا رہتا ہوں مگر میری دلی کیفیت کا یہ عالم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا دم بھرتا ہوں، کئی بار آپ نے صدیقہ سے فرمایا: جب سے میرے پاس تیری جلوہ نمائی ہوئی ہے ہر حال میں ترقی میرے حصے میں آئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ عائشہ صدیقہ سے نہایت محبت و مودت سے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ جھن فریف بھی اقتداء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحب الٰہی یعنی اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے محبت فرض ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی ہے اور بہ عین محبت الٰہی ہے۔

میری بہنو! جب ہمیں اپنے ماں باپ سے محبت و مودت کا حکم ہے تو جو ہماری ماؤں اور باپوں کی بھی مائیں ہیں، ان سے محبت و مودت تو بشرطِ اولیٰ لازم و واجب ہے یعنی ان کی تعظیم و تکریم اور ان کے حالات و واقعات کو ادب و احترام سے بیان

کرتے رہنا، ان کی یاد تازہ رکھنا، ان کے ارشادات وہدایات پر عمل کرنا۔

خلقِ عظیم

میری بہنو! فی زمانہ عورتیں اکثر اپنے خاوندوں کے گلے، شکوے کرتی رہتی ہیں، ان کے اطوار وکردار پر انگلیاں اُٹھاتی ہیں، ان کی جانب سے دکھ، درد اور تکلیف کو اجاگر کرتی ہیں، گویا کہ ان میں کسی قسم کی نرمی اور پیار پایا ہی نہیں جاتا، ان کی تنگی، ترشی کا اظہار، ان کا معیار بناتی ہیں مگر امہات المؤمنین ازواج مطہرات نے حضور پرنور کی ذات ستودہ صفات کو خوب پہچانا، آپ کی شانِ ارفع واعلیٰ اور آپ کے شمائل جمیلہ اور فضائل حمیدہ کو خوب سمجھا اور مانا، پھر آپ کی ایک ایک صفت کو قرآن گردانا، چنانچہ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک دن پوچھا گیا، سید المرسلین رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق کیسا تھا؟ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ فرمایا:

"کان خلقه القرآن" "آپ کا خلق قرآن ہے، سبحان اللہ!

رب العلمین نے حضور پرنور کے اخلاق کو عظیم فرمایا۔

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" تو ام المؤمنین نے آپ کے خلق کو قرآن کریم قرار دیا، خلق ایک صفت ہے اور قرآن نور ہے۔

"وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا" اگر اس میں ذرا غور وفکر اور تدبر کیا جائے تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت نور ہوئی اور ذاتِ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے متعلق ان کا کیا عقیدہ ہوگا۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

میری بہنو! اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو اس لئے بھی بے مثل فرمایا کہ ان کی نسبت بے مثل، ان کے احوال بے مثل، ان کے

تصورات بے مثل، ان کے خیالات بے مثل، ان کے عقائد و نظریات بے مثل، کیونکہ ان کے سرتاج بے مثل، اللہ کے یار بے مثل، حبیب غفار بے مثل، انبیاء کے تاجدار بے مثل تھے۔

اللہ کے محبوب کو بے مثل بنایا ہاں جسم نہیں ہے تو واں سایہ نہیں ہے

آیت تیمّم اور سیدہ عائشہ صدیقہ

ہوں میرے ماں باپ قرباں اس مقدس نام پر
عائشہ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر
رتبہ ہے بڑا تیرا تیری شان بڑی ہے
اے مادرِ اُمت میرا ایمان یہی ہے

میری بہنو! مختار دو عالم، رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لا رہے تھے کہ ایک جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ٹھہرنے کا حکم فرمایا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کی معیت میں تھیں، اسی اثناء میں سیدہ کا ہار گم گیا، تلاش کے باوجود دستیاب نہ ہوا، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھے استراحت فرماتے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام نے عرض کیا: نماز میں تاخیر واقع ہو رہی ہے اور خدشہ ہے کہ کہیں نماز قضا نہ ہو جائے اور یہاں تو قرب و جوار میں پانی کا نشان بھی نہیں ہے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پریشانی سے بے تاب حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس آ کر ان کی پسلی میں زور سے ہاتھ مارا اور نہایت غصے سے کہا: بڑی عجیب بات ہے تمہاری وجہ سے کوئی نہ کوئی پریشانی لاحق ہو جاتی ہے، یہ فرماتے ہوئے صدیق ہاتھ سے دباتے جا رہے تھے مگر سیدہ عائشہ صدیقہ بے حس و حرکت باپ کی تکلیف کو برداشت کر رہی تھی تا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام

میں خلل واقع نہ ہو۔

مقامِ غور

معاملہ نماز کا ہے،

نماز فرض خدا ہے،

اس کی چابی وضو ہے،

وضو نہیں تو نماز نہیں،

گویا کہ آج نماز جاتی ہے،

صدیق اپنی بیٹی سے ناراض ہو رہے ہیں،

تیرے سبب آج صحابہ پریشان ہیں،

پانی نہیں نماز کیسے ادا کریں،

نماز والا یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے،

ارشاد فرماتا ہے: جبریل!

جبریل عرض گزار ہے:

یارب جلیل! حکم فرمائیے! جبریل صدیق سے کہئے! عائشہ پر ناراضگی کیوں؟ پانی نہیں ملتا تو نہ ملے، مگر ہمیں عائشہ کی تکلیف برداشت نہیں، سنئے:

آج کے بعد ایسے نازک مراحل میں

تیمّم سے نماز ادا کرنا تمہارا کام

اور نمازیں قبول کرنا ہمارا کام

سبحان اللہ!

سیدہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کے وسیلے سے وضو کا نعم البدل تیمّم، امت کو عطا فرما دیا گیا پوری امت کیلئے اب ضابطہ حیات بن گیا۔

بیمار ہیں تو تیمّم کریں'
معذور ہیں تو تیمّم کریں'
پانی نہیں تو تیمّم کریں'

خدا قرآن مجید کا اعلان تو سماعت فرمایئے (سورۃ النساء)

جب تم میں سے کوئی بیمار ہو یا مسافر یا قضائے حاجت سے فراغت کے بعد آئے یا اپنی بیویوں سے قربت حاصل کریں اور پانی نہ پائیں تو پاکیزہ مٹی سے چہرے اور ہاتھوں کو مَس کریں' بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مغفرت فرمانے والا ہے۔

اس آیت کے نزول کے وقت حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہا خوشی سے پھولے نہ سمائے تھے اور نہایت جذبات کے عالم میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو با آوازِ بلند پکار رہے تھے: مبارک ہو! مبارک ہو! سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی برکات و ثمرات سے قیامت تک کیلئے تیمّم ایسی بے مثال نعمت کی شکل میں انعام عطا ہو گیا اور یوں خراجِ تحسین وتبریک پیش کر رہے تھے: "ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر" اے آل ابوبکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت ہی نہیں ہے' بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آل واولاد کی بے شمار برکات ہیں جن سے امت مسلمہ کا دامن ہمیشہ بھرا رہے گا۔

سند تکمیل

میری قابل صد احترام اور لائق تعظیم وتکریم بہنو! ایک دن نبی مکرم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کمل من الرجال کثیرا ولم مکمل من النساء الا مریم بنت عمران وآسیہ امراۃ فرعون وفضل عائشہ علی النساء کفصل الثرید سائر الطعام ۔(بخاری شریف)

مردوں میں تو بہت سے کامل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ زوجہ فرعون اور عائشہ، نیز عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر۔

آج کل اسناد کا بڑا رواج ہے، ہر کالج، سکول، یونیورسٹی، مدراسِ دینیہ کے نصاب کی تکمیل پر سندیں تقسیم کی جاتی ہیں مگر کسی سند کے حاصل کر لینے پر بھی طالبات اپنے آپ کو مکمل تصور نہیں کرتیں، ایک سند کے بعد دوسری سند کیلئے تگ و دو ہے، دوسری کے بعد تیسری کیلئے پاپڑ بیلے جا رہے ہیں، جیسے جیسے اسناد حاصل کرتی جاتی ہیں ویسے ویسے اور ناقص ہوتی جاتی ہیں یہاں تک کہ جن خواتین کے پاس یونیورسٹی، کالج کے ڈپلومے اور اسناد ہیں ان میں اتنی ہی بے حیائی، بے حجابی بڑھتی جا رہی ہے، شرافت کو تار تار کیا جاتا ہے، سر پر دوپٹہ ہی نہیں، غیروں سے ملنا، ہاتھ ملانا گویا کہ معراج نسوانیت ہی یہی ہے، بال بھی بوجھ بن رہے ہیں، منہ اور سینہ کھلا رکھنے میں فخر محسوس کرتی ہیں، اس کے برعکس یہ جدید تعلیم سے آراستہ نہ ہوتیں تو کتنا اچھا تھا، عصمت و عفت، عزت آبرو محفوظ رہتی، انہیں تو امہات المؤمنین ازواجِ مطہرات سے سبق سیکھنا چاہیے تھا مگر

وائے ناکامی متاعِ کاررواں جاتا رہا
کاررواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

میری بہنو! جذبات کے عالم میں میری بات خاصی طویل ہوتی جا رہی ہے، آیئے اس عظیم ماں کے حضور گردنیں خم کر دیں جنہیں سند تکمیل امام المرسلین، رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرما رہے ہیں، وہ کون ہے وہی جو میری اور تمام مؤمنین و مؤمنات کی باعظمت باوقار ماں عائشہ صدیقہ ہے، رضی اللہ عنہا۔

سیدہ عائشہ اور سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مابین نورانی مکالمہ

میری بلند مرتبت اسلامی بہنو! خواتین میں بعض اوقات اپنی اہمیت و حیثیت،

قدر و منزلت، عزت و رخصت کے باعث عموماً مکالمات ہو جایا کرتے ہیں، ایسے ہی ایک دن ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے مابین نہایت ایمانی، روحانی اور نورانی مکالمہ ہوا، جس کو نباض فطرت شاعر دانش و حکمت، تلمیذ الرحمٰن رحمۃ للعلمین حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب مستطاب مثنوی شریف میں منظوم فرمایا، آپ فرماتے ہیں:

گفتگوے رفت در خانہ رسول   درمیان صدیقہ و زہرا بتول

ایک دن نبی اکرم رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہما کے مابین یوں مکالمہ ہوا:

گفت مادر من از تو افضلم   زانکہ من وصفہ از جسم مرسلم

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت محبت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض گزار ہوئیں: اے میری والدہ محترمہ! میں آپ سے افضل ہوں کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم انور کا ایک نوری ٹکڑا ہوں۔

تو از صدیقی تو با انصاف باشی   فرق در صدیق و مصدوق است فاشی

آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کی نورِ نظر اور لخت جگر ہیں جبکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورِ نظر اور لخت جگر ہوں، صدیق اور رسول میں جو فرق ہے وہ بالکل واضح ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا: بیٹی ہمارے اس مکالمے کا فیصلہ آج نہیں کل بروزِ قیامت ہوگا۔

چوں بود روز جزا اے نیک کیش   ہر یکے را پایۂ بر مقدرود خویش

اے نیک سیرت شہزادی! جب یومِ جزاء آئے گا تو ہر ایک کا مرتبہ اس کے مقدر کے مطابق ہوگا، میری پیاری بیٹی فاطمہ! یہ بات تو آپ نے اپنے والد محترم سے کئی بار سنی ہوگی کہ قیامت کے دن نیک بیویاں نیک خاوندوں کے ساتھ جنت میں جائیں گی۔ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا گویا ہوئیں: ہاں امی جان! بات تو سہی ہے ایسے ہی میں نے اپنے ابا جان، محبوب وانس وجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت فرمایا ہے، اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب محشر کے دن اللہ رب العزت کی طرف سے فیصلہ ہوگا، عائشہ جایئے جنت میں اور فاطمہ آپ بھی جنت میں جایئے تو بیٹی! جنت میں آپ بھی جائیں گی اور جنت کی طرف میں بھی روانہ ہوں گی لیکن جنت میں جانے کا ایک انفرادی وامتیازی فرق بھی ہوگا۔

امی جان! وہ امتیازی فرق کیا ہوگا؟ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں:

من یا احمد ہاشم و تو با علی
فرق کن در ایں و آں گر عاقلی

بیٹی فاطمہ! جنت میں آپ بھی جائیں گی اور جنت میں میں بھی جاؤں گی لیکن آپ جنت کی طرف روانہ ہوں گی تو تیرے ہاتھ میں علی کا ہاتھ ہوگا اور میرے ہاتھ میں نبی کا ہاتھ ہوگا، سبحان اللہ! کیا روح پرور، ایمان افروز مکالمہ ہے، ذرا آگے سماعت فرمائیں:

جوں شنیہ ایں فاطمہ بگریست زار
خواست صدیقہ گرفتش در کنار

یہ سنتے ہی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا رو پڑیں، حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فوراً گلے سے لگایا اور نہایت شفقت و پیار اور محبت سے فرمایا: بیٹی! یہ تو دلیل کا دلیل سے جواب تھا۔

اے نشانی روئے احمد روئے تو
من کجا ہاشم ازیں یک موئے تو

پیاری فاطمہ! آپ تو میرے محبوب کے رخِ زیبا کی یادگار نشانی ہیں، میں کون

ہوں! میں تو آپ کے موئے مبارک پر قربان!!

سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ جانِ احمد کی راحت پر لاکھوں سلام

حبیبۂ حبیبِ خدا حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

پیاری اسلامی بہنو! حضرت عائشہ صدیقہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری زوجہ محترمہ اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، ام العبداللہ کنیت پائی کیونکہ انہوں نے بارگاہِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا تھا کہ ہر خاتون نے کنیت پائی ہے، مجھے بھی کنیت عطا فرمایئے، چنانچہ آپ نے فرمایا: اپنے بھانجے کے نام پر اُم عبداللہ رکھ لیں، یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کی ہمشیرہ کے ہاں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرزند پیدا ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈال کر فرمایا: یہ عبداللہ ہیں اور تم اُم عبداللہ! حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد جس خاتون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زوجیت میں اوّل ہونے کا شرف نصیب ہوا وہ آپ ہی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار صد درہم آپ کا حق مہر ادا فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِضُونَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا“ (الایۃ) نازل ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکماً فرمایا: اپنے والدین سے اس اختیار کے بارے میں مشورہ کریں کیونکہ آپ کو ان سے محبت تھی اور اختیار میں یہ احتمال تھا کہ جوانی کے باعث کہیں علیحدگی کو اختیار نہ کریں! مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اللہ و رسول کو اختیار فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اسی طرح تمام امہات المؤمنین کو اختیار کا حکم دیں! حالانکہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ کے والدین بھی ان کی حضور سے علیحدگی کو برداشت نہیں کریں گے، حضور نے فرمایا: اگر امہات المؤمنین نے اس سلسلہ میں آپ کے عمل کو دریافت کیا تو ضرور آگاہ کروں گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم کتاب وحکمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے، مجھے نرم دل تخلیق فرمایا ہے، جب ان تمام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطابق ہی عمل کیا تو ان کی حوصلہ افزائی کیلئے یہ آیت نازل فرمائی اور جاہلیت کا اختیار ختم کر کے رکھ دیا۔ عطاء بن ابی رباح کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے زیادہ فقیہہ، عالمہ اور حسین تھیں، رضی اللہ عنہا۔

فائدہ

فقہ ایک ایسا علم ہے جس میں غالب حصہ ظن کا ہوتا ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے کوئی شخص جس علم میں کمال پاتا ہے اسے اسی علم کا عالم کہا جاتا ہے، لہٰذا ہر فقہ علم ہے مگر ہر علم رکھنے والا فقیہ نہیں ہوسکتا اور انبیاء کرام کو فقیہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کا علم ظنی نہیں یقینی ہوتا ہے، جو منجانب اللہ ہے! حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امہات المؤمنین کے علوم ومعارف کو اور جہاں کی تمام عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے اعلیٰ وافضل ہوگا۔

صورت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور پیغام سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا نکاح آپ سے فرمادیا ہے، ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک تصویر تھی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ میں جنت میں حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی زوجہ ہوں تو تو میں ہر قسم کے غم سے بے نیاز ہو گئی!

تصدیق صورت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغموم رہا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے آپ کا نکاح آسمان پر ایک کنواری خاتون سے فرما دیا جس کی صورت اس تصویر کے مشابہ ہے اور اس خاتون سے زمین پر نکاح فرمالیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام پہنچانے والی خاتون کو بلایا اور تصویر دکھا کر فرمایا: کیا تو اس صورت کے مشابہ عورت کو جانتی ہے، وہ عرض گزار ہوئی: ہاں! یہ حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کی صورت ہے! چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: یہ دیکھئے! کیا آپ کی بیٹی کی صورت ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! یہ عائشہ کی صورت ہے! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عائشہ سے میرا نکاح آسمان پر فرما دیا اور حکم دیا: زمین پر آپ نکاح فرمالیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ تو ابھی کمسن ہے، آپ نے فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم ہے پھر بھی اس نے میرے ساتھ نکاح فرمایا، اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب گھر آئے تو ایک پرات چھواروں کی انہیں کے ہاتھوں بھیج دی اور فرمایا: بیٹی! عرض کرنا میں وہی ہوں جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوئی اور میں نہیں جانتی کہ میں آپ کے ہاں قابل ہوں یا نہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح عرض کر دیا، آپ نے فرمایا: عائشہ ہم نے آپ کو قبول فرمالیا ہے! جب وہ نو سال کی تھیں، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نو سال تک رہیں، جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو

آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ روضہ میں ہے کہ ماہِ شوال میں نکاح کرنا مستحب ہے۔ تحفۃ العروس نزہۃ النفوس میں ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن نکاح کرنا باعث برکت ہے جب کسی خاتون سے نکاح کا ارادہ ہو تو پیغام نکاح سے قبل اسے دیکھ لینا مسنون ہے، اگرچہ عورت اجازت نہ بھی دے حالانکہ اسے دوبارہ دیکھنا بھی جائز ہے، اگر دیکھنے کا موقع میسر نہ ہو تو کسی خاتون کو بھیج کر اس کی کیفیت کو معلوم کرائیں۔

اگر کسی باکرہ خاتون نے کسی شخص کو نکاح کا پیغام دیا مگر اس کے والد نے قبول نہ کیا، پھر اس عورت نے ازخود اس شخص سے نکاح کر لیا لیکن باپ نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو پہلا نکاح ہی صحیح و درست تسلیم کیا جائے گا، یہ شوافع کے نزدیک ہے اور حنفیہ کے نزدیک پہلا نکاح ہی درست قرار دیا جائے گا (بشرطیکہ کوئی اور صورت درپیش نہ ہو)۔

خصوصی دعا کی درخواست

ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خصوصی دعا کی درخواست کی تو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں دعا فرمائی: الٰہی! عائشہ بنت ابوبکر کو ظاہری و باطنی مغفرت سے بہرہ مند فرما! اس سے کسی قسم کی خطاء ولغزش واقع نہ ہو!

پھر آپ نے دریافت فرمایا: عائشہ! کیا اس دعا پر خوش ہو!

عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نیز فرمایا: عائشہ! اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں اپنی تمام امت کیلئے شب و روز دعائے مغفرت و بخشش کرتا رہتا ہوں! اور فرشتے میری دعا پر آمین کہتے رہتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر، حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دن حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی فراخی سے باتیں کر رہی ہیں، اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیشہ نیازمندی اختیار کرو! جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے آئے تو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کی رضا کے مطلق باتیں کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پھر آنا ہوا تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بہت خوش پایا تو آپ بھی بہت خوش ہوئے۔

آپ جائیے یہ ہمارا اپنا معاملہ ہے!

ایک دفعہ کسی بات پر طرفین کے درمیان شکر رنجی ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا، انہوں نے حضور سے اتنی ہی بات کو بھی ناپسند کیا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سختی سے ہدایت فرمانے لگے، حضور نے فرمایا: آپ جائیے یہ ہمارا اپنا معاملہ ہے، اور مسکرا دیئے۔

تقسیم شیرینی یا تبرک

ایک مرتبہ کسی معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے شکر رنجی ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: عائشہ کو راضی کیجئے! چنانچہ آپ آئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئیں، چنانچہ اس صلح پر حضرت جبرائیل علیہ السلام شیرینی لے کر آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب آپ نے ہماری طرف سے صلح کو قبول فرمایا تو خوشی و مسرت کے لئے شیرینی بھی ہماری طرف سے قبول کریں۔

کتاب الحقائق میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آسمانوں پر میرا نکاح فرمایا، فرشتوں کو گواہ بنایا تو چالیس روز تک دوزخ کے دروازے بند کر دیئے اور جنت کے دروازے کھول دیئے۔

آپ نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اخلاق میں ریشم کی طرح اور اخلاص میں خوشبو کی مانند ہیں، تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلقیس جہان بھر کی خواتین میں نہایت حسین و جمیل تھیں وہ جنت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج میں سے ہے، اس پر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وہ مجھ سے بھی زیادہ حسین و جمیل تھیں، آپ نے فرمایا: تم جنت میں ان سے زیادہ حسن کی مالک ہوں گی!

عرائس البیان میں ہے: جب حضرت بلقیس رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمالیا!

دعوتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ محبّ طبری علیہ الرحمۃ، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کھانا تیار کیا اور آپ کو دعوت دی، آپ نے فرمایا: کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی مدعو کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں! آپ نے تین بار دریافت فرمایا: کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی دعوت ہے، وہ عرض گزار ہوئے: ہاں! تو پھر آپ دونوں اس کے گھر تشریف لے گئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ میرا باہر جانا ہوا تو حضور نے تفریحاً

فرمایا: آیئے دوڑ لگایئے! چنانچہ میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے حضور نے مجھے آگے نکل جانے کا موقع فراہم کیا‘ پھر جب میرے بدن نے قدرے موٹاپا پکڑ لیا تو دوڑ میں میں پیچھے رہ گئی‘ آپ نے فرمایا: اس دن کا بدلہ ہوا‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بخار میں مبتلا پایا‘ فرمایا: بخار کو بُرا نہ کہو میں تجھے ایک وظیفہ فرماتا ہوں اسے پڑھو‘ بخار اتر جائے گا‘ چنانچہ آپ نے یہ وظیفہ مرحمت فرمایا: ”**اللّٰھم ارحم جلدی الرقیق وعظمی الدقیق من شدة الحریق یا ام مارم ان کنت امنت باللّٰه العظیم فلا تصاعی الراس ولا تغیری الغم ولا تاکلی الرحم ولا تشرجی الدم وتحول عنی الٰی من اتخذ مع اله الٰها آخرا**“ آپ فرماتی ہیں: جب میں نے یہ کلمات پڑھے تو بخار اتر گیا‘ صحت بحال ہوگئی۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت مجھے شدید درد تھا‘ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اپنے ہاتھ سے سات بار مقام درد پر مسح کرو اور یہ کلمات پڑھو: ”**اعوذ بعزة اللّٰه وقدرته من شر ما اجد**“۔

میں نے جیسے ہی ان کلمات کو پڑھا‘ درد رفع ہوگیا‘ پھر میں ان کو اپنے اہل وعیال اور دوسروں کو پڑھنے کی تاکید کی۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مرض کا جوش رات کو کم ہو جاتا ہے کیونکہ رات دن سے سرد ہے اور غذارات کو ہضم ہوتی ہے‘ نیز یہ بھی کہا کہ رات کو مریض اپنے مرض کو اس لئے زیادہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا دل بہلانے والا نہیں ہوتا۔

خصوصیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے دیگر عورتوں کی بہ نسبت چند خصوصیتیں حاصل ہیں‘ شکم مادر میں میری تصویر بننے سے قبل ہی نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری صورت دکھائی گئی، مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے زیادہ پیار عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں میری برأت کا اعلان فرمایا، حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے علانیہ فرمایا: ام المؤمنین پر افتراء کرنے والے جھوٹے اور منافق ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم انور پر مکھی بیٹھنے سے محفوظ فرمایا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کا تو سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ کسی کا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے پر نہ پڑ جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وآبرو کی حفاظت کیونکر نہ فرماتا! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے نعلین شریف کو جب نجاست لگ جاتی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر مطلع فرمائیں، اگر ایسی بات ہوتی تو حضرت عائشہ کو الگ کر دینے کا حکم بھی نازل ہو جاتا، جب آیاتِ برأت نازل ہوئیں تو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر بجالائیں، اسی اثناء میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدیق عائشہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور شکر ایسے کیا ہے جیسے کرنے کا حق ہوتا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کی فضیلت میں کیا خوب کہا:

حصــان رزان مــا تزن برئيتك ونصبح عزتی من لحوم الغوافل

آپ پارسا، عصمت مآب اور صاحب عز ووفا ہیں، کسی مکروہ بات سے متہم نہیں اور غافل عورتوں کے گوشت سے بے نیاز صبح کرتی ہیں یعنی کسی کی غیبت نہیں کرتیں۔

اور وہ اندھا ہو گیا

الزہرا القائح میں ہے کہ کسی شخص نے بیان کیا ہے کہ کوئی شخص سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازیبا کلمات کہہ رہا تھا، میں نے سنا اور خاموش رہا، رات کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا: تیرے

سامنے میری اہلیہ محترمہ کی فلاں شخص نے تنقیص کی تو خاموش رہا! تو نے اس کی مذمت کیوں نہ کی؟ وہ کہنے لگا: مجھے قدرت نہیں تھی، آپ نے فرمایا: تو جھوٹا ہے، پھر آپ نے شہادت کی انگلی سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا، جب بیدار ہوا تو اندھا ہو چکا تھا۔

اعتراض اور خوبصورت جواب

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر روافض نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو سامنے رکھتے ہوئے اعتراض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وقرن فی بیوتکن'' ''تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو'' تو جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے عراق کی طرف کیوں نکلیں؟ علمائے کرام جواباً فرماتے ہیں: آپ نے ''وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَلُوْھَا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا'' ''اگر ایمان دار دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان مصالحت کرا دو'' کو سامنے رکھتے ہوئے یہ عمل فرمایا کیونکہ یہ آیت مرد اور عورت کیلئے عام ہے، پس آپ کا صلح کیلئے نکلنا حق تھا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو حضرت لوط علیہا السلام کی ہمشیرہ ہیں اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے، جب ہجرت کے دوران جابر بادشاہ نے انہیں پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تمام حجاب اُٹھا دیئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھ رہے تھے کہ اس ظالم کی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تک رسائی نہیں ہوئی، دیواریں آئینہ بن گئیں یہاں تک کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا دل مطمئن رہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اس معاملہ میں کیوں حجاب نہ اُٹھائے گئے، جب وہ جماعت سے پیچھے رہ گئی تھیں یہاں تک کہ منافقین کو اتہام کا موقع ملا!

اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حجاب اُٹھا دیئے جاتے تب بھی منافقین یہی کہتے کہ وہ اپنی زوجہ کی پردہ پوشی کرتے

ہیں اور لوگ کسی شک میں پڑے رہتے، پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے ازخود برأت فرماتے ہوئے اعلان کیا:

سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۔

آپ بالکل طیب طاہر اور پاک ہیں، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

آپ اس بات سے بلاشبہ بری ہیں جو کچھ منافق کہتے ہیں، یہ برأت حجاب اُٹھانے سے بھی افضل ہے یہاں تک کہ آپ کے باعصمت ہونے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوب اطمینان تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کوئی ظالم غالب نہ ہوا، نیز کسی کو آپ کی طرف ہاتھ اُٹھانے کی جرأت تک نہ ہوئی! اگر کہا جائے کہ یوسف علیہ السلام کی برأت بچے کی زبان سے ہوئی جب کہ وہ خود نبی تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح ان کی برأت خدا تعالیٰ کی طرف سے کیوں نہ ہوئی؟ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ تو نبی نہیں تھیں؟ پہلا جواب یہ ہے کہ مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نبی نہیں تھا کہ اس کی زبان سے برأت کا اعلان کرایا جاتا اور یہ مناسب نہیں تھا کہ اپنی برأت کا اعلان وہ ازخود فرماتے، اس لئے بچے کی زبان سے ان کی پاکدامنی کا اظہار کرایا گیا، جسے ابھی تک بولنے کی بھی طاقت نہیں تھی اور حضرت عائشہ کی برأت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے کرائی گئی جس کی کائنات میں مثال ہی نہیں، ہاں! آپ کہاں اور کہاں بچہ؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام پر وحی کا نزول بند تھا کیونکہ آپ کو ابھی اعلانِ نبوت کا حکم ہی نہیں ہوا تھا، جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے زمانے میں نزولِ وحی کا سلسلہ منقطع تھا چنانچہ ان کی برأت بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے بچے سے کرائی! جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وقت تو وحی کا نزول باقاعدہ جاری تھا، چنانچہ بچوں کی زبانی برأت سے ابلغ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے آپ

کی طہارت و پاکیزگی اور عصمت کا اعلان ہو۔

سخاوت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روزے سے تھیں کہ سائل آیا اور آپ نے ایک روٹی اسے عطا فرمائی، اس لئے کہ آپ کے پاس اس وقت صرف ایک ہی روٹی تھی۔ عیون المجالس میں ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ کوئی درہم صدقہ و خیرات کرتیں تو اسے اچھی طرح صاف کر لیتیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو عرض گزار ہوئیں: اس لئے کہ میرا درہم فقیر کے ہاتھ میں جانے سے قبل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جاتا ہے (جیسے اس کی شان ہے)، اس پر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: عائشہ! اللہ تعالیٰ تجھے مزید توفیق عطا فرمائے! حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ رب العالمین میں عرض کیا: الٰہی! میری امت کا حساب میرے سپرد کیجئے، پھر ایک شخص فوت ہوا، جس پر چند درہم قرض تھے، آپ نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھنے سے اعراض فرمایا تو ارشاد فرمایا: آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور میرے ایک بندے سے اعراض کر رہے ہیں، میں رب العالمین ہوں، لہٰذا یہ معاملہ مجھ پر ہی چھوڑیئے کیونکہ میری رحمت کی کوئی حد ہی نہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب افتراء کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ بلکہ گھر میں ہی رکھا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ محض افتراء ہے، اگر اپنے گھر سے انہیں والدین کے گھر بھیج دیا جاتا تو افتراء کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی جو شانِ رسالت کے خلاف تھی۔

چشم فراست

حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ سورۂ نور کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ'' ایمان دار کی فراست، فراست سے ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق میں آپ کیلئے چشم فراست سے کام لینا اولیٰ تھا، اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی آزمائش کیلئے چشم فراست بند کر دیتا ہے۔

نوادر الملح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حاجت کا علم آپ سے پوشیدہ رکھا، حالانکہ آپ اکرم الخلق ہیں، اس لئے کہ نجومی اور کاہن کی بات غلط ہو، ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے بارے میں جانتے تھے؟ عرض کیا: ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم نے مجھے کیوں اطلاق نہ دی! جبرائیل عرض گزار ہوئے: اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا تھا اور حکم ہوا: جبرائیل امتحان میری طرف سے ہے تو برأت کا اعلان بھی میری طرف سے ہی ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے چار سال بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں بعمر ۶۸ سال ۵۸ھ میں وصال فرمایا، حضوت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ بقول امام نووی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ایک ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں۔

الحمد للہ! تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، آپ سے بھی اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کی مدنی التجاء ہے، عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدنی قافلے بھی سنتوں کی تربیت کیلئے قریہ قریہ، شہر شہر، ملک بملک سفر

کرتے رہتے ہیں، آپ بھی اپنے گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر پر آمادہ کیجئے اور انہیں تیار کر کے مدنی مرکز بھیج دیجئے۔ آپ کے شفقت فرمانے سے اگر آپ کا کوئی عزیز مدنی قافلے کا مسافر بن گیا تو اُس کے ساتھ ساتھ آپ کا سینہ بھی مدینہ بن جائے گا۔

خوش نصیب اسلامی بہنیں فکرِ مدینہ کرتے ہوئے مدنی انعامات پر عمل کرتی ہیں، آپ بھی ۶۳ مدنی انعامات کا کارڈ حاصل کیجئے اور وزانہ اُسے پُر کرنے کا معمول بنایئے اور ہر مدنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنی حلقہ ذمہ دار اسلامی بہن کو جمع کروا دیجئے۔ ان شاءاللہ عزوجل! اُس کی برکت سے پابندِ سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

ہر اسلامی بہن اپنا یہ مدنی ذہن بنائے کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ ان شاءاللہ عزوجل!

اپنی اصلاح کیلئے مدنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کیلئے گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر کروانا ہے۔ ان شاءاللہ عزوجل!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ اسلام کی سربلندی کیلئے نیکی کی دعوتِ عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے! اللہ تعالیٰ دعوتِ اسلامی کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقی عطا فرمائے!

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

قریب قریب تشریف رکھئے، ہو سکے تو دو زانو بیٹھ جائیے، نگاہیں نیچی کیے، توجہ کے ساتھ درس و بیان سننے کی عادت بنائیے، کہ باتیں کرتے ہوئے، کچھ وِرد پڑھتے ہوئے، لاپرواہی کے ساتھ، اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے، زمین پر اُنگلی کے ساتھ کھیلتے ہوئے، لباس یا بالوں کو سہلاتے ہوئے، سننے سے اس کی برکتیں زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔

فضیلت دورد پاک

سرکارِ مدینہ، سُرورِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر و معنبر پسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود و سلام پڑھنے کے بے شمار فضائل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب وہ مسلمان ہوگا جس نے مجھ پر سب سے زیادہ دُرود پڑھا ہوگا۔

(فیضانِ سنت ص ۱۲۶، بحوالہ افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات)

ایک اور روایت میں ہے: ہمارے پیارے سرکار، سرکارِ نامدار، ہم غریبوں کے غمخوار، شفیعِ روزِ شمار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: حوضِ کوثر پر مجھے ایسے گروہ ملیں گے جنہیں میں کثرتِ دُرود کی وجہ سے پہچانوں گا۔

(فیضانِ سنت ص ۱۴۶، بحوالہ افضل الصلوٰۃ علیٰ سید السادات)

عادت بنا لو ہر دم دُرود و سلام کی تُربت میں ہوگی دید خیرُ الانام ﷺ کی

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيبِ: صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ

ادب کی اہمیت

پیاری اسلامی بہنو! ادب سراسر دین ہے، ادب چراغِ راہِ مبین ہے، ادب رضاءِ رب العالمین ہے، ادب ہے تو دین ہے، ادب نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ مخدوم الاولیاء سیدی سید محمد بہاؤ الدین شاہ نقشبندی بخاری قدس سرہ نے فرمایا: ''الطریق کله ادب'' دین سارے کا سارا ادب ہے۔ نیز سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا: ''الطریق کله ادب''، مثل مشہور است ہیچ بے ادب باخدا نہ سد۔

(حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۱۹۰)

ادب سارے کا سارا راہِ حق ہے اور یہ مثال مشہور ہے کہ کوئی بے ادب خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو باادب رکھے اور بے ادبی سے بچائے، وہی حامی وناصر ہے اور وہی کارساز ہے ''عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ''۔

ادب کا ثبوت

میری پیاری اسلامی بہنو! جب سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہِ طور پر جاتے ہوئے وادئ مقدس میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى'' (قرآن مجید)

اے میرے کلیم! اپنا جوتا اتار لو کیونکہ یہ وادی مقدس ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ حکم

وادی کے ادب کیلئے دیا گیا تھا۔ حواشی جلالین میں ہے: ”**طوی اسم واد بالشام واجر بخلع النعلین لان الحفوۃ ادخل التواضع وحسن الادب**“ (سورۂ طٰہٰ) یعنی طویٰ ملک شام میں ایک وادی کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا حکم اس لئے دیا کہ ننگے پاؤں چلنا یہ تواضع میں داخل ہے اور یہ بہت اچھا ادب ہے، اور تفسیر ضیاء القرآن میں ہے: یہ طویٰ کی مقدس وادی ہے، ادب و احترام کا تقاضا ہے کہ جوتے اتار دو۔ (تفسیر ضیاء القرآن، سورۂ طٰہٰ، پارہ ۹/۱۶)

نیز قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (سورۂ حجرات، پارہ ۲۶)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو میرے نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ زور سے بولو، جیسے تم ایک دوسرے کو زور سے آواز دے کر بلاتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اس بے ادبی کی وجہ سے ملیامیٹ ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

تفسیر ضیاء القرآن میں ہے: اگر تم سے آواز اونچا کرنے کی بے ادبی ہو گئی تو اس کا انجام یہ ہو گا کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

نیز قرآن مجید میں ہے: ”وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ“ یعنی میرے حبیب کی تعظیم و توقیر کرو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ادب کرنے والے

میری پیاری اسلامی بہنو! حیدر کرار حضرت علی شیر خدا باب المدینۃ العلم رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کی کیونکہ اس نظر سے جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی زیارت کیا کرتے تھے۔

ولم یقع نظر علی رضی اللّٰہ عنہ الیٰ عورتہ حذرا من ان یراھا بالعین التی یرای بھا جمال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(تفسیر روح البیان، سورۂ اعراف)

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جب سے رحمت کائنات سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازو مبارک پر بیعت کی، کبھی دایاں ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہ لگایا کیونکہ یہ ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کے ساتھ لگ چکا ہے اور یہ سب براہِ ادب تھا، رضی اللہ عنہ۔ (تفسیر روح البیان)

سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ جب کبھی نبی اکرم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک کرتے یا آپ کے پاس ذکر کیا جاتا تو آپ کا رنگ مبارک بدل جاتا اور آپ (امام مالک) جھک جاتے، ایک دن کسی نے پوچھ لیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا: ”**لو رایتیم ما رایت لما انکرتم**“ جو میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ لو تو تم کبھی انکار نہ کرو۔ (شفاء، قاضی عیاض)

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں جب بھی کبھی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک ہوتا تو آپ کا رنگ مبارک زرد ہو جاتا، نیز سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کبھی بھی بے وضو حدیث پاک بیان نہ کی۔ (شفاء شریف)

سیدنا عبدالرحمٰن بن قاسم رضی اللہ عنہ جب کبھی جان جہان رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک کرتے تو یوں معلوم ہوتا، گویا آپ کے جسم سے خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ (شفاء شریف)

سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ جب کبھی محدث ابن حازم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

میں آتے اور حضرت ابن حازم حدیث پاک بیان کررہے ہوتے تو اگر بیٹھنے کی جگہ نہ ہوتی، امام مالک قدس سرہ آگے گزر جاتے، پوچھنے پر فرماتے: چونکہ بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور میں کھڑے کھڑے حدیث پاک سننا پسند نہیں کرتا، اس لئے گزر جاتا ہوں۔

(شفاء شریف)

سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جب کوئی آتا تو آپ خادمہ کو بھیجتے، جاؤ پوچھو کوئی مسئلہ پوچھنا ہے یا حدیث پاک سننا ہے، اگر آنے والا کہتا کہ میں مسائل پوچھنے آیا ہوں تو آپ باہر تشریف لاتے اور مسائل بتادیتے، اور اگر آنے والا کہتا کہ میں حدیث پاک سننے آیا ہوں تو آپ غسل کرتے، خوشبو لگاتے، لباس تبدیل کرتے، جبہ پہنتے، عمامہ باندھتے، پھر باہر تشریف لاتے اور جب تک حدیث پاک بیان کرتے رہتے، اگربتی سلگتی رہتی اور اس تخت پر آپ حدیث پاک بیان کرنے کے سوا کبھی نہ بیٹھے اور جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ آپ یہ اتنا اہتمام کیوں کرتے ہیں تو فرماتے: یہ سب حدیث پاک کی تعظیم کیلئے ہے۔ (شفاء شریف)

دعا

اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کو جو ہمیں ادب کا سبق سکھا گئے، کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے، آمین!

تنبیہ

عزیزم قاری جاوید اقبال سلمہ، ساکن گوجرانوالہ نے بیان کیا کہ جب میں غیر مقلد وہابی تھا تو ہم ادب کو کوئی اہمیت نہ دیتے، حتیٰ کہ جب بیت الخلاء سے نکلتے، حدیث پاک کی کتاب بخاری شریف ہاتھ میں لے لی، نہ وضو کیا نہ تیمم، اس سے پتہ چلا کہ ادب والی جماعت (اہل سنت وجماعت) ہی ادب کرتی ہے۔ (فَاعْتَبِرُوْا یَا

اُولِی الْاَلْبَابِ)

پیاری اسلامی بہنو! سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ایک دن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث پاک پڑھا رہے تھے، پیچھے سے بچھو آیا، اس نے ڈنگ مار دیا جس سے آپ کا رنگ متغیر ہو گیا، لیکن حدیث پاک پڑھاتے رہے حتیٰ کہ بچھو نے سولہ بار آپ کو ڈسا لیکن آپ نے پرواہ نہ کی اور مسلسل حدیث پاک پڑھاتے رہے اور جب فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا: حضور! جب آپ حدیث پاک پڑھا رہے تھے تو آپ کا چہرۂ انور متغیر ہوتا رہا، رنگ بدلتا رہا، اس کی کیا وجہ تھی؟ تو سیدنا امام مالک قدس سرہ نے فرمایا: جب میں حدیث پاک پڑھا رہا تھا تو بچھو آیا، اس نے ڈنگ مارا میں نے براہِ ادب توجہ نہ کی لیکن بچھو ڈنگ مارتا رہا حتیٰ کہ اس نے سولہ بار ڈسا اور پھر خود ہی چلا گیا اور میں حدیث پاک بیان کرتا رہا۔ (شفاء، قاضی عیاض)

حضرت ابن صدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک دن میں سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ وادیٔ عتیق کی طرف جا رہا تھا تو میں نے چلتے ہوئے ایک حدیث پاک پوچھی تو آپ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا: میں تجھے بڑا با ادب جانتا تھا لیکن تو نے چلتے چلتے حدیث پاک پوچھی ہے (ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے)۔ (شفاء شریف)

سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے قاضی جریر نے کھڑے کھڑے حدیث پاک کے متعلق سوال کیا تو سیدنا امام مالک نے فرمایا: اسے قید کر دیا جائے، عرض کیا گیا: حضور! یہ تو قاضی صاحب ہیں، یہ سن کر فرمایا: اسی لئے تو قید کرنے کا حکم دیا ہے کہ قاضی ہو کر اس نے ادب کیوں نہیں کیا، اس نے کیوں کھڑے کھڑے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک کے متعلق سوال کیا ہے؟

ہشام بن غازی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے کھڑے کھڑے حدیث پاک پوچھی تو آپ نے اسے بیس دُرے لگائے اور پھر بعد میں اس پر شفقت فرمائی

اور اسے (ادب و تعظیم کے ساتھ) بیس احادیث مبارکہ سنائیں، احادیث مبارکہ سن کر ہشام مذکور نے کہا: کاش کہ امام مالک مجھے زیادہ دُرے لگاتے اور زیادہ حدیث مبارکہ سناتے۔ (شفاء شریف)

میری پیاری بہنو! اُم المؤمنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہیں، ان کا باپ ابوسفیان جو کہ ابھی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچے اور جب وہ اپنی بیٹی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ملنے کیلئے ان کے گھر گئے، وہاں ایک بستر بچھا ہوا تھا، اس پر بیٹھنے لگے تو ان کی بیٹی ام المؤمنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے وہ بستر اٹھالیا، باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے اچھا بستر بچھانے کے اس بچھے ہوئے کو بھی اٹھالیا ہے، باپ نے براہِ تعجب پوچھا: بیٹی! یہ بتا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس بستر کے قابل نہیں کہ تو نے یہ بستر اٹھالیا ہے؟ بیٹی نے جواب دیا: ابا! یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے اور تو مشرک ہے، اس لئے میں تجھے کیسے اس بستر پر بٹھا سکتی ہوں، باپ کو یہ سن کر سخت رنج ہوا، مگر ام المؤمنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس رنج کی پرواہ نہ کی اور براہِ ادب اس عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ کیا جو ان کے دل میں تھا۔ (طبقات بحوالہ حکایاتِ صحابہ)

سیدنا خالد بن ولید صحابی رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں رحمت کائنات سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک سلے ہوئے تھے، جنگ کے دوران جب کہ آپ سپہ سالار تھے، گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی، اسی دوران آپ کی وہ ٹوپی گر گئی، آپ نے سخت کوشش کی اور ٹوپی تلاش کر کے اس کو اٹھایا، اتنے میں کافی جاں نثارانِ اسلام شہید ہو گئے، جنگ ختم ہونے کے بعد بعض حضرات نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا، آپ کے ایسا کرنے سے کتنے شہید ہو گئے ہیں، یہ سن کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے صرف ٹوپی کی خاطر ایسا نہیں کیا بلکہ ان موئے مبارکہ

کی خاطر کیا ہے جو اس ٹوپی میں سلے ہوئے تھے۔

(شفاء شریف، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، نسیم الریاض)

سبق

پیاری اسلامی بہنو! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمیں یہ سبق دے گئے ہیں کہ ادب کے راستے میں نہ باپ کی پرواہ کی جاتی ہے، نہ جان کی پرواہ کی جاتی ہے، نہ عزت و آبرو کی۔ حضرت ابومحذورہ صحابی رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے میں بالوں کا ایک جوڑا تھا، بیٹھے ہوئے اگر ان کو کھولتے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے، کسی نے آپ سے کہا کہ آپ ان بالوں کو منڈا کیوں نہیں دیتے؟ یہ سن کر فرمایا: یہ وہ بال ہیں جن کو رحمت کائنات کا ہاتھ مبارک لگا ہوا ہے، اس لئے میں ان کو منڈانا گوارا نہیں کرتا۔

(شفاء شریف، سیرت رسولِ عربی)

حضرت خداش رضی اللہ عنہ نے ایک دن رسول اکرم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک پیالہ میں کھانا کھاتے دیکھا تو انہوں نے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیا اور جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت خداش کے گھر تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے اور اس میں آبِ زمزم ڈال کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھڑک لیتے۔ (اصابہ، سیرتِ رسول عربی)

حضرت سیدنا انس صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا پانی پیا تھا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد بطور وراثت کسی کو ملا، پھر کسی محبت والے نے وہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم دے کر خرید لیا کیونکہ اس پیالہ کو حبیب خدا سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہونٹ مبارک لگے ہوئے ہیں، سبحان اللہ! یہ ادب اور محبت کا تقاضا ہے کہ لکڑی کا بوسیدہ پیالہ

آٹھ لاکھ کا خرید اجائے۔ ''اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضی''۔

(شرح شمائل بحوالہ سیرت رسول عربی)

جب عربی شاعر حضرت کعب بن زہیر ایمان لانے اور قصیدہ بانت سعاد سیّد العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پڑھا اور جب حضرت کعب نے یہ شعر پڑھا:

ان الرسول لنور یستفاد بہ فھدس من سیوف اللہ مسلول

تو والی امت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی چادر مبارک حضرت کعب کو عطا فرمائی' بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دس ہزار درہم دے کر وہ چادر مبارک خریدنا چاہی تو حضرت کعب نے فرمایا: یہ چادر مبارک کسی کو نہ دوں گا' پھر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے وارثوں سے بیس ہزار درہم دے کر خرید لی۔

(شرح قصیدہ بانت سعاد بحوالہ سیرت رسول عربی)

جنگ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش صحابی رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو جانِ جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک ٹہنی پکڑائی اور وہ تلوار بن گئی' وہ تلوار حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خاندان میں رہی اور ان کے وارثوں سے بغاتر کی دوسو دینار دے کر خرید لی۔

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ بحوالہ سیرت رسول عربی)

حضرت اسد بن زرارہ صحابی رضی اللہ عنہ نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرمایا کرتے تھے' وہ چارپائی تبرکاً منتقل ہوتی آئی' پھر وہ چارپائی عبداللہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم دے کر خرید لی۔ (زرقانی بحوالہ سیرت رسول عربی)

غازی احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا کہ رحمت دوعالم والیٔ امت صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کمان ہاتھ میں لی تھی تو اس دن سے غازی احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کی وجہ سے کبھی کمان کو بے وضو ہاتھ نہیں لگایا۔ مندرجہ بالا واقعات سارے کے سارے ادب کا سبق دے رہے ہیں' اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب کرنے کی توفیق عطا کرے' آمین!

میری محترم اسلامی بہنو! سلطنت عثمانی یعنی ترکی حکومت نے جب مسجد نبوی کی تعمیر کا منصوبہ بنایا تو اسلامی ممالک سے کچھ خاندان منگائے گئے اور ان کیلئے قسطنطنیہ کے پہلو میں ایک شہر آباد کیا' وہاں ان کو ٹھہرایا اور ترکی حکومت نے ان سب خاندانوں کا خرچہ اپنے ذمہ لے کر اور ان خاندانوں سے ایک ایک بچہ لے کر ان کو قرآن مجید حفظ کرایا' ان کو تعمیر کے فنون سکھائے اور یوں پچیس سال تک عثمانی حکومت نے ان پانچ سو خاندانوں کا سارا خرچہ برداشت کیا' پھر جب پچیس سال کے بعد وہ نوجوان فنِ تعمیر کے ماہر' عالم' فاضل اور قرآن پاک کے حافظ بن گئے تو ان کو مسجد نبوی شریف کی تعمیر کی خدمت میں لگا دیا اور پھر مدینہ منورہ سے باہر دور ایک سنگ تراشی کا کارخانہ لگایا تاکہ سنگ تراشی کرتے وقت نبی اکرم جانِ جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آہٹ سے تکلیف نہ ہو اور ان حفاظ نوجوانوں کو حکم جاری کیا کہ پتھر تیار کر کے مسجد شریف میں لے جاؤ' وہاں دو دو پتھر جوڑ کر ستون بنایا جائے' اگر دونوں پتھروں میں معمولی سا فرق ہو تو کپڑے کا موٹا سا پتھر بنا کر لکڑی کے ہتھوڑے کے ساتھ چوٹ اس انداز سے لگاؤ کہ آواز پیدا نہ ہو' اگر دو پتھروں میں زیادہ فرق ہو تو ان کو واپس کارخانہ میں لا کر درست کیا جائے' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ مقدسہ کے قریب پتھروں کو رگڑنے کی اجازت نہیں اور یہ سب احکام اس لئے دیئے گئے تھے تاکہ حبیب خدا سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف نہ پہنچے' نیز ان معمارانِ مسجد نبوی شریف کو حکم تھا کہ یہ سارے کام باوضو کیئے جائیں اور کام کرتے وقت تلاوتِ قرآن مجید جاری

رکھیں اور ان نوجوانوں نے پندرہ برس میں مسجد شریف مکمل کر لی، نیز حکومتِ عثمانی نے وہ پتھر وہ شیشے جو مسجد نبوی شریف میں استعمال ہوئے، عام پہاڑوں سے نہیں لئے، یہ تھے وہ لوگ جن کے دلوں میں محبتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موجزن تھی اور محبت ہی ادب سکھاتی ہے۔

ادب کرنے والوں کو انعامات

میری پیاری اسلامی بہنو! رونق المجالس میں ہے کہ بلخ شہر میں ایک تاجر تھا جو کہ صاحبِ ثروت مالدار تھا، اس کے دو بیٹے تھے اور اس کی خوش نصیبی کہ اس تاجر کے پاس رحمت کائنات سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تین بال مبارک تھے، جب وہ تاجر فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد آدھی آدھی لے لی اور جب موئے مبارک کی تقسیم کی باری آئی تو ایک بال مبارک بڑے بھائی نے لے لیا اور ایک چھوٹے کو دے دیا، تیسرے بال مبارک کے متعلق بڑے بھائی نے کہا: ہم اس کو آدھا آدھا کر لیتے ہیں، یہ سن کر چھوٹے بھائی نے جو کہ بڑا ہی خوش عقیدہ، خوش نصیب اور ادب میں رنگا ہوا تھا، اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں ہرگز اس موئے مبارک کو توڑنے نہیں دوں گا کیونکہ حبیبِ خدا سیّد انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ عظیم اس سے بالاتر ہے کہ آپ کے بال مبارک کو توڑا جائے اور جب بڑے بھائی نے چھوٹے کی عقیدت دیکھی تو اس نے کہا: یوں کریں کہ یہ تینوں بال مبارک تو لے لے اور باپ کی باقی ساری جائیداد مجھے دے دے، یہ سن کر چھوٹا جو کہ خوش بخت اور خوش نصیب تھا، اس نے کہا: مجھے اور کیا چاہیے، اور اس نے دنیا فانی کی ساری دولت (جائیداد) بڑے بھائی کو دے دی اور ابدی دولت یعنی تینوں بال مبارک خود لے لئے، پھر ان موئے مبارک کو ایک محفوظ جگہ میں ادب کے ساتھ رکھ دیا اور جب کبھی شوق آتا، موئے مبارکہ کی زیارت کرتا اور سامنے کھڑا ہو کر درود پاک پڑھتا، پھر اللہ تعالیٰ بے نیاز کے

دربار میں ایسی غیرت آئی کہ بڑے بھائی کا سارا مال ساری دولت چند دنوں میں ختم ہو گئی اور وہ کنگال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے اس چھوٹے بھائی کو موئے مبارک کی برکت سے دنیا کا مال بھی کثرت سے دیا اور جب وہ چھوٹا بھائی فوت ہوا تو کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ شانِ کونین' رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا: تو لوگوں میں اعلان کر دے کہ جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو' وہ اس (چھوٹے بھائی) کی قبر پر آئے اور یہاں آ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے' چنانچہ اس اعلان کے بعد لوگ قصد کر کے اس کی قبر پر آتے اور پھر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ جو کوئی اس قبر کے علاقے میں آتا' سواری سے اتر کر پیدل چلتا۔ (رونق المجالس' القول البدیع' سعادۃ الدارین)

فائدہ

یہ سارے انعامات موئے مبارک کا دب کرنے کی وجہ سے عطا ہوئے۔ امام الاولیاء سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ نے کشف المحجوب میں تحریر فرمایا کہ حضرت خواجہ مہدی سیاری رحمت اللہ علیہ شہر مرو کے کھاتے پیتے خوشحال گھرانے کے چشم و چراغ تھے' باپ کے فوت ہونے پر آپ کو وراثت میں بہت زیادہ دولت ملی' پھر آپ کو پتہ چلا کہ فلاں شخص کے پاس رحمت دو عالم حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو بال مبارک ہیں' آپ نے وہ دونوں بال مبارک دنیا کی دولت دے کر خرید لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان موئے مبارک کی برکت سے مہدی سیاری کو توبہ کی توفیق عطا کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ولی بنا لیا' پھر آپ نے حضرت خواجہ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کر لی اور ان کی خدمت میں رہ کر وہ مقام پایا کہ اولیاء کرام کے ایک گروہ کے امام بن گئے' پھر جب ان کا (خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ کا) وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ یہ دونوں بال مبارک میرے منہ میں رکھ

دیئے گئے، اب ان کا مزار مرو میں مشہور ہے:

> وامروز گوراو بمرو ظاہر است مردماں بحاجت خواستن آنجا روند و مہمات ازآنجا طلبند و مجرب است۔ (کشف المحجوب)

یعنی حضرت خواجہ مہدی سیاری کی قبر مبارک مرو میں مشہور ہے اور لوگ اپنی حاجتیں لے کر ان کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں سے اپنی حاجتیں پاتے ہیں، یہ مجرب ہے۔

فائدہ

یہ ساری بہاریں ادب کی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی باادب رکھے، آمین! میری پیاری اسلامی بہنو! ابوسعید عبداللہ نے بیان کیا کہ ہم بغداد کے دینی مدرسہ نظامیہ میں علم دین پڑھتے تھے، ان ایام میں ایک غوث بغداد شریف وارد ہوئے (سید یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ) وہ جب چاہتے ظاہر ہو جاتے اور جب چاہتے غائب ہو جاتے، ایک دن میں اور ابن سقا اور شیخ عبدالقادر جیلانی جو اس وقت نوجوان تھے، ہم تینوں اس غوث کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے، راستہ میں ابن سقا نے کہا: میں تو اس غرض سے غوث کے پاس جا رہا ہوں تا کہ اس سے ایسا سوال کروں جس کا وہ جواب نہ دے سکے گا، اس کے بعد میں بولا، میں نے کہا: میں بھی ایک سوال کروں گا اور دیکھوں گا کہ کیا جواب دیتے ہیں، پھر شیخ عبدالقادر بولے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں غوث سے کوئی سوال کروں (ہرگز کوئی سوال نہیں کروں گا)، میں تو ان کی خدمت میں زیارت کیلئے جا رہا ہوں، الغرض! ہم تینوں وہاں پہنچے تو ایک گھڑی کے بعد ہمیں اس غوث کی زیارت نصیب ہوئی تو وقت کے غوث نے ابن سقا کی طرف جلال کی نظر سے دیکھا اور فرمایا: اے ابن سقا! تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھ سے سوال کرنے آیا ہے، میں اس کا جواب نہ دے سکوں گا، اے بن سقا! تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے، اے ابن

سقا! سن لے میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تجھ پر بھڑک رہی ہے، اس کے بعد وقت کے غوث نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے عبداللہ! تو بھی مجھ سے ایک سوال کرنے آیا ہے تاکہ تو دیکھے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں، لے تیرا یہ سوال ہے اور یہ اس کا جواب ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا تیرے کانوں تک چڑھی ہوئی ہے، اس کے بعد اس غوثِ زماں نے شیخ عبدالقادر کی طرف نظر کی اور ان کو اپنے قریب کر لیا پھر عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا: اے صاحبزادے! اے عبدالقادر! تو نے حسن ادب سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کو راضی کر لیا ہے، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد میں منبر پر چڑھ کر بھرپور مجمع میں وعظ کریں گے اور یوں فرمائیں گے: میرا یہ قدم جملہ اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے زمانہ میں تمام اولیاء اللہ نے تیرے جلال کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جھکا لیا ہے، اس کے بعد وہ غوث زماں غائب ہو گئے، پھر شیخ عبدالقادر پر اس غوث کے کہنے کے موافق آثارِ قربِ خداوندی ظاہر ہوئے اور ہر خاص و عام نے آپ کی ولایت پر اتفاق کیا اور آپ نے حسب ارشاد فرمایا: میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور اولیائے کرام نے آپ کیلئے اس کا اعتراف (اقرار) کیا اور ابن سقا کا قصہ یہ ہوا کہ وہ علومِ شرعیہ (دینی علم حاصل کرنے میں) مشغول رہا یہاں تک کہ کمال حاصل کر لیا اور بہت سے اہل زمانہ پر فوقیت لے گیا اور تمام علوم میں نیز فنِ مناظرہ میں مشہور ہو گیا، زبان کے اعتبار سے بڑا فصیح، شکل کے اعتبار سے بڑا حسین، لہٰذا بادشاہ نے اسے اپنا مقرب بنا لیا اور پھر قاصد (سفیر) بنا کر شام و روم کی طرف بھیجا، رومی بادشاہ نے ابن سقا کو صاحبِ فنون اور فصیح پایا تو بہت حیران ہوا، پھر عیسائی مذہب کے علماء کو ابن سقا کے ساتھ مناظرہ کیلئے بلایا تو ابن سقا نے سب علماء کو لاجواب کر دیا اور عیسائی علماء ہار گئے اور یہی کامیابی ابن سقا کیلئے فتنہ کا سبب بنی، ازاں بعد ایک دن سقا کی رومی بادشاہ کی شہزادی پر نظر پڑ گئی اور وہ اس

شہزادی پر فریفتہ ہو گیا، پھر بادشاہ سے شہزادی کے رشتہ کی درخواست کر دی، شاہِ روم نے کہا: صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ تو بھی عیسائی مذہب قبول کر لے، اس پر ابن سقا نے اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی مذہب قبول کر لیا تو شاہ روم نے اپنی بیٹی کا نکاح ابن سقا سے کر دیا، پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ابن سقا بیمار ہو گیا اور ایسا بیمار ہوا کہ اسے کوئی پوچھتا نہیں تھا، لوگوں نے اسے ایک کوچہ میں ڈال دیا اور وہ گزر اوقات کیلئے در بدر بھیک مانگا کرتا تھا، اس کو کوئی منہ نہ لگاتا، ابن سقا کو حد درجہ کی پریشانی اور روسیاہی پیش آئی، ایک دن اس کے دوستوں میں سے کسی کا اس پر گزر ہوا تو اس نے ابن سقا سے پوچھا: کیا حال ہے؟ یہ سن کر ابن سقا نے جواب دیا: یہ ایک فتنہ ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے، اس دوسرے نے ابن سقا سے پوچھا: تجھے قرآن پاک سے بھی کچھ یاد رہ گیا ہے یا نہیں؟ ابن سقا نے کہا: ایک آیت یاد رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے:

"رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ"۔

اس دوست کا بیان ہے: پھر ایک دن میں اس کی طرف گیا اور ابن سقا کو دیکھا وہ اتنا سیاہ ہو چکا ہے جیسے جلا ہوا کوئلہ ہوتا ہے اور وہ نزع یعنی جانکنی کی حالت میں تھا، جس نے اس کی قبلہ کی طرف کروٹ بدلی تو وہ پھر مشرق کی طرف پھر گیا حتیٰ کہ اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی، ابن سقا اس غوث کی بات یاد کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا: میں اسی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوا ہوں۔

عبداللہ بن عصرون نے کہا: میرا قصہ یوں ہوا کہ میں دینی علوم پڑھ کر فارغ ہوا اور دمشق میں آ گیا تو سلطان نور الدین شہید نے مجھے بلا کر اوقات کا محکمہ میرے سپرد کر دیا اور میں اوقات کا متولی بن گیا تو دنیا مجھ پر برسی، ہر طرف سے دنیا ہی دنیا آ رہی تھی اور میں غوث وقت کو یاد کیا کرتا تھا، الحاصل ہم تینوں پر غوث کی بات ثابت ہوئی۔

(انوار المصین، مصنفہ اشرف علی تھانوی، ص ۳۱، فتاویٰ حدیثیہ)

تنبیہ

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ صرف علم پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا، انسان بے شک چودہ علم پڑھ لے، اگر ادب نہیں تو سب کچھ لا حاصل ہے اور اگر ادب ہے تو سب کچھ ہے ''الطریق کله ادب ''۔ قابل غور بات ہے کہ ابن سقا ایک ولی ایک غوث کی شان میں معمولی سی بے ادبی کر کے ایمان ضائع کر بیٹھا تو جو شخص نبیوں کے نبی، رسولوں کے امام حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرے، اس کا حشر کیا ہوگا؟ الامان الحفیظ!

اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اگر مگر کے چکر چلا کر بے ادبی کر بیٹھتے ہیں، جی! اگر نبی کو علم ہوتا تو یوں کیوں ہوتا، اگر نبی کو اختیار ہوتا تو اپنے نواسوں کو کیوں نہ بچالیا ''فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارُ''۔

میری پیاری اسلامی بہنو! خواجہ خواجگان بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا: ایک بار ایک نوجوان بڑا فاسق و فاجر تھا، ملتان میں فوت ہوا، مرنے کے بعد کسی کو خواب میں ملا، دیکھنے والے نے پوچھا: تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے میرے رب کریم نے بخش دیا ہے، خواب دیکھنے والے نے پوچھا: معافی کس وجہ سے ہوئی؟ تو اس نے کہا: ایک دن حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے تھے تو میں نے براہِ محبت آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا، اللہ تعالیٰ نے اسی عمل کی وجہ سے مجھے بخش دیا ہے۔ (خلاصۃ العارفین) یہ اس ذاتِ والا صفاتِ والا کا فضل ہے جس نے قرآن میں فرمایا ہے:

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ ۔

یعنی اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا کہ یہ کیوں کیا اور وہ حق تعالیٰ ہر کسی سے پوچھ سکتا ہے۔

سیدنا خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ کے زمانہ میں ایک شخص تھا جسے لوگ اس کی غلط روش کی بنا پر شقی (بدبخت دوزخی) کہا کرتے تھے' ایک دن وہ شخص خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ کر چلا گیا' راستہ میں کسی نے اس کو شقی کہہ کر پکارا تو غیب سے آواز آئی: اب اس کو شقی مت کہو کیونکہ یہ ہمارے ولی جنید کی خدمت میں بیٹھ چکا ہے اور جو بھی ان کی خدمت میں ایک گھڑی بیٹھ جائے وہ شقی (بدنصیب) نہیں رہ سکتا۔ (ذکر خیر)

ایک شخص جو کہ نہایت ہی بدکردار' فاسق و فاجر تھا' ایک دن وہ دریائے دجلہ پر ہاتھ دھونے گیا' اتفاقاً وہاں نیچے بہاؤ کی طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے وضو کر رہے تھے' اس کے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کا مقبول اور امام وقت وضو کر رہا ہو اور میرے جیسا نالائق انسان اوپر کی طرف بیٹھ کر منہ دھوئے' یہ بڑی بےادبی کی بات ہے' یہ خیال آتے ہی وہ اُٹھا اور نیچے کی طرف آ بیٹھا اور ہاتھ پاؤں دھو کر چلا گیا' پھر جب وہ شخص فوت ہوا تو ایک بزرگ کو خواب میں ملا' آپ نے پوچھا: بتا تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش ہوا؟ اس نے دجلہ والا واقعہ سنایا اور کہا: مجھے میرے رب کریم نے سیدنا امام احمد بن حنبل کا ادب کرنے کی وجہ سے بخش دیا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء' ذکر خیر)

مولانا حمید الدین بنگالی اپنے ملک بنگال سے باہر علم دین حاصل کرنے گئے' علم دین حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن کو واپس جا رہے تھے' جب آگرہ پہنچے تو مفتی آگرہ کے ہاں قیام کیا' حسن اتفاق کہ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ آگرہ تشریف لائے' مولانا حمید بنگالی چونکہ امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے بداعتقاد تھے' لہٰذا حضرت امام ربانی قدس سرہ کی آگرہ میں تشریف آوری کی خبر سن کر مولانا بنگالی نے اپنے وطن کو روانگی کا پروگرام بنایا تو مفتی آگرہ نے مولانا بنگالی

سے دریافت کیا کہ آپ اتنی جلدی کیوں تیار ہو گئے؟ مولانا بنگالی نے بتایا: شیخ سرہندی چونکہ یہاں قریب ہی آ کر ٹھہرے ہیں اور میں ان سے ملنا نہیں چاہتا' اس لئے جا رہا ہوں۔ مفتی نے استفسار کیا: مولانا! آپ کیوں ملنا نہیں چاہتے وہ تو عالم دین بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں' بنگالی صاحب نے فرمایا: میرا دل نہیں چاہتا' آخرکار مولانا بنگالی نے اپنا سامان اٹھایا اور بنگال کی طرف روانہ ہو گئے اور تین دن کے بعد بنگالی صاحب پھر آ گئے' مفتی صاحب نے کہا: مولانا! کیا ہوا کہ آپ واپس آ گئے؟ مولانا بنگالی بولے. میں آپ کے ہاں ایک کتاب بھول گیا تھا وہ لینے آیا ہوں' مفتی صاحب نے فرمایا: تلاش کر لو' بنگالی صاحب اندر کتاب تلاش کر ہی رہے تھے کہ کسی نے مفتی صاحب کو بتایا کہ حضرت امام ربانی دروازے پر جلوہ افروز ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں' مفتی صاحب نے کہا: مرحبا تشریف لائیں' یہ سن کر مولانا بنگالی گھبرا گئے اور کہا: میں کہاں جاؤں' مفتی صاحب نے فرمایا: اس جگہ کوٹھڑی میں چھپ کر بیٹھے رہو' پھر سیدنا امام ربانی قدس سرہ اندر تشریف لائے تو مفتی صاحب سے عرض کیا: حضور کیسے تشریف لانا ہوا؟ فرمایا: ایک مسئلہ کے متعلق تبادلہ خیال کرنا ہے' مفتی صاحب نے عرض کیا: حضور! آپ سے کون سا مسئلہ پوشیدہ ہے؟ تو فرمایا: آخر آپ اس علاقہ کے مفتی ہیں' لہٰذا تبادلہ خیال کرنے میں کون سا حرج ہے۔

(فقیر کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایک بہانہ تھا' حقیقت میں وہ بحکم الٰہی مولانا بنگالی کو شکار کرنے آئے تھے) اسی اثناء میں سیدنا امام ربانی قدس سرہ کی نظر مولانا بنگالی کی نظر سے دوچار ہو گئی' پھر تھوڑی دیر کے بعد جب سیدنا امام ربانی قدس سرہ حجرہ سے باہر نکلے اور مفتی صاحب بھی الوداع کرنے کو نکلے تو مفتی صاحب نے دیکھا کہ مولانا حمیدالدین بنگالی دست بستہ حضرت امام ربانی کے پیچھے جا رہے ہیں اور زاروقطار رو رہے ہیں' مفتی صاحب نے تعجب کیا اور کسی کو فرمایا: پیچھے جاؤ اور دیکھوں کہاں تک

جاتے ہیں' پھراس نے آ کر بتایا کہ حضرت امام ربانی مکان میں جلوہ گر ہو گئے ہیں اور بنگالی صاحب دروازے پر کھڑے رو رہے ہیں' پھر حضرت نے شفقت فرمائی اور مولانا بنگالی کو اندر بلالیا اور پھر سلوک مجددی طے کرانا شروع کر دیا اور جب سلوک پورا ہو گیا اور مولانا بنگالی کو جانے کی اجازت مل گئی تو حضرت ایشاں قدس سرہ نے فرمایا: دستار لاؤ تا کہ مولانا کی دستار بندی کی جائے' یہ سن کر مولانا بنگالی نے عرض کیا: حضور! اگر تبرک عطا کرنا ہے تو آپ اپنا استعمالی جوتا مبارک عطا کر دیں' آپ نے سمجھایا کہ کوئی اور چیز لے لو مگر وہ بار بار یہی عرض کرتے رہے کہ جوڑا مبارک عطا ہو جائے اور جب جوڑا مبارک عطا ہوا اور مولانا بنگالی روانہ ہوئے تو اس جوتا مبارک کو اپنے دانتوں میں دبائے تین کوس پچھلے پاؤں چلنے لگے' ازاں بعد اس جوتا مبارک کو سر پر باندھا اور بنگال پہنچ گئے اور اپنے گھر میں چبوترا بنایا' اس پر وہ جوڑا مبارک بڑے ادب سے رکھ دیا اور جو کوئی بیمار یا دعا کا خواستگار آتا' مولانا فرماتے: پیالے میں پانی لاؤ اور آپ اس جوتا مبارک کی نوک اس پیالہ میں پھیر دیتے تو وہ مریض اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہو جاتا اور اگر کسی کی قسمت میں شفا نہ ہوتی تو وہ پیالہ ٹوٹ جاتا اور زندگی بھر یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر جب مولانا بنگالی کا وصال ہوا تو وہ پاپوش مبارک ان کی قبر میں سر کی طرف ایک خاص جگہ رکھ دی گئی۔

(ملفوظات خواجہ خواجگان غلام نبی سہی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۶)

فائدہ

میری پیاری اسلامی بہنو! ایک ولی کے جوتے مبارک کا ادب کرنے سے مولانا حمید الدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر باذن اللہ دار الشفا بن گیا اور جن کے وسیلہ سے ولی' ولی بنتے ہیں ان کا ادب کرنے سے کیا کچھ عطا ہوگا' انشاء اللہ جنت ملے گی۔

اللّٰھم ارزقنا ھذا بجاہ حبیبك الکریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہٖ واصحابہ اجمعین ۔

سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا، ان کی قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص نہایت ہی گنہگار اور کردار کا گندہ تھا، اس نے سو سال ایک قول کے مطابق دو سو سال نافرمانیوں میں گزار دیئے اور جب وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اس کا غسل و کفن کو ادا نہ کیا بلکہ اسے ٹانگ سے پکڑ کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا، ادھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کلیم موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہمارا ایک دوست مر گیا ہے اور اسے لوگوں نے گندگی پر پھینک دیا ہے، آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کو اٹھائیں اور عزت واحترام کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین کریں اور پھر آپ اس کا جنازہ پڑھائیں، یہ سن کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر وہاں پہنچے، اسے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو وہی پاپی ہے لیکن مامور تھے، اسے اعزاز کے ساتھ اٹھا کر تجہیز و تکفین کر کے جنازہ پڑھایا اور دفن کر دیا، بعد میں موسیٰ علیہ السلام نے دربارِ الٰہی میں عرض کیا: یا اللہ! یہ شخص اتنا بڑا مجرم و گنہگار ایسے اعزاز کا حقدار کیسے ہو گیا؟ رب ذوالجلال نے فرمایا: اے میرے نبی! تھا تو یہ بڑا گنہگار اور سخت سزا کا حقدار مگر ہوا یوں کہ ایک دن اس نے تورات کھولی اور اس میں میرے حبیب کریم کے نام مبارک محمد پر اس کی نظر پڑی اور اس کے دل میں میرے حبیب کی محبت نے جوش مارا، اس نے نامِ محمد کو بوسہ دیا، آنکھوں پر رکھ کر اس نے درود پاک پڑھا تو میں نے اس کے اس تعظیم و ادب کرنے سے اس کے گناہ معاف کر دیئے اور اس کو اپنے بندوں میں شامل کر لیا ہے۔

(مقاصد السالکین، القول البدیع، حلیۃ الاولیاء، سیرتِ حلبیہ)

میری پیاری اسلامی بہنو! سیدنا بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نشہ میں مست کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ کے ٹکڑے پر نظر پڑی، اس کو اٹھایا، دیکھا تو اس پر لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

خواجہ بشر نے اس کاغذ کو صاف کیا، عطر لگایا اور اونچی جگہ رکھ دیا کیونکہ اس پر ذوالجلال کا نام پاک لکھا ہوا تھا، اسی رات کسی اللہ والے کو حکم ہوا کہ بشر کو خوش خبری سناؤ کہ تو نے ہمارے نام کو معطر کر کے بلند مقام پر رکھا ہے، لہٰذا ہم بھی بشر کو بلند مقام عطا کریں گے، اس اللہ والے نے یہ سوچ کر کہ بشر تو شرابی کبابی ہے، کہیں میرا الہام غلط نہ ہو، پھر دوسری بار حکم الٰہی ملا، پھر تیسری بار یہی فرمان ملا، وہ بشر کے گھر گئے تو وہاں پتا چلا کہ بشر شراب خانے گیا ہوا ہے اور جب وہ اللہ والے شراب خانہ گئے تو کسی نے بتایا کہ بشر تو شراب کے نشہ میں بدمست لیٹا ہوا ہے، اس اللہ والے نے فرمایا: بشر کو پیغام دو کہ میں تیرے لئے ایک خاص پیغام لایا ہوں، جب بشر نے پیغام سنا تو ڈرتے ہوئے ننگے پاؤں دوڑے اور پیغامِ الٰہی سن کر ہمیشہ کیلئے تائب ہو گئے، اسکے بعد خواجہ بشر حافی نے کبھی جوتا نہیں پہنا، اسی لئے آپ کا لقب حافی ہوا، حافی کا معنی ہے: پابرہنہ، پھر اللہ تعالیٰ نے اس بشر کو جو شرابیوں کا سردار تھا، اللہ تعالیٰ کے نام پاک کا ادب کرنے کی وجہ سے ولیوں کا سردار بنا دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ سلطنت عثمانیہ کا مورث اعلیٰ عثمان غازی ایک دن کہیں جا رہا تھا، رات ایک جگہ قیام کیا تو دیکھا کہ قرآن مجید معلق ہے، پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ مصحف (قرآن مجید) ہے، اس نے کہا: قرآن مجید کے سامنے بیٹھنا بے ادبی ہے، دست بستہ کھڑا ہو گیا اور رات کھڑے کھڑے گزار دی، صبح ہوئی تو وہاں سے روانہ ہوا، راستے میں ایک شخص ملا، اس نے کہا: میں آپ کی تلاش میں تھا، پوچھا: کیوں؟ اس آنے والے نے کہا: چونکہ آپ نے قرآن مجید کا ادب و تعظیم کی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کیلئے سلطنت عطا کر دی ہے'' **ان اللّٰہ اعظمك واعطاك و ذریتك السلطنة بسبب تعظیمك لكلامه** '' الحاصل اسے سلطنت

عطا ہوگئی، قرآن پاک کی تعظیم کے سبب۔ (روح البیان، سورہ انبیاء، پارہ ۱۷)

ملکہ زبیدہ خاتون زوجہ ہارون رشید سہیلیوں میں بیٹھی تھی کہ اذان شروع ہوگئی، ان خواتین میں سے کسی عورت نے اذان کے دوران کوئی بات کرنا چاہی تو ملکہ زبیدہ نے اشارہ سے منع کر دیا، پھر جب ملکہ زبیدہ کا وصال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا: کیا حال ہے؟ ملکہ نے بتایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے، پوچھا: کس سبب سے؟ تو بتایا کہ اذان کا ادب کرنے کی وجہ سے بخشش ہوگئی۔ (تعظیم الانام)

بے ادبی کا وبال

میری اسلامی بہنو! شیطان (ابلیس) نے لاکھوں سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، ایک قول کے مطابق شیطان نے چھ لاکھ سال عبادت کی اور وہ صرف ایک بے ادبی کی وجہ سے چھ لاکھ سالہ عبادت ضائع کر بیٹھا اور وہ بے ادبی تھی، خلیفۃ اللہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنا "فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارُ"۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تنبیہ کی ہے:

فَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔

خبردار کہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں آواز اونچی کر کے (بے ادبی) نہ کر بیٹھنا ورنہ تمہاری ساری نیکیاں ملیامیٹ کر دی جائیں گی۔

دمشق میں ایک عالم فاضل محدث جو کہ حدیث پاک پڑھایا کرتا تھا، اس کی خدمت میں ایک طالب علم حدیث پاک پڑھنے کیلئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ استاد ہر وقت چہرہ کے سامنے پردہ رکھتا ہے، کبھی اپنا چہرہ نہ دکھاتا، جب کچھ عرصہ گزرا تو اس طالب علم کو تعجب ہوا کہ یہ استاد (محدث) ہر وقت چہرہ پر نقاب کیوں رکھتا ہے، زیارت

کیلئے اصرار کیا تو محدث نے نقاب الٹ دیا، طالب علم نے دیکھا:

''**فرای وجهه وجه حمار**'' اُس استاد کا چہرہ گدھے جیسا ہے۔

سبب پوچھنے پر استاد نے بتایا کہ جب میں نے یہ حدیث پڑھی: ''**اما یخش الذی یرفع رأسه قبل الامام ان یعول اللّٰه راسه راس حمار**'' یعنی وہ شخص جو امام سے پہلے (رکوع سے) سر اٹھالے وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ گدھے جیسا کر دے، میں نے یہ حدیث پاک پڑھ کر کہا: کب ایسا ہوتا ہے، میں کر کے دیکھتا ہوں اور جب میں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی اور تو قصداً رکوع سے امام سے پہلے سر اٹھالیا، اس دن سے میرا چہرہ گدھے کا سا ہو گیا ہے (اس لئے چھپائے رکھتا ہوں)۔ (حواشی مشکوٰۃ)

تنبیہ

سید دو عالم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے سامنے کسی امام کسی ولی غوث، کسی استاذ، کسی محدث کی وقعت ہی کیا ہے جیسے کہ مذکورہ بالا محدث کا چہرہ گدھے کا سا ہو گیا، اے میرے بھائی! بے ادبی سے بچ اور ہمیشہ باادب رہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بے ادبی سے بچائے!

سیدنا ابو ہریرہ صحابی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وزغہ (گرگٹ) کو ایک چوٹ میں مارے اس کیلئے سو نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسری چوٹ میں مارنے والے کو اس سے کم اور تیسری چوٹ میں مارنے والے کو اس سے کم۔ (مسلم شریف) اور جب پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! گرگٹ کو یہ سزا کس وجہ سے ملی؟ تو فرمایا: ''**کان ینفخ علی ابراهیم**''۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، عن اُم شریک رضی اللہ عنہا)

جب نمرودیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کیلئے آگ

جلائی تو یہ گرگٹ آگ بھڑکانے کیلئے پھونکیں مارتا تھا' اس وجہ سے اس کو یہ سزا ملی کہ جو اسے ایک چوٹ میں مارے سو نیکی حاصل کرے۔ (درسِ عبرت)

میری اسلامی بہنو! قابل غور بات ہے کہ ایک غیر مکلّف کو اتنی سی بے ادبی پر یہ سزا ملی کہ اس کی ساری نسل ہی اس وبال کی زد میں آ گئی تو جو مکلّف (جن و انسان) بے ادبی کرے' اس کی کیا سزا ہوگی۔ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''

اور پھر اسی کے ساتھ ملتا جلتا مندرجہ ذیل واقعہ ہے' پڑھیں اور عبرت حاصل کریں' خواجہ خواجگان سیدنا خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ لیٹے ہوئے تھے ایک منچلہ آیا' اس نے حضرت خواجہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک پر پاؤں رکھا اور آگے گزر گیا' کسی خادم نے کہا: ارے یہ تو نے کیا کیا؟ وہ بولا: کیا ہوا؟ خادم نے فرمایا: یہ حضرت خواجہ بسطامی ہیں' اس نے کہا: خواجہ بسطامی ہیں تو پھر کیا ہوا؟ ازاں بعد جب اس بے ادبی کرنے والے کا آخری وقت آیا تو اس کو وہ پاؤں سیاہ ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس کی اولاد میں سے جس کسی کا آخری وقت آتا' اس کا پاؤں سیاہ ہو جاتا۔ (رونق المجالس)

مولانا ابوبکر لکھتے ہیں: میرے دادا جان مولانا عبدالجبار غزنوی نے امرتسر میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا' اس میں ایک طالب علم اہل حدیث جو کہ اس مدرسہ میں پڑھتا بھی تھا اور امرتسر کی ایک مسجد تیلیانوالی میں خطیب بھی تھا' ایک دن اس نے دورانِ تعلیم یہ کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ سے تو میں بہتر ہوں کیونکہ ابوحنیفہ کو صرف ستّر حدیثیں یاد تھیں اور مجھے اس سے زیادہ یاد ہیں اور پھر جب مولانا عبدالجبار کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس عبدالعلی کو میرے مدرسہ سے نکال دیا جائے' وہ عنقریب مرتد ہو جائے گا' اس کو مدرسہ غزنویہ سے خارج کر دیا گیا اور پھر ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ

قادیانی ہو گیا' پھر اس کو مسجد والوں نے بھی ذلیل کر کے نکال دیا' پھر کسی نے مولانا عبدالجبار سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا تھا کہ یہ کافر ہو جائے گا؟ یہ سن کر فرمایا: جب میں نے اس عبدالعلی کی یہ بے ادبی والی بات سنی تو میرے سامنے بخاری شریف کی حدیث پاک آ گئی:

من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب (او کمال قال)

یعنی جس کسی نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی' میری طرف سے اس کیلئے اعلانِ جنگ ہے' اور میری نظر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں' اس لئے ان کی شان میں بے ادبی کرنے والے کا ایمان کیسے رہ سکتا ہے۔

(کتاب سیدی وابی' مصنفہ ابوبکر غزنوی)

سلطان الہند خواجہ خواجگان سیدہ غریب نواز سید معین الدین چشتی قدس سرہ نے فرمایا: ایک مراد تھا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے متعلق بغض تھا' جب کبھی کوئی اللہ کا بندہ سامنے آتا تو وہ منہ پھیر کر گزر جاتا' جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس قبر میں اتارا اور اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا تو فوراً اسکا منہ قبلہ سے پھر گیا اور بارہا ایسا ہی ہوا' لوگ بڑے حیران ہوئے' پھر اچانک ہاتف سے آواز آئی: اے بندو! کیوں تکلیف اُٹھاتے ہو' اسے یوں ہی رہنے دو کیوں کہ یہ وہ بندہ ہے جو دنیا میں میرے ولیوں سے منہ پھیر لیا کرتا تھا اور جو شخص میرے ولیوں سے منہ پھیر لے' اس سے میری رحمت بھی منہ پھیر لیتی ہے اور ایسا شخص راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے۔ (دلیل العارفین)

تنبیہ

پیاری اسلامی بہنو! اسی لئے حضرت خواجہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: جو شخص ولیوں کی شان میں بے ادبی کرے ''یخشی علیہ سو الخاتم'' ڈر ہے کہ اس کا انجام بُرا ہو' جو شخص اپنے دل میں ولی کے متعلق بغض رکھے'

وہ بے ایمان مرتا ہے تو جو نبیوں کے نبی، رسولوں کے امام، اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق دل میں بغض رکھے جیسے کہ بعض لوگ ہر مسئلہ میں منفی پہلو اختیار کرتے ہیں، ان کا کیسے ایمان پر خاتمہ ہوگا، اے میری مسلمان بہنو! جس دل میں محبت وہ تو بے چون وچرا مان لیتا ہے لیکن جو شخص سینکڑوں احادیث مبارکہ کی موجودگی میں انکار کرتا جائے اس کے دل میں یقیناً بغض ہے، پڑھ کر دیکھیں: کتاب خلیفۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عشق ومحبت سے وافر حصہ عطا کرے، آمین!

سنجار میں ایک شخص جو کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر طعن وتشنیع کیا کرتا تھا، جب وہ بیمار ہو کر قریب المرگ ہوا تو وہ ہر قسم کی باتیں کرتا مگر کلمہ شہادت نہیں پڑھ سکتا تھا، بارہا لوگوں نے اسے کلمہ شہادت سنایا مگر وہ کسی طرح کلمہ طیبہ نہیں پڑھ سکتا تھا، لوگ پریشان ہو گئے اور پھر حضرت خواجہ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لائے، آپ تشریف لا کر اس مرنے والے کے پاس بیٹھے اور مراقبہ کیا اور جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو اس مرنے والے نے کلمہ شہادت پڑھا اور کئی بار پڑھا، پھر حضرت خواجہ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چونکہ یہ شخص اولیاء کرام کی شان میں بے ادبی کیا کرتا تھا، اس لئے اس کی زبان کو کلمہ شریف پڑھنے سے روک دیا گیا تھا اور جب میں نے مراقبہ کیا اور مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے دربارِ الٰہی میں اس کی طرف سے سفارش کی اور مجھے فرمایا گیا: اے پیارے! ہم نے تیری سفارش قبول کی لیکن شرط یہ ہے کہ جن میرے ولیوں کی شان میں یہ بے ادبی کیا کرتا تھا وہ بھی راضی ہو جائیں، یہ ارشاد سن کر میں حضرت الشریفہ میں داخل ہوا اور جن اولیاء کرام کی شان میں یہ نکتہ چینی کیا کرتا تھا، مثلاً خواجہ معروف کرخی، خواجہ سری سقطی، خواجہ جنید بغدادی، خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہم، ان حضرات سے میں نے اس شخص کی طرف سے معافی چاہی تو ان حضرات نے میری سفارش کی وجہ سے اسے معاف کر دیا اور اس نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا،

پھر اس شخص نے بتایا کہ جب میں کلمہ شریف پڑھنا چاہتا تھا، ایک سیاہ چیز میری زبان کو پکڑ لیتی تھی اور کہتی تھی: میں تیری بدزبانی ہوں، میں تجھے کلمہ نہیں پڑھنے دوں گی، ازاں بعد ایک چمکتا ہوا نور آیا اس نے آتے ہی بلا کو دفع کر دیا اور کہا: میں اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی رضا ہوں، پھر اس شخص نے بتایا کہ اب میں زمین و آسمان کے درمیان نورانی گھوڑے دیکھ رہا ہوں، جن کے سوار بھی نورانی ہیں اور سب پڑھ رہے ہیں: "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ" اور پھر وہ شخص کلمہ شہادت پڑھتے پڑھتے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (قلائد الجواہر، درسِ عبرت)

اے میری مسلمان بہنو! بے ادبی سے بچو ورنہ پچھتانے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، نیز غور کریں کہ اس مرنے والے کی قسمت اچھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ولی خواجہ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے اور اس کی قسمت اچھی ہو گئی ورنہ ہر بے ادب گستاخ کیلئے کون آئے گا جو اسے معافی لے دے۔

پیاری اسلامی بہنو! حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص نے نماز پڑھائی اور اس نے قبلہ رو تھوک دیا حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہے تھے اور جب نماز ختم ہوئی تو والیِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیوں کو بلایا اور فرمایا: آئندہ اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، پھر جب وہ دوسری نماز کیلئے آگے بڑھا تو نمازیوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور اسکے استفسار پر نمازیوں نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے، وہ دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! آپ نے منع فرمایا ہے، تو شاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میں نے منع کیا ہے اور فرمایا: "قد اذیت اللہ و رسولہ" (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ) یعنی تو نے قبلہ رو تھوک کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔ (درسِ عبرت) جو شخص جہت قبلہ کا ادب نہ کرے اس کے پیچھے تو نماز سے منع کیا جائے اور

جو شخص کعبہ کے کعبہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب نہ کرے اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہونا چاہیے، آج کل کا ہر زبان دراز کہہ دیتا ہے کہ ایک کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، سب قرآن ہی پڑھتے ہیں، سوال یہ ہے کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا تھا، کیا وہ قرآن نہیں پڑھتا تھا، اللہ تعالیٰ ہدایت دے، آمین!

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

اگر آپ رضائے الٰہی پانا چاہتی ہیں تو دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جایئے، اپنے حلقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے سنّتوں بھرے اجتماع میں پابندی کے ساتھ شرکت کیجئے۔ ان شاء اللہ اس کی برکت سے آپ کا سینہ مدینہ بن جائے گا۔

الحمد للہ! دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، خوش نصیب اسلامی بہنیں گھر گھر نیکی کی دعوت کی دھومیں مچا رہی ہیں، آپ بھی نیکی کی دعوتِ عام کرنے میں لگ جایئے، سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنایئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی خاتونِ جنّت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نورانی سیرت اپنایئے اور دونوں جہانوں میں عزت پایئے۔

* * *

حج کی شرائط وفضائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ   وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ   وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

میٹھی میٹھی اسلامی بہنو!

نگاہیں نیچی کئے، توجہ کے ساتھ درس و بیان سننے کی عادت بنایئے، کہ باتیں کرتے ہوئے، کچھ وِرد پڑھتے ہوئے، لاپرواہی کے ساتھ، اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے، زمین پر اُنگلی کے ساتھ کھیلتے ہوئے، لباس یا بالوں کو سہلاتے ہوئے، سننے سے اس کی برکتیں زائل ہونے کا اندیشہ ہے۔

﴿فضیلت دورد پاک﴾

اللہ عزوجل کے حبیب، انبیاء کے خطیب، دو جہاں کے طبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دن بھر میں مجھ پر ایک ہزار بار دُرودِ پاک پڑھا، وہ اُس وقت تک نہیں مرے گا جب تک جنت میں اپنی جگہ نہ دیکھ لے۔ (الترغیب والترہیب ص ۵۱)

دل مضطرب ہو جب تُو نبیؐ پر درود پڑھ   تسکیں کا ہے سبب تُو نبیؐ پر درود پڑھ
روضے پہ حاضری کی تمنا ہے گر تجھے   اے بہن! روز وشب تُو نبیؐ پر درود پڑھ

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْبِ: صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ

حج کا بیان

حج اسلام کا پانچواں یا نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے بعد چوتھا فریضہ ہے جو اُمت محمد یہ کے ہر فرد پر خواہ وہ دنیا کے کسی علاقے کا رہنے والا ہو، عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے مگر صرف ان پر جو وہاں جانے کی استطاعت (Power) رکھتے ہوں، حج ۹ ھ میں فرض کیا گیا، اس کی فرضیت قطعی ہے جو اس کے فرض ہونے کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ (درمختار ج۳ ص ۶۶۹)

حج کی تعریف

حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظّمہ کے طواف کا اور اس کیلئے ایک خاص وقت مقرر ہے، اس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے۔

حج کا وقت

حج کا وقت شوال سے دسویں ذی الحجہ تک ہے کہ اس سے پہلے حج کے افعال نہیں ہو سکتے سوا احرام کے، احرام اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اگر چہ مکروہ ہے۔

(درمختار ج۳ ص ۴۷۴)

نوٹ: حج کی فرضیت میں عورت و مرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے جو راہ کی طاقت رکھتا ہے اس پر حج فرض ہے اور اگر ادا نہ کرے تو جہنم کے مستحق ہیں، عورت کیلئے صرف اتنی بات زیادہ ہے کہ اسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لئے سفر کو جانا حرام ہے۔

حج فرض ہونے کی شرائط

حج فرض ہونے کی چند شرطیں ہیں جب تک وہ سب نہ پائی جائیں، حج فرض

نہیں۔

اسلام

حج ہونے کی شرطوں میں سب سے پہلے حج کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہے کہ کافر پر حج فرض نہیں۔

حج کرنے کے بعد معاذ اللہ مرتد ہو گیا یا ہو گئی، پھر اسلام لائی تو اگر استطاعت ہو تو پھر حج کرنا فرض ہے کہ مرتد ہونے سے حج وغیرہ سب اعمال باطل ہو گئے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۲۱۷)

دارالحرب

اگر دارالحرب میں ہو تو بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے اور دارالسلام میں ہے تو اگرچہ حج فرض ہونا معلوم نہ ہو تو بھی حج فرض ہو جائے گا کیونکہ دارالسلام میں فرائض کا علم نہ ہونا عذر نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۲۱۷)

بلوغ

حج کرنے کیلئے مرد و عورت کا بالغ ہونا بھی شرط ہے اور اگر نابالغ نے حج کیا یعنی اپنے آپ سمجھ دار ہو یا اس کے ولی نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہو جب کہ ناسمجھ ہو، بہرحال وہ حج نفل ہوا۔ حجۃ الاسلام یعنی حج فرض کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

(ردالمختار ج ۳ ص ۴۶۷)

عاقل

حج کرنے والے یا والی کیلئے عاقل ہونا بھی شرط ہے کہ مجنون پر حج فرض نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۲۱۷)

آزاد ہونا

باندی غلام پر حج فرض نہیں، اگر ان کے مالک نے حج کرنے کیا جازت دے دی

ہو اگر وہ مکہ معظمہ ہی میں ہوں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۷)

سفر خرچ اور سواری پر قدرت

سفر خرچ کا پا کی مالک ہو اور سواری پر قادر ہو' خواہ سواری اس کی ملک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۷)

وقت

یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائی جائیں اور اگر شرائط ایسے وقت پائی گئیں کہ اب نہیں پہنچے گا تو فرض نہ ہوا۔ (ردالمختار ج ۳ ص ۴۶۶)

اے خواتین! مجھے ضرور پڑھئے!

عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم ہونا شرط ہے' خواہ جوان ہو یا بڑھیا اور تین دن سے کم کی راہ ہو تو بغیر محرم اور شوہر کے بھی جا سکتی ہے' محرم سے مراد وہ شخص ہے جس سے ہمیشہ کیلئے اس عورت کا نکاح حرام ہے خواہ نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو جیسے باپ' بیٹا' بھائی وغیرہ یا دودھ کے رشتہ سے نکاح کی حرمت ہو جیسے رضائی بھائی' باپ' بیٹا وغیرہ یا سسرالی رشتہ سے حرمت آئی' جیسے خسر' شوہر کا بیٹا وغیرہ' شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اس کا عاقل' بالغ' غیر فاسق ہونا شرط ہے' مجنون یا نابالغ یا فاسق کے ساتھ نہیں جا سکتی' آزاد مسلمان ہونا شرط نہیں' البتہ مجوسی کے اعتقاد سے محارم کے ساتھ نکاح جائز ہے' اس کے ہمراہ سفر نہیں کر سکتی' مراہق اور مراہقہ یعنی وہ لڑکا اور لڑکی جو بالغ ہونے کے قریب ہوں' بالغ کے حکم میں ہیں' یعنی مراہق کے ساتھ جا سکتی ہیں اور مراہقہ کو بھی بغیر محرم یا شوہر کے سفر کی ممانعت ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۹)

محرم کے ساتھ جائے تو اس کا نفقہ عورت کے ذمہ ہے، لہٰذا اب شرط یہ ہے کہ اپنے اور اس کے دونوں کے نفقہ پر قادر ہو۔ (درمختار ج ۳ ص ۴۶۴، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۹)

حاجیوں کے فضائل اور اُن پر انعام کا بیان

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں پر حج بیت اللہ فرض فرمایا تو انہوں نے اپنی سواریوں کو تیار کر لیا، ان کو اپنے قرب میں بلایا تو انہوں نے اس کی محبت میں دُوری کو دُور نہ سمجھا اور نہ ہی مصائب کی پرواہ کی، ان کے چہرے رات کی تاریکی میں چمکتے ہیں، پاک ہے وہ ذات جس نے خانہ کعبہ کو رُکنِ اسلام (یعنی حج) سے مشرف فرمایا تو جس نے اس رکن کو ادا کیا وہ غم اور تنگی سے نجات پا گیا، جو اس کے دروازے سے داخل ہوا وہ امان پا گیا، بھلائی کرنے اور سیدھے راستے پر چلنے والوں پر اس کے میزاب سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور حجرِ اسود اُس شخص کی گواہی دے گا جو اسے صدق وصفا کے ساتھ بوسا دے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۴، آل عمران: ۹۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کیلئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔[1]

---

[1] مفسر شہیر خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: مسئلہ اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے، حدیث شریف میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر زاد و راحلہ سے فرمائی، زاد یعنی توشہ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہیے کہ جا کر واپس آنے تک اس کیلئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہیے، راہ کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی، اس (ومن کفر) سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرضِ قطعی کا منکر کافر ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: سبیل کا معنی یہ ہے کہ بدن تندرست ہو، زادِ راہ موجود ہو اور ایسی سواری پر ہو جو اس کو ہلاک نہ کرے اور ''وَمَنْ كَفَرَ'' کا مطلب یہ ہے کہ جو حج کرنے کو نیکی نہ سمجھے اور نہ کرنے کو گناہ نہ جانے۔

حج کی فضیلت

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزم وجود وسخاوت، پیکر عظمت وشرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: میں نے حج کیا اور فحش کلامی نہ کی اور فسق نہ کیا تو وہ (گناہوں سے پاک ہو کر) ایسا لوٹا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ، الحدیث: ۱۳۸۰، ص ۱۹۰۳)

یومِ عرفہ جہنم سے آزادی کا دن

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یومِ عرفہ سے زیادہ کسی دن جہنمیوں کو آزاد نہیں کیا جاتا، پھر اللہ عزوجل قریب (یعنی اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ) ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور استفسار فرماتا ہے کہ میرے بندے کیا چاہتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: یارب عزوجل! یہ عفو ومغفرت چاہتے ہیں، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان سب کو بخش دیا! ان سب سے درگزر کیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفہ، الحدیث: ۱۳۴۸، ص ۹۰۲، شعب الایمان للبیہقی باب فی المناسک، فضل الوقوف بعرفات، الحدیث: ۴۰۶۸، ج ۳ص ۴۶۰)

اللہ عزوجل ان لوگوں کو بھلائی عطا فرماتا ہے جنہوں نے دنیا میں اس کی عبادت کو نفع اور غنیمت خیال کیا اور جنہوں نے یہ دیکھا کہ نافرمانیوں میں سراسر وقت برباد کرنے سے بہت زیادہ نقصان ہے تو ان کو اللہ عزول نے عرفہ کے دن اپنے قریب کیا جنہوں نے اس کی محبت کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لیا تو اللہ عزوجل نے ان کے گناہوں سے درگزر فرما کر ان کی مغفرت فرمادی اوفران کے سبب علم کو پھیلایا تاکہ وہ سعادت مند ہو جائیں۔

فضول سوالات سے بچو!

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ عزوجل نے تم پر حج فرض کیا ہے پس تم حج کرو، ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہر سال؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی، اس نے پھر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہر سال؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر (ہر سال) واجب ہو جاتا تو تم استطاعت نہ رکھتے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، حدیث ۱۳۳۷، ص ۹۰۱)

حج وعمرہ اکٹھا کرنے کی فضیلت

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج وعمرہ اکٹھا کرو کہ یہ محتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کی میل کو۔

(سنن نسائی، کتاب مناسک الحج، باب فضل المتابعۃ بین الحج والعمرۃ، الحدیث: ۲۶۳۱، ص ۲۲۵۸)

دوسری روایت یوں کہ حج وعمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کا گروہ ہیں، اگر وہ اس

سے کوئی چیز مانگیں تو وہ عطا فرماتا ہے اور اگر اس سے مغفرت طلب کریں تو وہ انہیں معاف فرما دیتا ہے، اگر وہ اس سے دعا کریں تو قبول فرماتا ہے، اگر سفارش کریں تو بھی قبول فرماتا ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الحج، الباب الاوّل، الفصل الاوّل فی فضائل الحج، ج ا ص ۳۲۲)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صاحب لولاک سیاحِ افلاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے اور حجِ مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب العمرہ، باب وجوب العمرہ وفضلہا، الحدیث: ۱۷۷۳، ص ۱۳۹)

حج مبرور کی تعریف

علماء کرام رحمھم اللہ فرماتے ہیں کہ حج مبرور وہ ہے جس کے بعد گناہ نہ ہو، جیسا کہ حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حاجی سے فرمایا: اے حاجی! بلاشبہ اللہ عزوجل حاجی کے عمل پر نور کی مہر لگا دیتا ہے، لہٰذا تو اس سے بچ کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کر کے اس مہر کو توڑ دے۔

والدین کی طرف سے حج کرو

حضرت سیدنا ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ قرار قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے والد بوڑھے ہیں اور حج کی استطاعت نہیں رکھتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج وعمرہ کر لو۔ (جامع ترمذی، ابواب الحج، باب منہ ۸۷، الحدیث: ۹۳۰، ص ۱۷۴۰)

حج اور عمرہ عورتوں کا جہاد ہے

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی

اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! ان پر ایسا جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں (یعنی) حج وعمرہ۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب الحج جہاد النساء، الحدیث: ۲۹۰۱، ص ۲۶۵۲)

اے میری محترم اسلامی بہنو! تم کیسے حج سے پیچھے رہ جاتی ہو حالانکہ اللہ عزوجل نے تم پر حج فرض کیا ہے اور تم اس میں رغبت کیوں نہیں رکھتیں، حالانکہ یہ تمہارے لیے روزِ محشر کا ذخیرہ ہے اور کیونکر اس کا اہتمام نہیں کرتیں حالانکہ منقول ہے کہ صرف ایک حج کی برکت سے تین افراد جنت میں داخل ہوں گے: (۱) حج کی وصیت کرنے والا (۲) وصیت پوری کرنے والا (۳) مرنے والے کی طرف سے حج کرنے والا۔

علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک انصاری نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ سراپا عظمت میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! چند اشیاء کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے کیلئے حاضر خدمت ہوا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ، تھوڑی دیر میں قبیلہ ثقیف سے بھی ایک شخص حاضر ہوکر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! چند اشیاء کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصاری تجھ پر سبقت لے گیا ہے، تو اس نے عرض کی: یہ شخص مسافر ہے اور مسافر زیادہ حقدار ہے، آپ اس سے ابتداء کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثقفی کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں ہی تمہیں بتادوں کہ کیا پوچھنے آئے ہو اور اگر چاہو تو تم ہی سوال کرو میں جواب دیتا ہوں، اس

نے عرض کی: یارسول اللہ! میں پوچھنے آیا ہوں آپ خود ہی فرما دیجئے کیونکہ یہ زیادہ حیران کن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم مجھ سے رکوع وسجود اور نماز، روزے کے متعلق پوچھنے آئے ہو، تو اس نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بتانے میں کچھ بھی خطا نہ کی جو میرے دل میں تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم رکوع کرو تو ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھ کر انگلیوں کو کشادہ کرو، پھر اتنا ٹھہرو کہ ہر عضو اپنی جگہ قرار پکڑ لے، سجدہ کرتے وقت پیشانی کو اچھی طرح جماؤ اور چونچ نہ مارو اور دن کے اوّل و آخر میں نماز ادا کرو، عرض کی: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں ان کے درمیان (وقت) پاؤں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو اس وقت نماز پڑھ لو اور ہر مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھو، رات کے پہلے حصے میں آرام، درمیانے میں قیام اور آخری میں پھر سو جاؤ، اگر تم درمیان سے آخر تک جاگتے رہو تو بھی نماز پڑھتے رہو۔ وہ ثقفی اُٹھ کھڑا ہوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصاری کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے بھی ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں ہی تمہیں بتا دوں کہ کیا پوچھنے آئے ہو اور اگر چاہو تو تم ہی سوال کرو میں جواب دیتا ہوں، اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں جو پوچھنے آیا ہوں آپ خود ہی فرما دیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم یہ پوچھنے آئے ہو کہ حاجی کیلئے کیا اجر وثواب ہے جب وہ گھر سے نکلے؟ وقوفِ عرفہ کا ثواب کیا ہے؟ رمی جمار کرنے (یعنی شیطان کو کنکریاں مارنے) کا اجر کیا ہے؟ سر کا حلق کروانے کا کیا اجر ہے؟ اور آخری ثواب طواف کا کیا ثواب ملے گا؟ تو اس نے عرض کی: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! آپ نے میرے دل کی بات بتانے میں کچھ خطا نہ کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حاجی گھر سے نکلتا ہے تو اس کے ہر قدم

کے عوض ایک حسنہ (نیکی) لکھ دی جاتی ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، وقوفِ عرفہ کے وقت اللہ عزوجل آسمانِ دنیا پر خاص تجلی فرما کر ارشاد فرماتا ہے: میرے غبار آلود اور پراگندہ سر بندوں کو دیکھو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان کے گناہوں کو بخش دیا اگرچہ بارش کے قطروں اور ریت کے ذروں کے برابر ہوں، اور جب وہ جمروں پر کنکریاں مارتا ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ اس کا کیا اجر ہے؟ یہاں تک کہ روزِ قیامت اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا اور جب آخری طواف کرتا ہے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوتا ہے جیسے اس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، الحدیث: ۱۸۸۴، ج ۳ ص ۱۸۱)

یہی حدیث حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے مروی ہے کہ ایک انصاری حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ پوچھنے کیلئے حاضر ہوا، اسی اثناء میں ایک ثقفی بھی اس غرض سے حاضر ہوا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ثقفی بھائی! انصاری تجھ پر سبقت لے گیا، لہٰذا تم بیٹھ جاؤ، ہم پہلے انصاری کی حاجت سے ابتداء کریں گے، اس ثقفی کا چہرہ متغیر ہو گیا تو انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اس ثقفی کی حاجت پوچھ لیجئے کیونکہ میں اس کے چہرے کو بدلتا ہوا دیکھ رہا ہوں، مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایسی بات نہ کہہ دے جو مجھے ناگوار گزرے، سرکارِ والا تبار، ہم بے بیکسوں کے مددگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری کیلئے بھلائی کی دعا فرمائی، پھر ارشاد فرمایا: اے ثقفی بھائی! تم سوال کرو جو چاہو اور اگر چاہو تو میں تمہارا سوال بتا کر اس کا جواب دوں، اس نے عرض کی: مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی ارشاد فرمائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم یہ پوچھنے آئے ہو کہ تم

کس ماہ روزے رکھو؟ کس رات قیام کرو؟ رکوع کس طرح کرو؟ اور سجدے میں تمہاری حالت کیسی ہو؟ اس نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں انہی چیزوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مہینے کی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ رکھو' رات کے پہلے اور تیسرے حصے میں آرام اور دوسرے حصے میں قیام کرو اور اگر دوسرے سے آخر تک تم بیدار رہو تو بھی نماز پڑھ سکتے ہو' رکوع کے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر انگلیاں کشادہ رکھو' سجدے کے وقت پیشانی کو زمین پر جما کر رکھو اور ٹھونگیں نہ مارو۔

پھر ارشاد فرمایا: اے انصاری! اب تم سوال کرو اور اگر چاہو تو میں خود تمہارا سوال بتا کر جواب دوں' تو اس نے بھی عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی بتا دیجئے' جس طرح میرے رفیق کو بتایا ہے مجھے بھی یہی پسند ہے' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم گھر سے مسجد حرام کے ارادے سے نکلنے کا اجر پوچھنے آئے ہو اور وقوفِ عرصہ' رمی جمار' سر منڈوانے اور طواف وغیرہ کا اجر وثواب پوچھنا چاہتے ہو' انصاری صحابی نے بھی اس طرح عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں انہی چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے مسجد حرام کیلئے گھر سے نکلنے پر ہر قدم پر ایک حسنہ (نیکی) لکھی جائے گی' ایک گناہ مٹا دیا جائے گا اور ایک درجہ بلند کر دیا جائے اور تیرا طواف کی دو رکعتیں پڑھنا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور صفا ومروہ کے درمیان سعی ستّر غلام آزاد کرنے کی طرح ہے اور تیرے عرفات میں ٹھہرنے کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ عزوجل اہل عرفات پر خاص تجلی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے دور دور سے پراگندہ سر اور

غبار آلود میری بارگاہ میں حاضر ہوئے، پس اللہ عزوجل اپنے فرشتوں کے سامنے ان پر فخر فرماتا اور ارشاد فرماتا ہے: اگرچہ تمہارے گناہ ریت کے ذروں، آسمان کے ستاروں، سمندر اور بارش کے قطروں کے برابر بھی ہوں، تب بھی میں انہیں بخش دوں گا، اور رمی جمار تیرے رب عزوجل کے ہاں تیرے لئے ذخیرہ، جس کی تجھے سب سے زیادہ بروزِ قیامت حاجت ہوگی، سر کا حلق کروانے میں ہر بال کے عوض قیامت کے دن نور ہوگا اور اس کے بعد طوافِ صدر (یعنی طوافِ زیارت جو عرفات سے واپسی کے بعد کیا جاتا ہے) اس حال میں کرے گا کہ تجھ پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا اور ایک فرشتہ آ کر اپنا ہاتھ تیرے کندھوں کے درمیان رکھ دے گا، پھر کہے گا: اللہ عزوجل نے تیرے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا ہے پس آئندہ دنوں میں اچھے اعمال کر اور واپس لوٹ جا کیونکہ تجھے بھی بخش دیا گیا اور اسے بھی بخش دیا جائے گا جس کی تو شفاعت کرے گا۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۳۵۶۶، ج ۱۲ص ۳۲۵، الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرۃ، الحدیث ۱۷۱۷۔ ج ۲ص ۱۸، مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فضل الحج، الحدیث: ۵۲۵۰، ج ۳ص ۶۰۱)

حج کے دو حروف سے مراد

حضرت سیدنا شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حج کے دو حروف ہیں، پہلا حاء اور دوسرا میم، حاء سے مراد حلم اور جیم سے مراد جرم ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ گویا بندہ کہتا ہے: اے میرے رب عزوجل! میں تیرے حلم اور تیری رحمت کی امید لے کر تیری بارگاہ میں اپنے جرم کے ساتھ حاضر ہوں، اگر تو بھی میرے جرم نہ بخشے گا تو کون بخشے گا؟

کن لوگوں کی دعا رد نہیں ہوتی

منقول ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی دعا رد نہیں ہوتی: (۱) روزہ دار یہاں تک کہ

افطار کرے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الصیام، باب فی الصائم لا ترد دعوتہ، الحدیث ۱۷۵۲، ص ۲۵۸۱) (۲) مریض یہاں تک کہ تندرست ہو جائے اور (۳) حاجی یہاں تک کہ واپس آ جائے۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی الرجاء من اللہ، الحدیث: ۱۱۲۵، ج ۲ ص ۴۶)

نیکیاں کمانے اور گناہ دھونے کا نسخہ

منقول ہے کہ جو اچھی طرح وضو کرے پھر رُکن یمانی کے پاس آئے اور بوسہ دے کر کہے: ''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' تو رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے اور جب وہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کیلئے ہر قدم کے عوض ستّر ہزار نیکیاں لکھتا اور ستّر ہزار گناہ مٹا دیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الطّواف الخ، الحدیث: ۱۷۷۳، ج ۲ ص ۹۲)

افعالِ حج کی حکمتیں

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے افعالِ حج کی حکمتوں اور مناسکِ حج کے باریک معانی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: افعالِ حج اور لوازمِ حج میں سے ہر ایک میں حکمتِ بالغہ، نعمتِ کاملہ اور کئی راز ہیں جن کی تعریف کرنے سے ہر زبان عاجز ہے، احرام کے وقت (سلا ہوا) لباس نہ پہننے کی حکمت یہ ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جب مخلوق کے پاس جاتے ہیں تو عمدہ اور فخریہ لباس زیب تن کر لیتے ہیں، گویا اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میری بارگاہ میں حاضری کا ارادہ مخلوق کے پاس جانے کے ارادے کے خلاف ہوتا ہے کہ میں ان کیلئے اجر وثواب بڑھا دوں اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بندہ احرام کے وقت کپڑوں کی کمی سے موت کے وقت دنیا سے رُخصتی کی حالت کو یاد کرے، جیسا کہ پہلے دن تھا جب ماں کے پیٹ سے برہنہ پیدا ہوا تھا اور اس حالت میں حساب کے دن

برہنہ کھڑا ہونے سے مشابہت بھی ہے (اور یہ کوئی ظلم نہیں)، چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ'' (پ۵، النساء: ۴۰)۔

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا۔

اور محشر کے دن اُٹھنے کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

''وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ'' (پ۷، الانعام: ۹۴)

ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا احرام کے وقت (یعنی باندھنے سے پہلے)۔

غسل کرنے کی حکمت بالکل ظاہر اور واضح ہے کہ اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ حجاج کو ملائکہ پر ظاہر کرے تا کہ ان کے سبب فخر کرے، لہٰذا حجاج ملائکہ کرام کے سامنے گناہوں ور میل کچیل سے پاک وصاف کر کے پیش کئے جاتے ہیں، اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ حجاج انبیاء کرام علیہم السّلام کے قدموں کی جگہ اپنے قدم رکھتے ہیں تو اس سے پہلے غسل کر لیتے ہیں تا کہ ان آثار کی برکات حاصل کر لیں جیسا کہ اصدق الصادقین (یعنی سب سے زیادہ سچا)

رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ (پ۲، البقرہ: ۲۲۲)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

تنبیہ کہنے میں حکمت

تنبیہ کہنے میں حکمت یہ ہے کہ ایک انسان کو جب کوئی معزز انسان بلاتا ہے تو وہ اس کو لبیک اور اچھے کلام سے جواب دیتا ہے، لہٰذا اس شخص کا جواب کیا ہونا چاہیے جس کو خود ملک العلاء عزوجل پکارے اور اسے اپنی جانب بلائے، تا کہ اس کے گناہ اور

برائیاں مٹادے، جب بندہ لبیک کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے: ہاں! میں تیرے قریب ہوں اور تجھ پر تجلی فرمانے والا ہوں، پس تو جو چاہتا ہے مانگ لے، میں تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

قیام عرفات میں حکمت

مزدلفہ سے کنکریاں لینے اور عرصہ میں ٹھہرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں صاحب علم ومعرفت کیلئے پوشیدہ باتیں ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا بندہ عرض کرتا ہے: میرے مولیٰ عزوجل میں نے گناہوں اور خطاؤں کی کنکریاں اُٹھائیں اور تیرے حکم پر عمل کرتے ہوئے جمروں کو کنکریاں ماریں، بے شک تو کرم وبخشش والا ہے، مشعرِ حرام کے پاس ذکر کی حکمت اور اجرِ عظیم کے متعلق گویا اللہ عزوجل فرما رہا ہے: تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا، جو مجھے اکیلا یاد کرے میں بھی اسے اکیلا یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی اجتماع میں یاد کرے تو میں اُسے اس سے بہتر اجتماع میں یاد کرتا ہوں، پس جب تم مشعر حرام کے پاس مجھے یاد کرتے ہو تو میں تمہیں معزز فرشتوں میں یاد کرتا ہوں اور تمہارے لئے انتقام کے بدلے امان کی مہر لگا دیتا ہوں، منیٰ میں سر منڈوانے میں ایسی حکمت ہے جس سے بندے کی تمام اُمیدیں پوری ہوتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بیداری اور نعمت ہے جسے صرف عالم ہی سمجھ سکتا ہے کیونکہ حاجی جب عرفہ میں ٹھہرتا ہے، مشعر حرام کے پاس اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے، منیٰ میں قربانی کر کے حلق کرواتا ہے اور اپنے بدن کو میل کچیل اور گناہوں سے پاک وصاف کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسکے لئے ثواب لکھ دیتا ہے، درجے بڑھا دیتا ہے اور جہنم سے پناہ دے دیتا ہے اور بروزِ قیامت اسکے ہر بال کے عوض ایک بنائے گا اور اسے امن کا پروانہ عطا فرمائے گا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

مُحَلِّقِيْنَ رُءُ وْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ۔ (پ۲۶، الفتح:۲۷)

ترجمہ کنز الایمان: اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف۔

طواف میں کئی حکمتیں اور لطیف اشارے ہیں، بیت اللہ شریف کا طواف کرنے والا گڑگڑاتے اور دعا کرتے وقت زبانِ حال سے کہتا ہے: اے میرے مولیٰ عزوجل! تو ہی مقصود ہے، تو ہی مرتبہ کمال تک پہنچانے والا معبودِ حقیقی ہے، میں تمام لوگوں کے ساتھ تیری بارگاہ میں حاضر ہوا، تیرے گھر کا طواف کیا اور تیری رحمت کے دروازے پر جود و کرم کی امید لئے کھڑی ہوں اور تو خود اپنے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی لاریب کتاب میں فرما چکا ہے:

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۔ (پ۱۷، الحج:۲۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کیلئے۔

وقوفِ عرفات میں حکمت اور انوکھے معانی ہیں، بلاشبہ اس میں بندے کیلئے تنبیہ ہے اور یہ کہ بندے بروزِ قیامت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور برہنہ سر، حسرت وندامت کے قدموں پر کھڑے ہوں گے، گریہ زاری کرتے ہوں گے اور اپنے مولیٰ عزوجل سے اس طرح دعا کرتے ہوں گے جس طرح ایک ذلیل غلام دعا کرتا ہے، سبحان اللہ عزوجل! ان لوگوں کو دیکھو جنہیں ان کے مولا عزوجل نے اپنے گھر کی طرف بلایا تو انہوں نے وجد وشوق کے عالم میں اس کی دعوت پر لبیک کہا اور تصدیق کے قدموں پر اس کی طرف پیدل چل پڑے اور اونٹنی پر دودھ اسے حاضر ہو گئے۔

حضرت سیدنا علی بن موافق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کا حج کیا، کعبہ مشرفہ کے گرد سات چکر لگائے، حجر اسود کو بوسہ دیا، دو رکعت نماز پڑھی، کعبہ کی

دیوار کے ساتھ لگائی اور روتے ہوئے عرض کی: میں نے اس بیت اللہ کے کتنے چکر لگائے لیکن معلوم نہیں کہ قبول ہوئے یا نہیں، پھر مجھ پر ہلکی سی نیند غالب آ گئی، میں نے سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھا کہ میں نے ایک غیبی آواز سنی: اے علی بن موفق! ہم نے تیری بات سن لی ہے، کیا تو اپنے گھر میں اسی کو نہیں بلاتا جس سے تو محبت کرتا ہے۔

وقوفِ عرفات کرنے والوں کی مغفرت ہوگئی

حضرت سیدنا محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تینتیس (۳۳) حج کئے، جب آخری حج کیا تو عرفات پر مقام پر عرض کی: یا اللہ عزوجل! تو جانتا ہے کہ میں نے عرفات میں تینتیس بار وقوف کیا، ایک مرتبہ اپنی طرف سے ایک مرتبہ اپنے باپ کی طرف اور ایک مرتبہ اپنے ماں کی طرف سے، یا رب عزوجل! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے باقی تیس اس شخص کو ہبہ کر دیئے جو یہاں عرفات میں ٹھہرا، لیکن اس کا وقوفِ عرفات قبول نہ کیا گیا، جب آپ رحمۃ اللہ علیہ عرفات سے مزدلفہ پہنچے تو خواب میں ندا دی گئی: اے ابن منکدر! کیا تو اس پر کرم کرتا ہے جس نے کرم کو پیدا کیا؟ کیا تو اس پر سخاوت کرتا ہے جس نے سخاوت کو پیدا کیا؟ حالانکہ اللہ عزوجل تو تجھ سے فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے وقوفِ عرفات کرنے والوں کو عرفات پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے ہی بخش دیا تھا۔

چھ کے صدقے چھ لاکھ کا حج قبول کرلیا گیا

حضرت سیدنا علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک سال فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد میں مسجد خیف ومنیٰ کے درمیان سو گیا، میں نے آسمان سے اترتے ہوئے دو فرشتے دیکھے، ایک نے دوسرے سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا

تو جانتا ہے کہ اس سال کتنے لوگوں نے بیت اللہ شریف کا حج کیا؟ تو اس نے کہا: نہیں! پھر پہلے نے خود ہی بتایا: چھ افراد ہے، پھر اس نے پوچھا: کیا تو جانتا ہے کہ کتنے افراد کا حج قبول ہوا؟ اس نے جواب دیا: نہیں! تو اس نے بتایا کہ اس بار صرف چھ افراد کا حج قبول ہوا ہے، پھر وہ دونوں فضا میں پرواز کر گئے، میں بیدار ہوا اس حال میں کہ میں ڈر رہا تھا، میں نے کہا: ہائے افسوس! میں ان چھ میں سے کہاں ہوگا؟ جب میں نے عرفات میں وقوف کیا اور مزدلفہ میں رات گزاری تو انہی دو فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حسب عادت آسمان سے نازل ہوئے، ایک نے دوسرے کو سلام کیا اور کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تو جانتا ہے کہ تیرے رب عزوجل نے اس رات کیا فیصلہ فرمایا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! تو پہلے نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان چھ مقبولین میں سے ہر ایک کی وجہ سے ایک ایک لاکھ کو بخش دیا اور تمام کا حج قبول فرما لیا ہے، پھر میں بیدار ہو گیا اور مجھے اتنی خوشی تھی کہ جس کو اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ تمام حجاج کا حج قبول فرما لیا گیا اور جود و کرم سے نوازا گیا اور کسی کو بدبخت و محروم نہ کیا گیا۔

ایک محبوب بندی کے طفیل سب کا حج قبول ہو گیا

حضرت سیدتنا رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا نے ننگے پاؤں پیدل بیت اللہ شریف کا حج کیا، اللہ عزوجل ان کو جو بھی کھانا عطا فرماتا اس کو ایثار کر دیتیں، کعبہ مشرف پہنچتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑیں، ہوش میں آنے کے بعد اپنے رخسار کو بیت اللہ شریف پر رکھ کر عرض کی: یہ تیرے بندوں کی پناہ گاہ ہے اور تو ان سے محبت کرتا ہے، اب تو آنکھوں میں آنسو ختم ہو گئے ہیں، پھر طواف کیا، سعی کرنے کے بعد جب وقوفِ عرفہ کا ارادہ کیا تو حائضہ ہو گئیں، روتے ہوئے عرض گزار ہوئیں: اے میرے مالک و مولیٰ! اگر یہ معاملہ تیرے غیر کی طرف سے ہوتا تو میں ضرور تیری

بارگاہ میں شکایت کرتی، اب جبکہ یہ سب کچھ تیری مشیت سے ہوا ہے تو اب کیسے شکایت کر سکتی ہوں؟ پس انہوں نے ہاتف غیبی کو یہ کہتے سنا: اے رابعہ! ہم نے تیرے سبب تمام حاجیوں کا حج قبول کرلیا اور تیری اس کمی کی وجہ سے ان کے نقائص بھی پورے کر دیئے۔

الحمد للہ! تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مدنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، آپ سے بھی اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کی مدنی التجاء ہے، عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدنی قافلے بھی سنتوں کی تربیت کیلئے قریہ قریہ، شہر شہر، ملک بملک سفر کرتے رہتے ہیں، آپ بھی اپنے گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر پر آمادہ کیجئے اور انہیں تیار کر کے مدنی مرکز بھیج دیجئے۔ آپ کے شفقت فرمانے سے اگر آپ کا کوئی عزیز مدنی قافلے کا مسافر بن گیا تو اُس کے ساتھ ساتھ آپ کا سینہ بھی مدینہ بن جائے گا۔

خوش نصیب اسلامی بہنیں فکرِ مدینہ کرتے ہوئے مدنی انعامات پر عمل کرتی ہیں، آپ بھی ۶۳ مدنی انعامات کا کارڈ حاصل کیجئے اور وزانہ اُسے پُر کرنے کا معمول بنائیے اور ہر مدنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنی حلقہ ذمہ دار اسلامی بہن کو جمع کروا دیجئے۔ ان شاء اللہ عزوجل! اُس کی برکت سے پابندِ سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

ہر اسلامی بہن اپنا یہ مدنی ذہن بنائے کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل!

اپنی اصلاح کیلئے مدنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کیلئے گھر کے مردوں کو مدنی قافلوں میں سفر کروانا ہے۔ ان شاء اللہ

عزوجل!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ اسلام کی سربلندی کیلئے نیکی کی دعوتِ عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے! اللہ تعالیٰ دعوتِ اسلامی کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقی عطا فرمائے!

اٰمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنَ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

ہماری چند دیگر مطبوعات

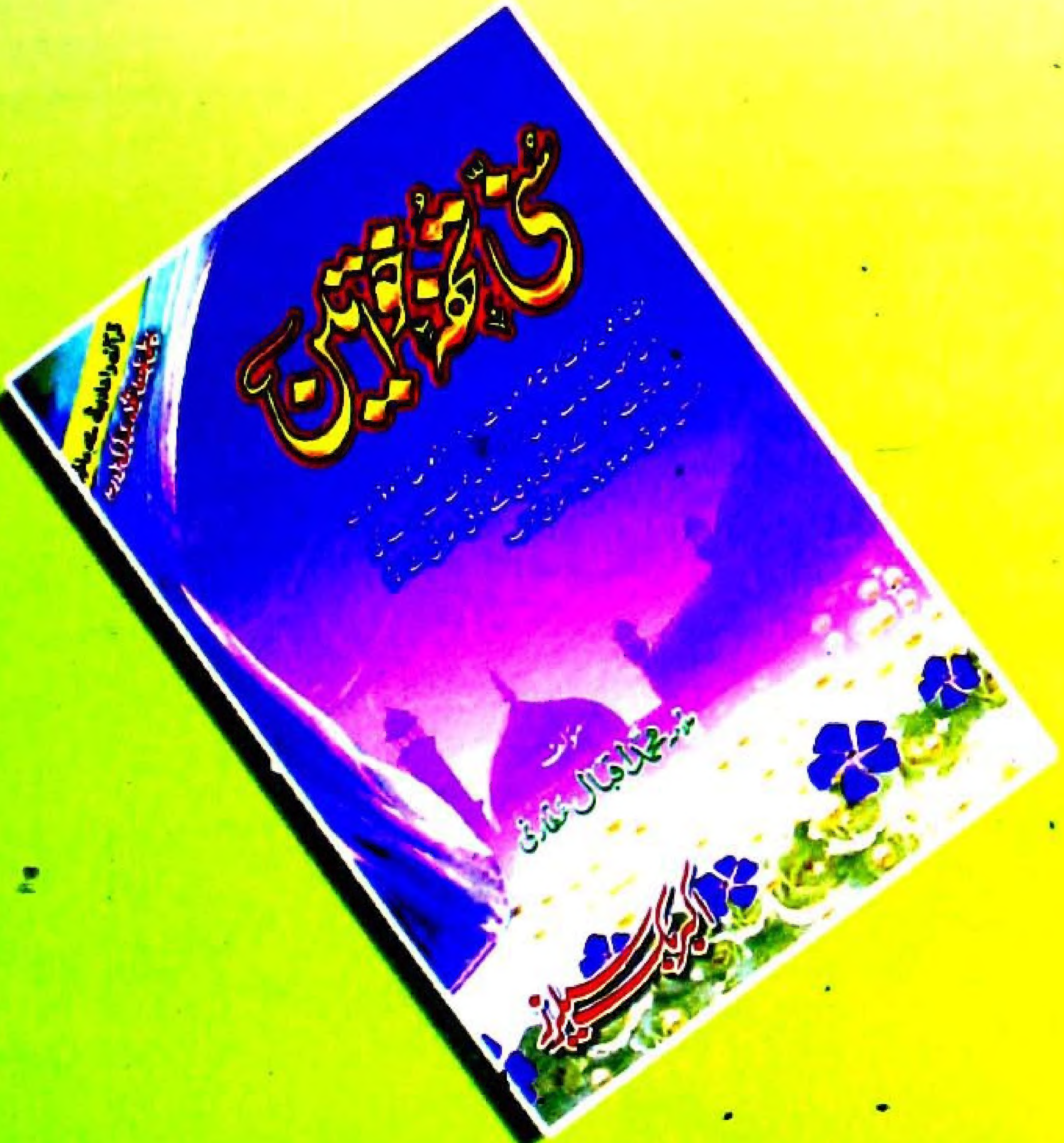
اکبر بک سیلرز

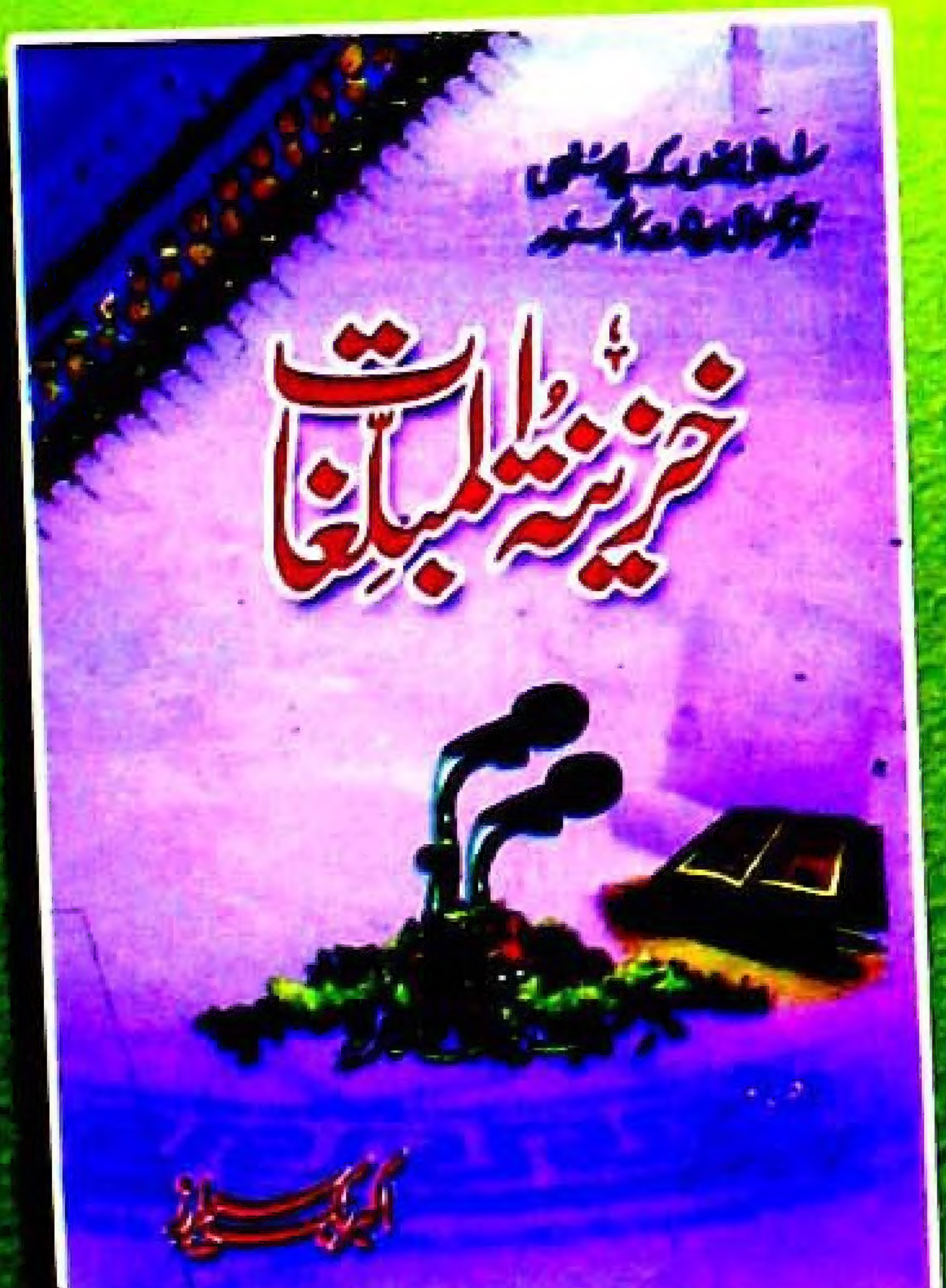
خزینۃ المبلغات
اکبر بک سیلرز

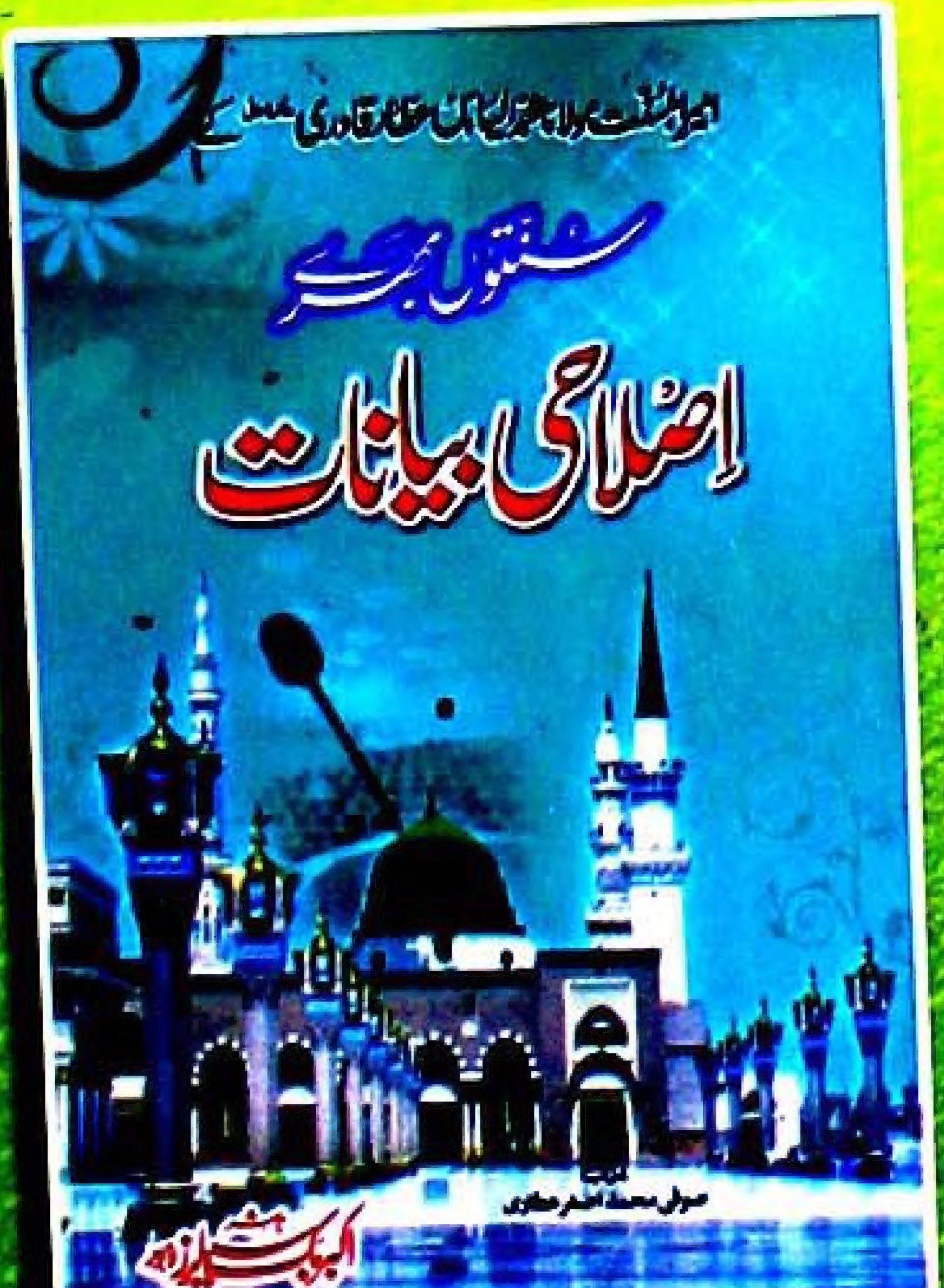
سنتوں بھرے
اصلاحی بیانات
اکبر بک سیلرز

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022

طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ [1]

ابن زیاد کی ہلاکت

عبید اللہ ابن زیاد، یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا، اسی بدنہاد کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہل بیت علیہم الرضوان کو یہ تمام ایذائیں پہنچائی گئیں، یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کیلئے ایک فوج کو لے کر بھیجا، موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی، جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریبِ غروب تھا، اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی، ابن زیاد کو شکست ہوئی، اس کے ہمراہی بھاگے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوجِ مخالف میں سے جو ہاتھ آئے، اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے، چنانچہ بہت سے ہلاک کیے گئے، اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے حرم کی دسویں تاریخ ۶۷ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا، ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ بھی بھجوایا۔ مختار نے دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سرِ ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرورِ حکومت و بندۂ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا، مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا کہ اے اہل کوفہ! دیکھ لو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خونِ ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا، آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے، چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے، وہی جگہ ہے، خداوندِ عالم نے اس مغرور، فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا، اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و

---

[1] الکامل فی التاریخ، سنہ ست وستین، ج۴ ص۲۷۔۲۹ ملخصاً